ڈاکٹر الہام ظفر

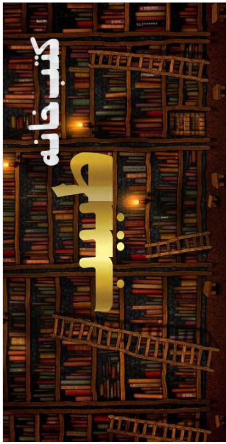
ڈاکٹر آصف علی خان

ESSENCE OF MATERIA MEDICA

Dr. George Vithoulkas

ایسنس آف میٹریا میڈیکا

جارج وتھالکس



مترجم

ہومیوپیتھک ڈاکٹر محمد ساجد شاہین

Narrated by:

Homoeo Dr. Muhammad Sajid Shaheen

ناشر

مکتبہ دانیال، لاهور

سیل پوائنٹ

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز

جلال الدین ہسپتال، اردو بازار، لاہور- فون: 7660736

ناشر......مکتبہ دانیال، لاہور

پرنٹرز......ندیم یونس پرنٹرز، لاہور

قیمت......-/150

سٹاکسٹ

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز

چوک اردو بازار، لاہور۔ فون: 7660736

انتساب ①

اپنے والدین کے نام کہ جن کی بے پایاں شفقت سے آج میں اس مقام پر ہوں۔

......اور......

اپنی رفیقہ حیات، اپنے بھائیوں محمد خالد سعید، محمد شاہد اور بھابیوں اور بھتیجے محمد حماد اور بھتیجیوں حبہ شاہد، نور فاطمہ اور ماہا کے نام!

انتساب ②

مشفق و منکسر المزاج

ڈاکٹر شاہد عمران ملک (مرحوم)

کے نام!

تعارف مترجم

ڈاکٹر محمد ساجد شاہین فیصل آباد کی ادبی اور علمی محفلوں کی جان ہیں۔ اُنہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مسلم ہائی سکول طارق آباد فیصل آباد سے حاصل کی۔ انہی دنوں سے وہ ادبی محفلوں میں جانے لگے۔ وہیں اُن کی ملاقات فیصل آباد کے مشہور ہومیو پیتھک معالجین سے بھی ہونے لگی۔ کچھ اُن کی باتوں سے مرعوب ہو کر اور کچھ اُن کی ترغیب دلانے پر ڈاکٹر صاحب نے ہومیو پیتھک کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ فیصل آباد بورڈ سے انٹر کرنے تک ہومیو پیتھی اُن کے رگ و ریشے میں سرائیت کر چکی تھی۔ وہ جنون کی حد تک ہومیو پیتھک کتابوں کا مطالعہ کرنے لگے۔ اُنہوں نے ہومیو پیتھی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہانیمن کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ ڈی۔ ایچ۔ ایم۔ ایس (D.H.M.S) کے چار سال پورا کرتے کرتے ڈاکٹر صاحب کے پاس ہومیو پیتھک کتب کا ضخیم ذخیرہ جمع ہو چکا تھا چونکہ اُن کتابوں میں سے بیشتر کتابیں انگریزی زبان میں تھیں اس لئے شروع میں انہیں اُن کے مطالعے میں بڑی دقت ہوئی۔ وہ بہت سے انگریزی جاننے والوں اور انگلش کے پروفیسروں کے پاس جا کر باقاعدگی سے انگریزی زبان سیکھتے رہے۔ اسی دوران یہ بات اُن کے دل میں گھر کر گئی تھی کہ جس طرح انگلش زبان میں ہومیو پیتھک کتابوں کے مطالعے میں انہیں دشواری محسوس ہوئی ہے، ہومیو پیتھی کے کئی دوسرے مداحوں اور شائقین کو بھی ہوئی ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ ہومیو پیتھی کے علم و فن میں تاک معالجین کی کتب کا ترجمہ کر کے جدید دور کے معالجین کو فن ہومیو پیتھی کی اصل روح تک شناسائی کروائیں گے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مایہ ناز ہومیو پیتھک ڈاکٹر جارج وتھالکس کو چنا اور اُن کی کتاب "Essence of Materia Medica" کا ترجمہ شروع کیا۔

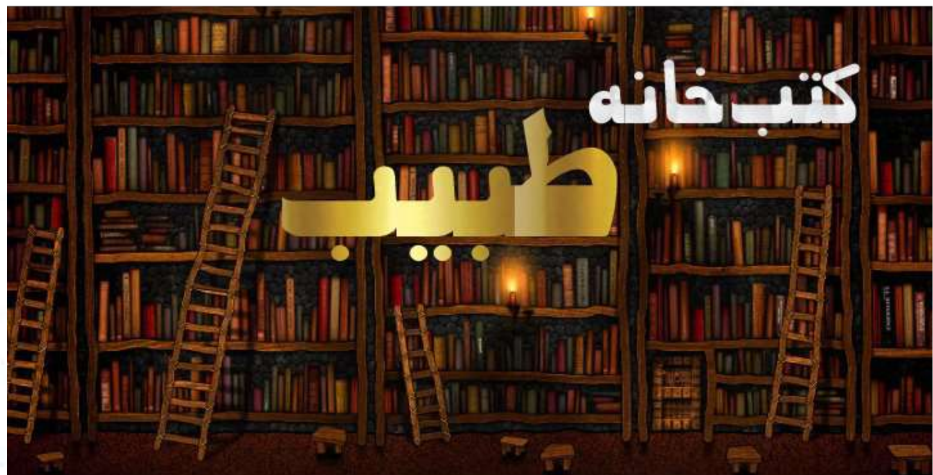
اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے 1996ء میں احمد آباد (نزد ساحل ہسپتال) میں کلینک شروع کیا جسے چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر 2001ء میں اسلامیہ پارک میں منتقل کرنا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب کی پریکٹس اپنے عروج پر ہے اور وہ حقیقتاً ہومیوپیتھی کے اُصولوں کے مطابق پریکٹس کر رہے ہیں۔ اصول ہومیوپیتھی کو سمجھنے کے لئے انہوں نے کئی سال فیصل آباد کے مشہور ترین ڈاکٹر میاں اصغر جاوید صاحب سے اکتساب فیض حاصل کیا اور اس سے قبل کچھ عرصہ ڈاکٹر محمد صادق (گولڈ میڈلسٹ) نیوسول لائن کی رہنمائی میں بھی گزارا۔ اُن کی ترجمہ کردہ یہ کتاب پڑھنے کے بعد آپ کو اُن کی ہومیوپیتھی کے فن پر مکمل دسترس کا یقین ہو جائے گا۔

ڈاکٹر شبیر حسین شہباز

MA, MBA, DAIBP, DHMS, RHMP

Medical Officer National Bank of Pakistan, Faisal Abad





عرضِ مترجم

موجودہ دور میں ہومیوپیتھک کی ترقی میں اُن لوگوں کا بڑا حصہ ہے جنہوں نے طریق ہومیوپیتھی سے متعلق کسی بھی منفی پروپیگنڈے کی پرواہ نہ کی بلکہ اِس کے ارتقاء کے لئے شب و روز کوشاں رہے اور ایسے کارنامے سرانجام دیئے جس سے ایک طرف تو ہومیوپیتھی دیگر طریقہ ہائے علاج سے ممتاز ہوئی تو دوسری طرف عام ہومیوپیتھی ڈاکٹرز بھی احساس کمتری کا شکار نہ رہے۔

مصنف جارج وتھالکس کے انداز بیاں میں تاثیر کی اصل وجہ ہومیوپیتھی پر اُن کا گہرا مطالعہ و تجربہ اور ناقابل شکست یقین و اعتماد ہے۔ وہ ہومیوپیتھی کو واحد شفا بخش علاج قرار دیتے ہیں اور اُنہیں اس بارے میں کوئی شک و شبہ یا احساس کمتری نہیں۔ جارج وتھالکس آج کی ہومیوپیتھی کی دنیا کا ایک لیجنڈ **(Legend)** ہے۔ وتھالکس کا مشاہدہ براہ راست ہومیوپیتھی اور اس کی پنہائیوں میں داخل ہے۔

گزشتہ **30** برس سے ہر سال یونان میں عالمی سطح کے سیمینارز منعقد ہو رہے ہیں جس میں دنیا بھر سے جید اور بلند عالی دماغ ہومیوپیتھس شریک ہوتے ہیں۔ اُن سیمینارز کا اعلان عالمی جرائد مثلاً برٹش جرنل وغیرہ میں کیا جاتا ہے۔ وتھالکس کا ادارہ اس وقت دنیا بھر میں ہومیوپیتھی کی تعلیم دینے کا مستند ادارہ خیال کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر جارج وتھالکس مسیحان ہومیوپیتھی کے دورِ حاضر کے مشاق اساتذہ میں بالکل ویسے ہی معتبر و مستند ہیں جیسے کہ دورِ پیشتر میں ڈاکٹر ہیرنگ، جیمز ٹائلر کینٹ، ولیم بورک، فرنگٹن لپی اور نیش وغیرہ تھے اور یہی وہ روشن چراغ ہیں جو اپنی کاوشات علم و فن سے تڑپتی سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کو زندگی کی روشنیاں بانٹ رہے تھے۔

میں نے ڈاکٹر جارج وتھالکس محسن و مسیحا انسانیت کی شہرہ آفاق کتاب **"Essence**

"of Materia Medica کا اُردو زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

دورانِ ترجمہ ہر لحہ مجھے اس بات کا احساس رہا کہ یہ کتاب Homoeopathic Medical Science کی ایک نہایت قابل اور معتبر ترین ہستی کی کاوش بے مثال ہے اسی لئے اپنی نہایت اور ہر ممکن کوشش سے اصل و ماخذ تحریر کو من وعن پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

گو کہ اہل فن کی نظر میں بحیثیت مترجم یہ میری پہلی کتاب ہے جس میں کہیں الفاظ کی کم مائیگی اور معانوی سقم بھی ہو سکتے ہیں۔ کتاب ہذا کا مترجم ہونے کے باوجود مجھے زبان دان ہونے کا دعویٰ نہیں ہے کیونکہ میری یہ کاوش اوّل صریحاً میرے اس عشق سے ماخذ ہے جو مجھے فن ہومیو پیتھی سے ہے۔

اس کتاب کے ترجمے کے لئے میرے شوق نے عرصہ طویل سے میرے ناتواں ارادوں کو قدم قدم پہ حوصلے بخشے!

میری اس کاوش میں میرے انتہائی محترم اساتذہ کرام اور میرے معاصر ہومیو ڈاکٹرز اور دوستوں کی جو محبتیں شامل حال رہیں، وہ بہت ہی اہم ہیں۔ خصوصاً بالخصوص ہومیو ڈاکٹر رانا محمد اسلام خان، ہومیو ڈاکٹر محمد فیاض وڑائچ، ڈاکٹر امتیاز، عبدالمجید عابدؔ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ گھمن (مدینہ ٹاؤن)، ڈاکٹر بابر علی اسد (لیاقت ٹاؤن)۔

آخر میں اپنے محترم اساتذہ کرام جناب ڈاکٹر بنارس خان اعوان (واہ کینٹ) اور ڈاکٹر شبیر حسین شہباز (مدینہ ٹاؤن) کا بھی بے حد ممنون ہوں جن کی خصوصی شفقت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

اس کتاب کے تمام قارئین (طلباء و معالجین) سے درخواست ہے کہ کتاب پڑھنے کے بعد اپنی آراء سے ضرور آگاہ کریں۔ مجھے اللہ قادر کل سے مدد اور آپ سے دعاؤں اور آراء کی ضرورت ہے تاکہ اگلے ایڈیشن میں مزید بہتری کے لئے کوشش کی جا سکے۔

خیر اندیش

ہومیو پیتھک ڈاکٹر محمد ساجد شاہین

تقریظ

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سوچنے، سمجھنے اور اظہار خیالات کے لئے مادری زبان سے بہتر کوئی دوسری زبان نہیں ہوسکتی خاص طور پر تعلیمی اور فنی زاویہ نگاہ سے لکھا ہوا لٹریچر اپنی ہی زبان میں زیادہ مفید رہتا ہے بلکہ جو چیز اپنی زبان میں پڑھی جائے اُس کے تمام پہلو دل و دماغ، شعور تا لاشعور نقش ہو جاتے ہیں۔ ہومیوپیتھی کے حوالے سے دیکھیں تو تمام نیا اور پرانا لٹریچر انگریزی زبان میں ہے جبکہ ہمسایہ ملکوں بنگلہ دیش، نیپال اور بھارت میں بنگالی اور ہندی میں اَن گنت کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ انگریزی کے اندھیرے میں اب ہمارے ہاں بھی اُردو کی چند شمعیں جل اُٹھی ہیں۔ اُنہی میں نوجوان ڈاکٹر محمد ساجد شاہین بھی شامل ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کی محنت اور ہومیوپیتھی دوستی کو سلام پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر عمر دراز احمد
فیصل آباد



تقریظ

ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا کا مقصد ہے فہرست علامات کا رجسٹر' علامات ادویات کی سائنس ہے۔ مریض کا ہومیو پیتھی علاج کرتے وقت ہمیں یہ بخوبی علم ہونا چاہئے کہ کون سی دوا کن کن علامات کو رونما کرتی ہے اور اعضائے جسمانی کے مطابق اُن علامات کی درجہ بندی ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر ہانیمن نے جن ادویات پر تجربہ کیا اُن کی علامات کو اعضاء کے مطابق منظم کیا اور اُن کا یہ نظام ہی آج تک تمام کتب کی بنیاد ہے۔ جو اُن کے عہد سے لے کر آج تک تحریر کی جا چکی ہیں گو کہ ہومیو پیتھی پر کئی میٹریا میڈیکا موجود ہیں لیکن تمام کا تمام مواد اتنا بکھرا ہوا اور روایتی انداز میں لکھا ہوا ہے کہ ان سے فوری طور پر مواد حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اس وقت دیگر رہنما کتب جو کہ عام روش سے ہٹ کر ہوں' کو تحریر کئے جانے کی ضرورت کا احساس بیدار ہو رہا تھا۔

اس عظیم کام کا بیڑا یونانی سپوت ہومیو ڈاکٹر جارج وتھالکس جو کہ علاج معالجہ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ تمام طریقہ ہائے علاج پر گہری نظر رکھتے ہیں' انہوں نے اس عظیم کام کو سرانجام دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ طب کی دنیا نے مان لیا ہے کہ ہومیو پیتھک طریقہ علاج متبادل طریقہ علاج ہے اور بہتر طریقہ سے شفایاب کرتا ہے۔ اگرچہ دُنیا میں اب بھی کوشش کی جاتی ہے کہ ہومیو پیتھی کو دبایا جائے مگر جارج وتھالکس جیسے عظیم ہومیو پیتھ جنہوں نے ہومیو پیتھی پر بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ہومیو پیتھی کے دفاع کے لئے ایک ناقابل تسخیر چٹان کی حیثیت سے مستحکم ہے۔ بقول شاعر:

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے یقین ہو آئے مجھے شکار کرے

مترجم ڈاکٹر محمد ساجد شاہین ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے Essence of Materia Medica جیسی اہم کتاب کو اُردو میں منتقل کر دیا۔ نقل و ترجمہ نہایت صبر

آزما اور ہمت طلب کام ہے اور لکھنے والی شخصیت ڈاکٹر جارج وتھالکس جیسی علمی اور ادبی قدآور شخصیت ہو تو پھر تو اور بھی مشکل ہے۔ تاہم لائق مترجم اپنی کوششوں کے لئے مستحق تحسین ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن کی خدمت کو قبول فرمائے اور اسے فیض کا سرچشمہ بنائے۔

ڈاکٹر ساجد رحمٰن
لیکچرار
الصحت ہومیو پیتھک میڈیکل کالج
فیصل آباد



تقریظ

اکیسویں صدی نہایت تیز رفتاری کی صدی ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے زندگی کے ہر شعبہ پر گرانقدر اثرات مرتب کئے ہیں۔ ہر انسان ہمہ وقت مصروف و مشغول ہے لیکن ہر شخص کو کتب کے مطالعے کے لئے وقت نکالنا چاہئے۔

ہومیو پیتھی ایک ایسا نیچرل اور سائنٹفک طریقہ علاج ہے جس کا فلسفہ یہ ہے کہ مؤثر، فوری اور بے ضرر طریقہ سے مریض کو شفایاب کیا جائے۔ ہانیمن کے اِس مقصد کے حصول کے لئے جارج وتھالکس نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات صرف کر کے ایک بہترین کتاب مرتب کی۔

موصوف کی مرتب کردہ اس کتاب کو سمجھنا اور اس سے استفادہ کرنا عام طور پر ہومیو پیتھ حضرات کے لئے تھوڑا مشکل کام تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا پر بیش قدر کتابیں موجود ہیں لیکن ایک عام ہومیو پیتھ کے لئے انہیں ذہن نشین کرنا سہل نہ تھا اور پریکٹس میں بھی معالجین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن برادرم ڈاکٹر محمد ساجد شاہین نے موصوف کی اس کتاب کا اُردو ترجمہ کر کے اس مشکل کو آسان کر دیا ہے۔

آج میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ معروف ہومیو پیتھ ڈاکٹر محمد ساجد شاہین نے جارج وتھالکس کے میٹریا میڈیکا کا ترجمہ شدہ مسودہ مجھے دیتے ہوئے اس پر اظہار خیال کی دعوت دی۔ میں نے مسودہ کا بڑی تفصیل سے مطالعہ کیا۔ مترجم نے زبان سہل، اسلوب بیان صاف اور سادہ اختیار کیا ہے تاکہ بات آسانی سے سمجھ آ سکے۔ ترجمہ کے منفرد انداز سے کتاب کی علمی حقیقت مزید دو چند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ان کی علمی بصیرت میں اضافہ فرمائے۔ آمین!

ہومیو پیتھک ڈاکٹر رانا محمد اسلام خاں

فیصل آباد

تقریظ

قوانین فطرت تمام بنی نوع انسان کے لئے کھلے ہیں۔ انہی استعداد کے مطابق ان قوانین کا فہم اور ادراک افراد اور اقوام کو دوسروں سے ممتاز اور قابل تقلید بناتا ہے۔ انفرادی طور پر جارج وتھالکس نے علاج بالمثل کے ادراک میں انہی امتیازی حیثیت ثابت کر دی ہے۔ زیر نظر کتاب میں اگر جارج وتھالکس کے عمیق مطالعے اور مشکل مشاہدے کے گل بوٹے مہکتے نظر آئیں گے تو مترجم ڈاکٹر محمد ساجد شاہین ان گل بوٹوں کے رنگوں کو نمایاں کرتے نظر آئیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ اس کتاب کا انداز دیگر کتب (میٹریا میڈیکا) سے مختلف ہے۔ تو اس کا ترجمہ بھی دیگر تراجم سے منفرد ہے۔ جو اس کتاب کا تقاضا بھی ہے اور مقصود بھی۔ جارج وتھالکس کی وسعت نظر کا جائزہ ایک سوال کے جواب میں کہی گئی اُن کی اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔

ہم تمام کمزور صحت کے حامل ہیں۔ اگر ہم پر ادویہ کی پروونگ کی جائے تو ہم بہت مشکل میں پڑ جائیں گے کیونکہ پروونگ شروع کرنے سے پہلے ہی ہمیں کئی علامات نوٹ کرنا ہوں گی۔ یہ صورت حال ہماری معاشرت کی دین ہے لیکن اگر آپ یونان کے کسی حصے میں چلے جائیں جہاں نہ تو ہمارے جیسی معاشرت ہے، نہ ہمارے جیسی سوچیں ہیں، نہ پریشانیاں ہیں اور جہاں ہماری ادویات کی بہتات استعمال کی جاتی ہے۔ تو ہم زیادہ کامیاب ہوں گے اُن لوگوں کی وجہ سے جو گاؤں سے آئیں گے۔

اس تجویز کے ساتھ بات ختم کرتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ کتاب پڑھ لی تو ادویات کی سلیکشن میں آپ کا اعتماد آپ کی پریکٹس کو چار چاند لگا دے گا اور آپ کا احساس کمتری ختم ہو جائے گا جو آپ کو کامیاب معالج بنانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور بے پناہ قوت ارادی کی کچھ تو قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔

ڈاکٹر محمد اظہر سعید

ایم-اے، ڈی-ایچ-ایم-ایس

تقریظ

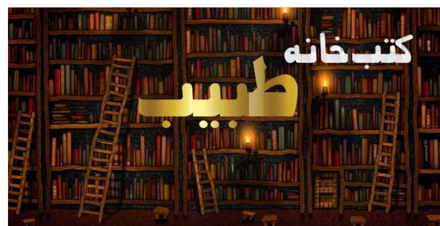
طفل مکتب سے اساتذہ کی تحریروں کے بارے میں آراء نہ تو علمی لحاظ سے درست ہوسکتی ہیں اور نہ ہی اخلاقی لحاظ سے اور نہ ہی میں علم ہومیوپیتھی کے سمندر میں اُتر کے اِس کے گہرے پانیوں کی وسعتوں اور اِس کی تہہ میں بکھرے خزانوں کی کھوج کا متحمل ہوسکتا ہوں۔ میں تو فقط ساحل کی ریت پر بیٹھ کر عشاق کی جستجو کے غوطوں اور اُن کی اُٹھائی علم و تحقیق کی منہ زور موجوں کی لائی ہوئی سیپیوں سے موتی چنتا ہوں۔ جارج وتھالکس کی مذکورہ کتاب کو انگریزی فہم طبقے میں تو جو پذیرائی ملی سو ملی، میرے دوست ڈاکٹر محمد ساجد شاہین کی اس کاوش شاقہ سے اُردو زبان کے جاننے والوں کو ایک بہت ہی نادر و نایاب کتاب ملے گی۔ میں اس آشفتہ ہومیوپیتھی ڈاکٹر محمد ساجد شاہین کو اس معرکہ شوق کی تکمیل پر مبارکباد کہتا ہوں۔

ہومیو ڈاکٹر بابر علی اسد
لیاقت ٹاؤن، فیصل آباد



فہرست




کتب خانہ
طبیب

1—ایتھوزا

﴿مزمن تکالیف کی علامات﴾

ایسے مریض جو خود کو ٹکڑوں میں بکھرا ہوا محسوس کریں۔

مریض کے جذبات شدید ہوں مگر وہ ان کو بیان نہ کر سکے۔

مریض روئے مگر روتے ہوئے چلاّ نہ سکے۔ اپنے جذبات کو اندر ہی اندر محسوس کرے۔ (یہ علامت اگنیشیا کے برعکس ہے) مریض جب روتا ہے تو اُس کی آواز رندھ کر گلے میں اٹک جاتی ہے) زیادہ چیخ نہیں سکتا۔ یوں سمجھ لیں کہ وہ بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ بات کرتا ہے۔

مریض کی جذباتی کیفیت بہت شدید ہوتی ہے۔

مریض خود کلامی کا شکار ہوتا ہے۔ لوگ اسے اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

نیند:

مریض کو نیند میں چلنے کی شکایت ہوتی ہے۔

وہ کروٹ کے بل (دائیں ہو یا بائیں) گہری نیند سوتا ہے۔

نیند کے دوران منہ میں سے رال بہتی ہے۔

ڈاکٹر کینٹ اس دوا کی اہم علامت یہ بتاتے ہیں کہ مریض اس خوف سے آنکھیں بند نہیں کرتا کہ کہیں وہ دوبارہ جاگ ہی نہ سکے۔ (یعنی مر ہی نہ جائے۔)

اندھیرے کا بھی خوف ہوتا ہے' اندھیرے میں بھی یہی محسوس کرتا ہے کہ کہیں وہ ہمیشہ کے لئے ہی نہ سو جائے۔

اندھیرے میں مریض گھٹن محسوس کرتا ہے اور کھڑکیاں کھول دیتا ہے (لیکیسس' گرینڈیلیا)۔

مریض اپنا سانس سنبھال نہیں پاتا اور اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

اگنیشیا میں مریض کو خوف ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ سو نہیں پائے گا جبکہ ایتھوزا میں خوف ہوتا ہے کہ مریض جاگ نہیں پائے گا۔

آپریشن سے بھی مریض اسی لئے گھبراتا ہے کہ اُسے خوف ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ ہوش میں نہیں آئے گا۔

مزید علامات:

مریض کو جانور، بلیاں، کتے وغیرہ پالنے کا خبط ہوتا ہے اور وہ انہیں محبت کے جذبے سے پالتا ہے۔ لیکن عام لوگوں کی نسبت غیر فطری انداز میں جانوروں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

جب لوگوں سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتا تو جانوروں سے باتیں کرتا ہے۔

مریض میں بہت زیادہ چڑچڑا پن پایا جاتا ہے۔

اپنے محبت کرنے والوں کو کھو دینے کا خوف ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

سن یاس کے دوران مریضہ میں چہرے کا رنگ اچانک سرخ ہونا اور چہرے کا کھنچ کر جنگلی جانوروں کی طرح کی شکل اختیار کرنا پایا جاتا ہے۔

P.M.T بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ مریضہ سر میں درد محسوس کرتی ہے اور سر درد حیض سے دو دن پہلے ہوتا ہے اور ایک یا دو دن کے بعد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ حیض کے فوراً بعد جنسی جذبہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

بیماری کی حالت میں چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ مریض موت کے قریب یا بہت زیادہ بوڑھا دکھائی دیتا ہے۔

ناک کی نوک پر، یا نتھنوں کے درمیان، باہر، یا نتھنوں کے اندر دانے نکلتے ہیں۔ (بار بار بننے والا اگزیما)۔

گرمی...... خصوصاً موسم گرما کی گرمی سے تکلیف بڑھتی ہے۔

زردی رنگ کا لیکوریا جو کپڑے پر رنگ چھوڑ جائے۔ اس دوا کی اہم علامت ہے۔

زیادہ کھانا کھانے سے پیٹ پھول جاتا ہے جو بعض اوقات قے لے آتا ہے۔

قے آنے سے پیٹ کی تکلیف میں کمی آ جاتی ہے۔

مریض پنیر کھانے کا شوقین ہوتا ہے اور نمکین اشیاء پسند کرتا ہے۔

مریض پھلوں سے نفرت کرتا ہے۔

2—ایگریکس

﴿ذہنی/ جذباتی تصویر﴾

صحت کے متعلقہ تشویش۔ یہاں تک کہ صحت کے متعلق خبطی ہو جاتا ہے۔
(نائٹریک ایسڈ' آرسینک البم' فاسفورس' کالی آرسینکم)

مریض صحت کے متعلقہ تشویش میں مبتلا رہتا ہے خواہ ایگریکس کی جسمانی علامات ملیں یا نہ ملیں۔

تکلیف میں مبتلا رہنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرے۔ ذرا ذرا سی بات پر تشویش میں مبتلا ہو۔ یہ تشویش بڑھ جائے تو مریض Pessimistic ہو جاتا ہے۔ آخرکار وہ زندگی سے نفرت کرتا ہے اور علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جانے سے انکار کر دیتا ہے۔ اگر ڈاکٹر کے پاس چلا جائے تو ڈاکٹر کی ذرا سی بات بھی اس کے دماغ میں بھونچال لے آتی ہے مثلاً اگر ڈاکٹر مریضہ کو میموگرافی کا مشورہ دے تو وہ باقی زندگی کینسر کی بیماری کے خوف میں مبتلا رہے گی۔

اس دوا کا مریض چیخے گا' چلائے گا' پریشان ہو گا اور آخرکار پاگل پن کا شکار ہو جائے گا۔

بعض اوقات تشویش Euphoria (بہت زیادہ صحت مندی کے احساس) میں تبدیل ہو جاتی ہے لیکن پھر واپس تشویش میں بدل جاتی ہے۔

جسم کے اندر کی تکلیف باہر نکل آئے تو مریض بہتر محسوس کرتا ہے۔

مریض باتونی ہوتا ہے۔ مُردہ لوگوں کے متعلق زیادہ سوچا کرتا ہے۔

مریض کسی خاص بستر پر نہیں سو سکتا کیونکہ وہ اسے تابوت (Coffine) کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ یا وہ کسی خاص بستر پر جماع نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت بھی اسے بستر تابوت (Coffine) کی طرح لگتا ہے۔

اس دوا کے مریضوں کو کینسر کا خوف ہوتا ہے لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ اس تکلیف سے مر جائیں گے بلکہ وہ کینسر میں مبتلا لوگوں سے ملنا' اُن سے باتیں کرنا اور موت کے قریب لوگوں کی مدد کرنا پسند کرتے ہیں۔

اس دوا کے مریض انڈوں سے نفرت کرتے ہیں۔
اور زیادہ تر نمک کی خواہش کرتے ہیں۔
حرارت سے یا گرمی سے اُن کی تکالیف بڑھتی ہیں۔
انہیں مراقی (Hypocondrial) تشویش ہوتی ہے۔

3۔۔۔ایگنس کاسٹس

یہ ایک ایسی دوا ہے جو ماڈرن سوسائٹی کے لئے زیادہ ضروری ہے خاص طور پر نئی نسل کے لئے۔ یہ دوا ایسی بُری عادات کی بیماریوں کے لئے تجویز کی جاتی ہے جو کہ نئی نسل (جوان نسل) میں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ مثلاً جنسی کاموں کی زیادتی (Sporadic) غذا وغیرہ۔ ایسے لوگ جلد جوش میں آ جاتے ہیں اور بہت سے جنسی عوامل میں کم عمری ہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی رنگت پیلی ہو جاتی ہے۔ وہ خون کی کمی (انیمیا) کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ اُن میں جسمانی طاقت کی کمی کے ساتھ ساتھ غیر حاضر دماغی بھی پائی جانے لگتی ہے۔

آخرکار ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہونے لگتا ہے کہ اُن کا تمام جسمانی ڈھانچہ ٹوٹ گیا ہے اور وہ اس خوف کا شکار ہو جاتے ہیں کہ چند سالوں یا چند ماہ میں مر جائیں گے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے زیادہ محنت کر لی ہے اور اپنی زندگی کی توانائیوں کو ضائع کر دیا ہے جس کی وجہ سے ان کا تمام جسمانی نظام گندا (خراب) ہو گیا ہے۔

یہ لوگ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنی تعلیم پر توجہ نہیں دے سکتے نہ ہی وہ اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وہ جنسی نااہلیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ انہی مسائل میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ان کا دماغ انہی سوچوں سے بھرا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ پُریقین ہو جاتے ہیں کہ ان کا اعصابی نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ان کے اعضائے رئیسہ تباہ ہو جائیں گے۔ یہ صحت کی خرابی کے متعلقہ خیالات اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ آئندہ زندگی میں مریض ہمیشہ اپنی صحت کے متعلق پُرتشویش رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مراقی کیفیت میں چلا جاتا ہے۔ شہوانی خیالات بغیر ایستادگی کے ہوتے

ہیں اور آخرکار یہ کیفیت مکمل نامردی میں بدل جاتی ہے۔

اس دوا کے مریض ایک اور طریقے سے بھی ٹوٹتے ہیں۔ اس صورت میں وہ سوچتے ہیں کہ وہ نکمّے ہیں اور ان کا دنیا میں آنا بالکل فضول ہے لیکن اس کے برعکس کبھی وہ سوچتے ہیں کہ وہ بہت عظیم ہیں۔ وہ کوئی خاص چیز ہیں اور ان جیسا دنیا میں کوئی اور نہیں۔ بعض اوقات خود کو کم تر اور عظیم تر سمجھنے کی سوچ ادلتی بدلتی رہتی ہے۔

ایگنس کو صرف مردوں کی دوا نہ سمجھیں۔ بعض اوقات اس کی ضرورت عورتوں کو بھی ہوتی ہے۔ عورتوں کی صورت میں اس دوا میں سب سے پہلے وہ عورت آتی ہے جو جنسی خیالات میں مگن ہو اور اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہسٹریک ہو جاتی ہو۔ تاہم ایسی عورت بعد میں (جنسی کاموں کی زیادتی سے یا جنسی خواہشات کی عدم تکمیل کی وجہ سے) بالکل بے حس ہو جاتی ہے اور مکمل طور پر جنسی تعلقات سے بے رغبتی کا اظہار کرتی ہے۔ ایسی عورتوں کی رنگت میں پیلا پن آنے لگتا ہے۔ وہ خون کی کمی کا شکار رہنے لگتی ہیں اور ان میں تھکن اور تشویش کی زیادتی اور حوصلہ کی کمی ہونے لگتی ہے۔ ان کے معدے جلد خراب ہو جاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں اور وہ روشنی سے بہت زیادہ حساس ہو جاتی ہیں۔ معدہ کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ مریضہ ذرا سی بھی بھاری، مرغن غذا سے تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

مریضہ میں اندرونی طور پر کانپنے اور سردی کا احساس ہوتا ہے (جسے ہم اندرونی کپکپی کہہ سکتے ہیں) یہ کپکپی تب بھی محسوس ہوتی ہے۔ جب بظاہر اوپر سے جسم گرم ہوتا ہے۔ مریضہ کے اندرونی اعضاء میں ڈھیلے پڑ جانے کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مریضہ کے پیٹ کے Prolopsus اور کمزوری کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ پیٹ کی کمزوری سلیشیا کی طرح کی قبض میں بدل جاتی ہے جس میں پاخانہ ٹکڑوں کی شکل میں باہر آتا ہے اور بعض اوقات اوپر کی طرف دوبارہ پھسل جاتا ہے۔

ایگنس کاسٹس کچھ دودھ پلانے والی عورتوں کے لئے بھی کام آتی ہے جب ان کے پستانوں میں سے دودھ بہنا بند ہو جاتا ہے (دودھ کی کمی ہو جاتی ہے)۔

---

4 — ایلومینا

ایلومینا کی افادیت

ایلومینا ایک انوکھی اور اہم دوا ہے جس کو انتخاب کرنے والوں نے بہت کم تسلیم کیا ہے یا یہ کہ ڈاکٹروں کی عدم توجہی کا شکار رہی ہے۔ اپنے خواص میں یہ دیر سے اثر کرنے والی دوا ہے یا یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس کے مریض اپنے اعمال کی کارکردگی میں بہت زیادہ سست ہوتے ہیں۔ یہ سستی اندرونی طور پر ذہنی منصوبہ بندی اور بیرونی طور پر مرکزی اعصابی نظام میں پائی جاتی ہے۔ اعصابی کارکردگی میں اس قدر سستی پائی جاتی ہے کہ مریض بعد میں فالج کا شکار ہو جاتا ہے۔ مریض کو دیر تک اپنی تکالیف کا احساس نہیں ہوتا۔ عرصہ دراز تک مریض ٹانگوں میں فضول قسم کے بھاری پن کا شکار رہتا ہے اور اس تکلیف کو اُس وقت تک قابل توجہی نہیں سمجھتا جب تک کہ یہ (Locomoter Atexia) ایک قسم کی فالجی کیفیت میں تبدیل نہ ہو جائے۔

ذہنی علامات میں سب سے زیادہ نمایاں دماغی سستی ہے۔ وہ چیزوں کو سمجھنے میں دیر لگاتا ہے۔ وہ اپنے کام کو سمجھنے میں دیر لگاتا ہے کہ انہیں کیسے کرنا ہے۔ جب کام سمجھ جاتا ہے تو اسے کرنے میں دیر لگاتا ہے۔ ذہنی سستی ایک خاص قسم کی اُلجھن کو جنم دیتی ہے جو کہ ایلومینا کے لئے ہی مخصوص ہے۔ خیالات فضول اور ایسے ہوتے ہیں جنہیں بیان نہ کیا جا سکے بلکہ یہ نہ بیان کئے جانے والے ہیولے (شبیہیں) سے ہوتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں میں آپ کو ایسے مریض بھی نظر آئیں گے جو چیزوں کے نگلنے میں وقت محسوس کریں۔ لیکن جب آپ اُس سے کہیں گے کہ وہ اپنی تکلیف بتائے وہ ہکلانے لگے گا اور ہچکچانے والا (Indicivious) ہو جائے گا۔ وہ دیر تک سوچے گا۔ الفاظ کا انتخاب کرے گا اور صحیح الفاظ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرے گا کہ اسے تکلیف کیا ہے۔ مریض کی یہ علامت ایلومینا کے Key Notes کی طرح اہم ہے۔ اس طرح کے مریض اس طرح کی بے سود علامات دیں گے کہ آپ اُن کو بہت سی دوسری ادویات میں ڈھونڈیں گے مگر جب آپ کو یہ احساس ہو جائے گا کہ یہ بے سود علامات اور اُلجھن ایلومینا والی ہیں تو آپ ایلومینا دے کر بہت اچھے نتائج پا لیں گے۔

وقت کے ساتھ ساتھ مریض کی اُلجھن بڑھتی ہے اور ایک دوسری ذہنی کیفیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسی کیفیت میں مریض جب بات کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ اس کی جگہ کوئی دوسرا بات کر رہا ہے۔ یا پھر مریض پر یہ کیفیت طاری ہو سکتی ہے کہ وہ کہے کہ میں اپنے کانوں سے نہیں بلکہ صرف دوسروں کے کانوں سے ہی سن سکتا ہوں۔ ایسی علامات آپ اپنی صلاحیتوں سے ہی لے سکتے ہیں کیونکہ مریض ازخود ایسی علامات دینا نہیں چاہے گا۔ یہ علامات آپ براہ راست سوالوں سے لے سکتے ہیں۔ آپ ان سے براہ راست اس طرح کے سوال تب کریں گے جب آپ اس کی دوسری علامات سے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ یہ ایلومینا کا مریض ہے۔ ایسی صورت میں آپ کے سوال کے جواب میں مریض کا جواب ہوگا۔ ہاں ''یہی بات تو ہے جو آپ نے اب کہی ہے۔''

مریض کی مرضیاتی حالت یا پیتھالوجی کی جب یہ سٹیج آ جائے تو مریض اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ پاگل پن کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن یہ مریض کا اپنی کیفیات دیکھتے ہوئے صرف اپنا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ اُس میں پاگل ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ ایسی علامات پہلی علامات کی تصدیق کر دیں گی۔ یاد رہے کہ ایلومینا پاگل پن کے خوف کی کوئی نمایاں دوا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی مریض پاگل پن کے خوف کا زیادہ اظہار یا اصرار کرے تو ڈاکٹر کو ایلومینا دوا سے ہٹ کر دوسری ادویات کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

جب مرضیاتی تبدیلی بڑھ جاتی ہے تو آخرکار مریض شدید مایوسی میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ اس کے ذہن میں سوال اُبھرتے ہیں کہ میں کیوں ٹھیک نہیں ہو سکتا؟ اس مایوسی کو وہ معمولی تکلیف میں بھی محسوس کرتا ہے اور ڈاکٹر ڈاکٹر گھومتا ہے تاکہ اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔ جب وہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی ڈاکٹر اس کی مدد نہیں کر سکتا' تب اس کی مایوسی صحت مند نہ ہونے کی مایوسی میں بدل جاتی ہے۔ آرسینکم البم میں بھی صحت سے متعلقہ مایوسی پائی جاتی ہے مگر اُس میں یہ مایوسی موت کے خوف کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن ایلومینا کی مایوسی بڑی گہری (شدید) اور حقیقی ہوتی ہے۔ اس دوا کا مریض حقیقتاً بڑا بیمار ہوتا ہے۔ اس کی ذہنی کیفیت اُلجھن کا شکار ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پہچان کھو رہا ہوتا ہے۔ یہ تمام علامات شیزوفرینیا کی ابتدائی علامات ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کے لئے اہم ہے کہ کند ذہنی سے بڑھ کر ذہنی اُلجھن میں چلے

جانا' اپنی شناخت کھو دینا اور صحت یاب ہونے سے مایوسی بہت آہستہ آہستہ وقوع پذیر ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اعصابی نظام بھی ابتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے عوامل ان لوگوں میں دیکھے جا سکتے ہیں جو جسمانی طور پر ٹوٹ چکے ہوں (چاہے عمر کی زیادتی سے یا بار بار آنے والی بیماریوں سے) یہ دوا عام طور پر بڑھاپے کے مریضوں میں تجویز کی جاتی ہے۔

آگے چل کر ہم جذباتی کیفیات کو جانچتے ہیں۔ ایلومینا کے مریضوں میں اندرونی طور پر جلد بازی پائی جاتی ہے۔ اگر چہ کینٹ نے اپنے میٹریا میڈیکا میں اس علامت پر زور دیا ہے تاہم اس کی ریپرٹری میں اسے عام علامت کے طور پر دیا گیا ہے تو اس سے ذہن میں سوال اُبھرتا ہے کہ کینٹ کا ایسا کرنے سے کیا مطلب تھا؟ اُس کی اس سے شاید یہ مراد تھی کہ مریض میں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنا کام مناسب تیزی سے نہیں کر سکتا۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے کام کرنے میں اتنی آہستگی ہے کہ دنیا کے تمام رونما ہونے والے عوامل بہت آہستگی سے عمل پذیر ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ اس علامت کی بنیاد ہے کہ مریض کو وقت بہت آہستگی سے گزرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اگر چہ بیرونی مشاہدہ کرنے والا ایلومینا کے مریض کو بہت آہستہ آہستہ کام کرتا پائے گا۔ تاہم مریض خود اپنے اندر محسوس کرے گا کہ وہ کام تو مناسب رفتار سے کر رہا ہے مگر وقت ہی آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔ اسے آدھا گھنٹہ بھی پورے دن پر محیط نظر آئے گا۔

جیسے جیسے جذباتی پتھالوجی بڑھتی ہے' جلد بازی کا احساس اسے ان تخیلات میں گم کر دیتا ہے کہ وہ کوئی کام بھی مناسب (ٹھیک) وقت پر کرنے کے اہل نہیں ہے۔ مریض اپنی سی کوشش تو کرے گا کہ کام وقت پر ہو جائے مگر اس کی حرکات اتنی آہستہ ہوں گی کہ وہ حقیقتاً وقت پر کام نہ کر پائے گا۔ یہی بات اسے مندرجہ بالا تخیل میں مبتلا کر دے گی۔ اس کیفیت کی آخری سطح پر وہ تخیلاتی خوف میں مبتلا ہو جائے گا کہ کوئی بُرا کام ہونے والا ہے (جیسا کہ کوئی حادثہ یا بدقسمتی کا کوئی کام)۔ یہ تخیلاتی عوامل آخرکار مریض میں اُداسی (ڈپریشن) پیدا کر دیں گے جس سے اس کے ذہن میں خودکشی کے جذبات اُبھرنے لگیں گے۔ اس کی خودکشی کا زیادہ تر تعلق چاقو اور خون سے ہوتا ہے۔ چاقو یا خون دیکھ کر اس کے دماغ میں خودکشی کی سوچ اُبھرتی ہے۔ آرسینکم البمٔ پلاٹینا اور مرکری میں بھی اسی طرح کی علامت پائی جاتی ہے لیکن ان میں اور ایلومینا کی علامت میں فرق یہ ہے کہ ان

ادویات کا مریض چاقو سے دوسروں کو مارنا چاہتا ہے جبکہ ایلومینا کا خود کو۔

ایلومینا کے مریض کی اُداسی (ڈپریشن) کو بیان کرنے کے لئے مناسب لفظ Gloominess دھند ہلکا پن ہے۔ اُسے کوئی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ وہ ڈاکٹر سے شکایت کرتا ہے مگر نامناسب (بھدے) طریقے سے۔ وہ دوا تجویز کرنے والے سے زیادہ سروکار نہیں رکھتا بلکہ اسے تو صرف اپنی علامات ریکارڈ کرانا ہوتی ہیں وہ بھی بے ڈھنگے پن سے۔ یوں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی حالت سے مستعفی ہونا چاہتا ہے۔ ایسا بہت سے مریضوں میں تواتر سے دیکھا گیا ہے کہ مریض اپنی حالت سے جان چھڑا رہے ہوتے ہیں۔ یہ مستعفی ہونے کی کیفیت ان کا نکما پن اور ذہنی سستی (آہستگی) مل کر یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ صرف ''جذباتی کیفیت سے گزر رہا ہے۔'' مریض کے تھوڑے سے مشاہدے سے ہی آپ اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ ''جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ آخرکار وہ وہاں کیوں آیا ہے؟'' لیکن آپ کی طرف سے معاونت ملنے پر وہ تھوڑا کھلے گا اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے لگے گا۔ جسمانی اعمال میں پہلے آپ کو کارکردگی میں آہستگی نظر آئے گی پھر یہ بڑھ کر پٹھوں کی کمزوری میں بدلے گی۔ آخرکار یہ کیفیت ایک قسم کے فالج یا فالجی کیفیت میں ترقی پذیر ہوگی۔

ایلومینا میں کمزوری ظاہری طور پر نظر آئے گی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مریض اپنے متعلق پوری تندہی سے وضاحت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اسے مناسب الفاظ نہیں ملتے۔ وہ اپنے منصوبے پر کام کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے مگر اس پر عمل درآمد دیر سے کرتا ہے۔ ایلومینا کی مخصوص قبض ایک بنیادی مثال ہے اس کے متعلق کینٹ کہتا ہے کہ ''نرم پاخانہ خارج کرنے کے لئے بھی اتنا زور لگانا پڑتا ہے کہ آپ بعض اوقات تو اس کے متعلق یہ کہتے پائیں گے کہ جب وہ پاخانہ کرنے کی جگہ پر بیٹھتا ہے تو اسے رفع حاجت کے لئے بہت دیر انتظار کرنا پڑتا ہے اگرچہ مقعد پاخانے سے بھری ہوتی ہے اور وہ کئی دن سے پاخانہ نہیں کر پایا ہوتا۔ (یعنی اسے پاخانے کی حاجت نہیں ہوئی ہوتی۔) اب اسے پاخانے کی حاجت بھی ہوتی ہے اور مبرز پاخانے سے بھی پُر ہوتی ہے پھر بھی اسے بہت دیر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ آخرکار اسے پیٹ کے پٹھوں پر زور دے کر پاخانہ خارج کرنا پڑتا ہے جبکہ اس سلسلے میں مبرز کا ردعمل بہت کم ہوتا ہے۔ اُس کو مسلسل زور لگانا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پسینے میں شرابور ہو جاتا ہے۔ اگر اس جگہ کوئی پکڑنے والی چیز ہو تو وہ اسے

پکڑ کر زور لگاتا ہے جیسا کہ مزدور مزدوری کر رہا ہو۔ تب جا کر وہ کچھ نرم پاخانے کو خارج کر پاتا ہے جبکہ یہ احساس باقی ہوتا ہے کہ پاخانے کا زیادہ حصہ ابھی خارج نہیں ہوا۔ اسی طرح کا معاملہ آپ کو مثانے کے ساتھ دکھائی دے گا۔ پیشاب کرنے کے لئے مریض کو پیشاب شروع کرنے میں دیر لگے گی۔ غذا کی نالی میں بھی یہ احساس ہوگا کہ غذا اس کے ساتھ چمٹ گئی ہے اور وہ نیچے نہیں جا رہی ہے۔ فالجی کیفیت جو کہ ایلومینا کے ساتھ مخصوص ہے، زیادہ تر ٹانگوں تک محدود ہوتی ہے۔ اپنی شخصیت کے ضائع ہونے کا خوف بھی مریض کو جگہ پر محسوس ہوتا ہے۔ ٹانگیں اور بازو پوری کوشش کے باوجود اپنے کنٹرول میں نہیں رہتے۔ پس ہم ایسے مریضوں کو Locomotor Atexia جو کہ ایک فالجی سی کیفیت ہوتی ہے، میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مریض میں ٹانگوں، مثانے اور مقعد کی بے حسی (ان جگہوں کا مریض کے قابو میں نہ ہونا) پائی جاتی ہے۔

مریض میں کمزوری آنے سے پہلے اس کے اعضاء میں سُن ہونے کا احساس اُبھرتا ہے خاص طور پر مریض کے پاؤں کے تلووں میں سُن ہونے کا احساس پایا جاتا ہے۔ یہ حرکی اعصاب کے دیر سے احساسات (Impulses) دینے کی علامت ہے۔ کاکولس کے مریض کی طرح ایلومینا کے مریض کے جسم میں سوئی چبھوئی جائے تو اس کا ردعمل بڑی دیر سے محسوس ہوتا ہے۔

ایلومینا کے چکر بھی ایک خاص قسم کے ہوتے ہیں جو کہ بارہا (نیورالجک) مریضوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان چکروں کی خاص علامت یہ ہے کہ مریض جب بھی آنکھیں بند کرتا ہے تو اسے چکر محسوس ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ آنکھیں بند کر کے مریض کھڑا ہو تو مریض محسوس کرتا ہے کہ وہ نیچے گر جائے گا۔ یقیناً چکروں کی یہ کیفیت بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ جسم کا اعصابی نظام دماغ کو درست معلومات پہنچانے میں بہت دیر لگاتا ہے جس کی وجہ سے مریض اپنا توازن قائم نہیں رکھ پاتا۔

اس طریقے سے ایلومینا کے ہر سسٹم کو پڑھنا قابل عمل ہے لہٰذا ہمیں اُن علامات پر بھروسہ کرنا پڑے گا جو کہ ادویات کی پروونگ میں ملی ہیں۔ جب ایک مرتبہ مریض میں ضروری طریقہ کار مل جائے تو باقی چیزیں خود بخود اپنی جگہ بنا لیتی ہیں۔ مثال کے طور پر ہمیں جنسی تکالیف کے لئے کون سی علامات چاہئیں۔ ایلومینا میں کمزوری اور کنٹرول کی کمی پائی جاتی ہے۔ پس جنسی علامات میں ہمیں بے رغبتی ملے گی اور مردوں میں جنسی خواہش

کے باوجود یا تو بالکل ایستادگی نہ ہوگی یا پھر ایستادگیاں نامکمل ہوں گی اور عضو تناسل بالکل ڈھیلا ہوگا۔

ایلومینا بار بار ہونے والے نزلہ و زکام کی بھی بڑی دوا ہے۔ ہم اس کی اس طرح وضاحت کر سکتے ہیں کہ بلاشبہ یہ میوکس میمبرین کو جانے والے اعصاب کی فالجی کیفیت ہے۔ جو خون کی غیر مناسب گردش یا خون کی گردش کے سست ردعمل کے ساتھ جھلیوں کی خشکی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چونکہ وہ نظام جو کہ نزلہ کے خلاف حفاظت کرتا ہے' نزلہ کے لئے سمجھوتہ کر لیتا ہے۔ لہٰذا مریض میں نزلہ میں مبتلا ہونے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ ردعمل کی کمزوری ہی باقی نزلہ کی ادویات کی بھی بنیاد ہے۔ (ان ادویات میں ٹیوبرکولینم' سلفر' گریفائیٹس' سلیشیا اور مرکری شامل ہیں۔)

اس دوا کی بعض دوسری اہم مخصوص علامات میں نظر کا مدہم ہو جانا بھی شاید آنکھوں کے پٹھوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جلد بہت زیادہ خشک ہوتی ہے۔ جلد پر بغیر کسی اُبھاروں کے خارش ہوتی ہے۔ اگر جلد پر دانے بنیں تو اُن پر خشک کھرنڈ بنتے ہیں۔ ناک میں خشک کھرنڈ بنتے ہیں اور گلے میں سے دانے دار خشک چھلکے نکلتے ہیں۔ ایلومینا کے مریضوں میں تمام جھلیوں میں سے نزلاوی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے۔ ان جھلیوں میں ناک' پیشاب کی نالی' فرج کی جھلیاں شامل ہیں جن سے آسانی سے رطوبات خارج ہوتی ہیں اور پھر یہ تکالیف بار بار لوٹ کر آنے لگتی ہیں۔ اس دوا میں دائیں طرف کا فالج بھی پایا جاتا ہے۔

ایلومینا کی علامات میں اضافے کا خاص مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ صبح تکلیف زیادہ ہوتی ہے' بعد میں وہ آہستہ آہستہ بہتر ہوتی جاتی ہے اور تمام دن کم رہتی ہے۔ تاہم اس کی علامات میں کمی کا وقت شام ہے۔ جب سورج ڈھلنے لگتا ہے یا غروب ہو جاتا ہے۔ (میڈورینم' لائیکوپوڈیم) ایلومینا کی ایک اور نمایاں علامت تکالیف کا آلو کھانے سے بڑھنا ہے۔ اسی طرح دوسری کیمیاتی اغذیات کا' شراب کا' سرخ مرچ اور نمک کا برداشت نہ ہونا پایا جا سکتا ہے۔

سست روی کا فالج کی طرف ترقی پذیر ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایلومینا کا ردعمل بھی اتنا ہی سست ہوگا۔ پس جب یہ دوا دی جائے تو اس کے ردعمل کے لئے بھی ہمیں دیر تک انتظار کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ دوا دیر سے اثر کرتی ہے۔ یہ بات اس وقت تو خاص کر سچ ہو

جاتی ہے جب جسم کے اعضاء میں تبدیلیاں آ چکی ہوں۔ یہ بیماریوں کو ٹھیک کرنے میں بھی اسی طرح زیادہ وقت لیتی ہے جس طرح یہ جسم میں بیماریاں پیدا کرنے میں بہت دیر لگاتی ہے۔

ڈاکٹر ایس ایم طور ڈی ایچ ایم ایس

5— ارجنٹم نائٹریکم

ارجنٹم نائٹریکم کا مرکزی تصور یہ ہے کہ اس کا مریض ایسا شخص ہوتا ہے جو کہ دماغی طور پر کمزور ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب اسے کسی مقابلے کا سامنا ہو۔ مریض میں ذہنی کمزوری کے ساتھ ساتھ جذباتی برانگیختگی' اضطرابی کیفیت اور جلد بازی پائی جاتی ہے۔ اس کی ذہنی استعداد کمزور ہوتی ہے جبکہ اس کے احساسات بہت تیز ہوتے ہیں۔ ان دونوں کیفیات کا امتزاج ایک ایسے شخص کو جنم دیتا ہے جو ہر اُس خیال پر عمل درآمد کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جسے اس کا دماغ قبول کرے (یا مناسب سمجھے) قطع نظر اس کے کہ وہ کام کتنا ہی مضحکہ خیز ہو۔

اس کی مثال کے لئے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مریض بالکونی میں بیٹھا ہو۔ اس کے دماغ میں اچانک خیال اُبھرے کہ ''اگر میں نیچے گر جاؤں تو کیسا رہے'' یہ خیال اُس کے ذہن سے چمٹ جاتا ہے اور خیالوں ہی خیالوں میں وہ زمین پر گرنے کا تمام منظر تیار کرتا ہے اور اپنے آپ کو زمین پر کچلا ہوا خون میں لتھڑا ہوا دیکھتا ہے۔ وہ اپنے خیالوں میں اتنا ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ وہ اس پر عمل کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ ایسا کرنے سے وہ کیسا لگے گا۔ یہاں تک کہ وہ چھت کی بالکونی کے چھجے تک پہنچ جاتا ہے لیکن اُسی لمحے اس کے اوسان بحال ہو جاتے ہیں اور اس کا دماغ خوف سے بھر جاتا ہے۔ خوف کے خیال سے وہ اندر چلا جاتا ہے اور اس خیال سے کہ کہیں کھڑکی سے کود نہ جائے وہ کھڑکیاں بھی بند کر لیتا ہے۔

اسی طرح کی جذباتی کمزوری و برانگیختگی کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک شخص گلی کی سڑک کی پٹڑی پر کام کر رہا ہے وہ خود کو کسی خاص طریقے سے کام کرنے پر مجبور پاتا ہے اور سڑک چوکور جگہیں بنی ہوئی ہیں تو وہ ہر دوسری چوکور چیز پر ہی کام کرنا پسند کرے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ چوکور کے ہر حصے کو بھی وہ چوکور طریقے سے ہی بنائے۔

ایک دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص ایک گلی میں سے گزر کر گلی کی نکڑ سے مڑنا چاہتا ہے کہ اچانک اسے خیال آ جاتا ہے کہ جیسے ہی وہ اس نکڑ سے گزرے گا ایک بھاری چیز اس پر آن گرے گی۔ یہ خیال اتنا پُرزور ہوگا کہ وہ جاتے جاتے فوراً کسی دوسری نکڑ کی طرف مڑ جاتا ہے۔

میں ابھی ایک اور خیال کی تصویر پیش کرتا ہوں۔ ایک عورت گلی سے گزرتے ہوئے ایک کار کو محفوظ فاصلے سے دیکھتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ کار اُس سے نہیں ٹکرائی اور اس کے سامنے سے بغیر کسی حادثے (واقعے) کے گزر گئی ہے لیکن جب وہ اُس جگہ سے گزرتی ہے جہاں سے کار گزری تھی تو تمام خیالی منظر اس کی آنکھوں کے آگے سے گزرنے لگتا ہے کہ اگر وہ اُس وقت وہاں ہوتی جب کار گزری تھی تب کیا ہوتا؟ کار سے کچلے جانے کا خیال جھٹکتا ہے تو وہ اپنے حواس میں واپس آ جاتی ہے۔

ارجنٹم نائٹریکم کا مریض بعض اوقات ایسے غیر فطری خیالات کے زیر اثر ہوتا ہے جو اسے وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن جسم کی جنبش اُس لمحے کے ساتھ مل جاتی ہے جب مریض خیالات سے باہر آ جاتا ہے۔

اس دوا کی مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ ایک آدمی کھڑکی میں سے دیکھ رہا ہے کہ ایک لڑکا گلی میں کھیل رہا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک کار محفوظ طریقے سے بچے کے پاس سے گزرتی ہے۔ پھر وہ سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ کیا ہوتا اگر بچہ اُس جگہ کھیل رہا ہوتا جہاں سے کار گزری تھی تب اس کے دماغ میں ایک خوفناک منظر جنم لیتا ہے جو اُسے وہاں سے ہٹا کر سیڑھیوں کی طرف لے آتا ہے۔ وہ گلی میں جانے کے لئے سیڑھیاں بھی اُترنے لگتا ہے جیسے ہی وہ سیڑھیوں سے نیچے آ رہا ہوتا ہے اُسے خیال آتا ہے کہ وہ پھسل کر گرنے لگا ہے۔ وہ ان خیالوں میں اتنا گم ہوتا ہے کہ اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ ایسا ہی ہوگا جو وہ سوچ رہا ہے۔ اسی لمحے وہ تھوڑی سی غیر معمولی حرکت کرتا ہے (شاید ایک جھٹکا لیتا ہے) اور یہ خیالات اسے چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسا مریض اتنا باشعور ضرور ہوتا ہے کہ اسے احساس ہو سکے کہ وہ بار بار ایسے فضول خیالات کے زیر اثر آ جاتا ہے لیکن وہ اتنا بے بس ہو جاتا ہے کہ وہ ان سے بچ نہیں سکتا یا ایسے خیالات کو دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتا۔

اس دوا میں بلند جگہوں کا خوف یا بلند عمارتوں کا خوف بھی پایا جاتا ہے۔ ان

دونوں خوفوں کے پیچھے ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ یا تو وہ بلندی سے گر جائے گا یا پھر بلند و بالا عمارتیں اس پر آ گریں گی۔

اس دوا کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک لڑکا اپنے ڈیسک پر بیٹھا ہے اور پڑھائی سے تھک چکا ہے۔ اتنے میں اس کی توجہ اِدھر اُدھر گھومنے لگتی ہے۔ وہ اپنی توجہ بجلی کے ایک ساکٹ کی طرف کر لیتا ہے اور حیران ہو جاتا ہے اس کی حیرانی کی وجہ یہ ہے کہ اسے خیال آتا ہے کہ اگر بجلی کے اُس ساکٹ میں ایک تار گھسیڑ دی جائے تب کیا ہو گا؟ وہ اُٹھتا ہے اور تار تلاش کرتا ہے اور ساکٹ کی طرف حرکت کرنے لگتا ہے۔ تار لگانے سے ذرا پہلے وہ ایک جھٹکے سے اپنے حواس میں آ جاتا ہے۔

دوسری طرف ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک مریض اپنی بیماری کے دوران پُر یقین ہو جاتا ہے کہ تین گھنٹے کے بعد جیسے ہی کلاک تین گھنٹے ختم ہونے کا الارم بجائے گا' اُس کی موت واقع ہو جائے گی۔ وہ پریشانی کی حالت میں ٹکٹکی باندھے کلاک کی طرف دیکھتا ہے۔

کینٹ اپنی ریپرٹری میں اس علامت "Predict the Time of Death" (مریض اپنی موت کے وقت کی پیشین گوئی کرتا ہے) کے ضمن میں مندرجہ ذیل ادویات کی فہرست دیتا ہے:

ایکونائٹ' ارجنٹم نائٹریکم اور ایگنس کاسٹس۔ان سب ادویات میں موت کے وقت کی پیشین گوئی کے پیچھے مختلف عوامل (تخیل) کارفرما ہوتے ہیں۔

ایکونائٹ میں مریض موت کے وقت سے مغلوب ہو کر یہ پیشین گوئی کرتا ہے۔
ارجنٹم نائٹریکم میں اس کی وجہ خاص تصور یا تخیل ہے کہ وہ خاص وقت پر مر جائے گا یا مرنے جا رہا ہے۔

ارجنٹم نائٹریکم کے مریض کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ ذہنی طور پر کمزور ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے آسانی سے بیوقوف بن سکتا ہے یا بے وقوفوں جیسی حرکات کر سکتا ہے۔ کسی سماجی اکٹھ میں خوف اور تشویش اُس پر حاوی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے یا تو اُسے بار بار پیشاب کی حاجت ہونے لگتی ہے یا پھر اُسے اسہال آنے لگتے ہیں۔ یہ کمزور ترین قوت ارادی کی حالت ہوتی ہے۔ ایسے مریض کو لوگوں میں جا کر تقریر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔
اس سلسلے میں سب سے اہم علامت خوف کے ساتھ ساتھ اُن کی مستقل تخیلاتی طبیعت

ہوتی ہے۔

ریپرٹری کی علامت Superstitious کے ضمن کی فہرست میں کونیم اور زنکم دی گئی ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ ارجنٹم نائٹریکم، رسٹاکس اور سٹرامونیم کا بھی اضافہ کر لینا چاہیے۔

اس دوا کے مریضوں کی ذہنی کمزوری ان کے تمام جسم میں عمر کے لحاظ سے دکھائی دیتی ہے۔ ذہنی حالت ایسی ہی دکھائی دیتی ہے جیسی کہ ہم (Senile) پاگل پن کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ اُن کے چہرے جھری دار اور سکڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور مریض اپنی عمر سے زیادہ بڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ بڑھاپا کلکیر یا کارب کی طرح نہیں ہوتا جس میں مریض کے چہرے پر تیوڑیاں، چوکور خانے (ڈبے) سے بنے ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کا بڑھاپا لائیکوپوڈیم کی طرح صرف جسم کے اوپر والے آدھے حصے میں ہوتا ہے۔ ارجنٹم نائٹریکم میں ان سے کہیں بڑھ کر بڑھاپا دکھائی دیتا ہے (سکیل کار، امبرا گریشیا)۔ اس دوا کے مریض جذباتی کیفیت کی وجہ سے جلد ہی بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں۔ اُن کے جذبات بہت شدید ہوتے ہیں۔ خواہ وہ جلدبازی کی کیفیت ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ مریض نے ناراضگی کا اظہار کرنا ہو یا محبت کا وہ بہت جلد بازی سے کرتا ہے۔ جلد بازی کے لحاظ سے ارجنٹم نائٹریکم ایک رہنما دوا ہے۔ یہ دلچسپ بات نوٹ کر لینے کی ہے۔ جیسے جیسے اعصابی نظام کمزور ہوتا ہے مریض کی ذہنی کارکردگی بھی کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اُس کے جسم میں شدید دھڑکن کا احساس ہوتا ہے خصوصاً جب وہ دائیں کروٹ لیتا ہے۔

ایسے لوگ جسم سے حرارت خارج ہوتے بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں کی تکالیف بھی حرارت سے بڑھتی ہیں۔ اسی لئے اس دوا کے مریض تازہ ہوا میں رہنے اور ٹھنڈے پانی سے نہانے کو پسند کرتے ہیں۔

اگر اس دوا کے نظام انہضام کو دیکھا جائے تو مریض میں چینی کے لئے اور خصوصاً میٹھی اشیاء کے لئے بہت زیادہ پسندیدگی پائی جاتی ہے لیکن چینی اُس کے نظام انہضام کو خراب بھی کر سکتی ہے جو کہ وجہ سے مریض کو اسہال آنے کا سبب بنتی ہے۔ اس کے علاوہ مریض میں نمک اور نمکین اشیاء کی احتیاج کے ساتھ ساتھ پنیر کی احتیاج بھی زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس دوا کے مریض آسانی سے اپھارے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اُن

میں ریاح کا اخراج اور ڈکار زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ڈکار مسلسل اور بلند بانگ توپ کے گولے کی آواز جیسے ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب ہم کسی ایسے مریض کو دیکھیں جس میں چینی اور نمک دونوں کھانے کی شدید رغبت ہو اور اس کی تکالیف حرارت سے' گرمی سے بڑھیں اور سردی سے کم ہوں تب اُس کی دوا ارجنٹم نائٹریکم ہی ہو گی اور اگر مندرجہ بالا علامات کے ساتھ ساتھ میٹھا یا چینی کھانے سے تکالیف بڑھتی ہوں تو پھر مریض کے لئے اس دوا کے تجویز کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ ذہنی کمزوری کی مخصوص علامات مریض کی جنسی کیفیات کے ضمن میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں مریض جذباتی کیفیت کے ساتھ مکمل جنسی خیالات اور احساسات رکھتا ہے لیکن جیسے ہی جنسی عمل کرنے لگتا ہے' وہ تشویش سے مغلوب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اعضائے تناسل کی ایستادگی ختم ہو جاتی ہے اور وہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کوئی فضول خیال اُس کے دماغ میں آ دھمکتا ہے جس سے وہ باہر نکل نہیں سکتا۔ اکثر یہ خیال خوف سے بھرپور ہوتے ہیں جو کہ اُس کے جنسی عمل کرنے میں آڑے آ جاتے ہیں اور اُسے جنسی عمل (جماع) کرنے کے قابل نہیں چھوڑتے۔

ارجنٹم نائٹریکم میں Cornea اور Conjunctive میں زخم پائے جاتے ہیں۔ زخم ہونے سے پہلے اُس متعلقہ حصے میں سرخی آ جاتی ہے۔ سوئیاں چبھنے کے سے کھردرے درد بھی اس کی خاص علامت ہے۔ یہ درد نہ صرف آنکھ بلکہ گلے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ پچر ٹھکنے کے احساس جیسے درد ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نائٹرک ایسڈ اور ہیپر سلف میں دیکھتے ہیں۔

6— آرسینکم البم

یہ ایک مستند دوائی ہے۔ ابتدائی طور پر اسے ہانیمن اعظم نے خود آزمایا تھا۔ تب سے اب تک یہ دوا ہر میٹریا میڈیکا میں تفصیل سے بیان کی جاتی رہی ہے۔ کینٹ میٹریا میڈیکا میں اس کی مستند علامات شدید امراض کی بھی اور مزمن امراض کی بھی بہت اچھے طریقے سے اور اہم رہنما علامات کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ ان علامات میں جو سب

سے زیادہ نمایاں ہیں' اُن میں تشویش' بے سکونی' تکالیف کا سردی سے بڑھنا' صبح 1 بجے سے 2 بجے اور دوپہر 1 بجے سے 2 بجے کے درمیان تکالیف کا بڑھنا۔ پیاس کے ساتھ گھونٹ گھونٹ پانی پینا۔ تکالیف کا مقررہ وقت پر اعادہ کرنا۔ چند علامات کا ایک دوسرے کے ساتھ اَدل بدل کر آنا۔ جسم پر زخموں کا بننا اور دردوں کا جلندار ہونا شامل ہے تاہم ان علامات کے باوجود جب تک ضروری محرکات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوا کی مختلف سطحوں پر ترقی پذیر ہونے کے عوامل کو سمجھ کر دوسری مماثل ادویات سے تفریق نہ کر لی جائے' دوا دینا مناسب نہ ہوگا۔

آرسینکم البم کی پیتھالوجی کے وقوع پذیر ہونے کے پیچھے اہم بات عدم تحفظ ہے۔ اسی عدم تحفظ کی وجہ سے آرسینک البم کی رہنما علامات پیدا ہوتی ہیں۔ یہ عدم تحفظ صرف معاشرتی محرک نہیں ہے بلکہ یہ اس کائنات میں رہتے ہوئے اپنا تحفظ نہ کر سکنے کا احساس ہے۔ یہ عدم تحفظ کا احساس اس دوا کے مریض میں بیماری کی بہت پہلی سٹیج میں ہی آ جاتا ہے۔

اس دوا کا یہی عدم تحفظ کا احساس اُسے دوسرے لوگوں پر انحصار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کینٹ ریپرٹری میں آرسینکم البم "محفل میں بیٹھنا" (Desire for Company) پسند کرے گا' علامت کے تحت لکھی گئی ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ آرسینکم البم میں یہ علامت Desire for Company سے بڑھ کر ہے۔ غور کیا جائے تو مریض حقیقتاً اس بات کا ضرورت مند ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اُس کے پاس ہو۔ اس دوا کا مریض اپنے گرد لوگوں کو اس لئے موجود رکھنا چاہتا ہے تاکہ اُسے اپنی صحت کے متعلقہ عدم تحفظ سے چھٹکارا ملا رہے اور وہ نہ ختم ہونے والے تنہائی کے خوف سے نجات حاصل کئے رکھے۔ اس دوا میں دوسرے لوگوں کی ضرورت مریض کو اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ اُن سے باتیں اور تبادلہ خیال کر سکے (جیسا کہ فاسفورس میں ہوتا ہے) بلکہ وہ دوسرے لوگوں کو اپنے پاس اس لئے رکھتا ہے تاکہ اُسے یقین رہے کہ کوئی دوسرا اُس کی مدد کے لئے موجود ہے۔

اس دوا کا مریض کچھ لو کچھ دو کے محرکات کی بنا پر تعلقات بناتا ہے۔ اس لئے اس دوا کا مریض صرف اُسی صورت میں دوسرے کی کچھ مدد کرے گا جب اُسے اپنا بہت زیادہ فائدہ نظر آ رہا ہوگا۔ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ آرسینک البم خودغرض دوا ہے۔

مریض اپنے نظریئے کے مطابق خود بخود دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کا اندازہ لگاتا ہے جب کوئی واقعہ کسی دوسرے سے پیش آتا ہے تو اس دوا کا مریض سب سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ اس واقعے کا اثر میری ذات پر کیا پڑے گا۔ مثال کے طور پر ایک کار کا حادثہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں فاسفورس کے مریض کا دل فوراً پسیج جائے گا اور وہ خود کو حادثہ پیش آنے والے شخص کی جگہ رکھ کر سوچے گا اور اُس کی مدد کرے گا لیکن آرسینک البم کا مریض صرف اپنے متعلق سوچے گا کہ اگر یہ واقعہ اُس کو پیش آجائے تو وہ اس حادثے سے کیسے بچ سکے گا۔ وہ دوسرے شخص کے لئے نہیں بلکہ اپنے تحفظ کے لئے سوچے گا۔ اس دوا کا مریض دوسروں کو اپنے زیر تسلط رکھنا چاہتا ہے۔

آرسینک کے مریض کی یہ خوبی آگے جا کر چیزوں کے حصول کے ساتھ ساتھ لوگوں کو زیر تسلط رکھنے تک چلی جاتی ہے۔ اس دوا کا مریض بہت کنجوس اور لالچی ہوتا ہے۔ وہ دولت اور چیزیں اکٹھی کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ ہر کام کے لئے سوچے گا اور حساب کرے گا کہ اِس سے اُسے کیا فائدہ ملے گا۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی رقم اور ملکیت میں سے سخاوت کرے لیکن ایسا کرنے پر بھی اُسے اُس میں کسی مفاد کی آس ہو گی اور اگر اس کے بدلے میں اُسے فائدہ حاصل نہ ہوگا تو وہ بہت پریشان ہو جائے گا۔ یہی ملکیت کا جذبہ اُس میں ہر چیز جمع کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے اسی لئے اگر کسی چیز کے کسی بھی وقت کارآمد ہونے کا اسے اندازہ ہو تو وہ چیز سنبھال کر رکھ لیتا ہے خواہ سنبھال کر رکھتے وقت وہ چیز کتنی ہی غیر اہم کیوں نہ ہو۔ وہ اُس چیز کو احتیاط کے ساتھ کسی ایسی جگہ جمع کرے گا جہاں سے وہ بعد میں آسانی سے حاصل کر سکے۔

اس کے بعد ہم اس دوا کی جانی پہچانی علامت نفاست پسندی کی طرف آتے ہیں۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہومیوپیتھی میں ہم دوا کو مثبت خاصیتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ منفی خاصیتوں کی وجہ سے اور مرضیاتی تبدیلیوں کی صلاحیتوں کی وجہ سے منتخب کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی شخص عام زندگی میں صفائی پسند اور سلیقہ شعار ہوگا تو اُس کی اِس خاصیت کی وجہ سے ہم آرسینک کا انتخاب نہیں کریں گے بلکہ اگر اسے صفائی ستھرائی اور چیزوں کو بار بار ترتیب دینے کا خبط ہوگا تو اس علامت پر دوا تجویز کی جائے گی کیونکہ اس صورت میں مریض بلاوجہ اپنی طاقت فضول کی صفائی اور چیزوں کو بار بار درست کرنے میں صرف کرتا ہے دراصل یہی آرسینک کی نفاست پسندی ہے۔ دوسری

طرف یہ اپنے عدم تحفظ کے خیال کو معدوم کرنے کے لئے کوشش ہوتی ہے۔ اس دوا میں یہ علامت تشویش اور عدم تحفظ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ نکس وامیکا میں نفاست پسندی کام کو زیادہ بہتر طریقے سے کرنے اور کارکردگی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے جذبے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نیٹرم میور کی نفاست پسندی بھی اس سے ملتی جلتی ہے مگر اس کا زیادہ تعلق ٹائم ٹیبل کے ساتھ ہے۔

ادویات کا مطالعہ کرتے وقت یہ بہت زیادہ اہم ہے کہ ہم پیتھالوجی میں ترقی پذیر ہونے کے پہلوؤں پر غور کریں کہ یہ کیسے کیسے مدارج سے گزر کر رونما ہوئی ہے ورنہ اگر ہم دوا کی تجویز اس کی موجودہ سطح کو دیکھ کر کریں گے تو ہم اصل دوا کے انتخاب سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے کیونکہ ہم ایسی علامات کو دیکھ رہے ہوں گے جو کہ کسی دوسری سطح کی خصوصیت کو ظاہر کر رہی ہو گی۔ پیتھالوجی میں تبدیلی کے مدارج کو سمجھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ ہم دوا کی ضرورت کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں اور اس کی اِس سے ملتی جلتی ادویات سے تفریق کر سکیں۔

اس دوا کی ابتدائی درجے میں ہمیں جسمانی علامات زیادہ ملیں گی جبکہ ذہنی علامات کم ہوں گی۔ خاص طور پر جسمانی علامتیں جیسا کہ جلندار درد، کپکپی (سردی) سے علامات کا بڑھنا۔ سردی کی تکلیف کا تیزی سے وقفوں کے بعد لوٹنا۔ گھونٹ، گھونٹ پانی کی پیاس اور مخصوص اوقات میں کمی بیشی بنیادی علامات ہوں گی جو ہمیں بہت شروع میں ملیں گی اور انہی علامات کو مدنظر رکھ کر ہم اپنا کام کر سکیں گے لیکن مزید سوالات کرنے پر ہم مریض کی نفاست پسندی، کنجوسی اور کسی مخصوص درجے تک عدم تحفظ کے متعلق علامات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس درجے میں اگر تو تکالیف کا تعلق زیادہ تر جسمانی کارکردگی سے ہو گا اور جسم میں زیادہ خرابی پیدا نہ ہوئی ہو گی تو پھر آرسینک کو نکس وامیکا سے علیحدہ کرنا بڑا مشکل ہو گا۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کو مریض کے نفسیاتی رجحانات کو دیکھنا ہو گا۔ آرسینک کا مریض عدم تحفظ کا شکار ہو گا اور اس خوف سے بچنے کے لئے لوگوں کے قرب کا خواہاں ہو گا جبکہ نکس وامیکا مریض زیادہ تر خود پر انحصار کرنے والا اور جلد باز ہو گا۔

جیسے جیسے بیماری (تکلیف) جسم میں گہری اُترتی جائے گی، آرسینک کا مریض زیادہ پُرتشویش ہوتا جائے گا۔ اُس کی یہ تشویش خصوصاً اُس کی صحت کے متعلقہ ہو گی

کیونکہ اُسے خوف ہو گا کہ کہیں وہ مر نہ جائے۔ شروع میں یہ تشویش زیادہ تر صبح جاگنے پر دیکھنے میں آئے گی۔ پھر آہستہ آہستہ یہ دن رات محسوس ہونے لگے گی۔ بیماری کے اس درجہ میں مریض میں اکیلے رہنے سے خوف نمایاں نظر آنے لگے گا۔ کیونکہ وہ کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ رکھنے کی مسلسل کوشش کرے گا۔ خصوصاً رات کو وہ اکیلا نہیں رہے گا بلکہ کسی نہ کسی کا ساتھ اُس کے لئے ضروری ہو گا۔ اس دوا کے خوف زیادہ تر تبھی بڑھیں گے جب مریض اکیلا ہو گا۔

اس دوا کی تشویش اندرونی طور پر اضطراب پیدا کر دے گی جو کہ خاص طور پر اس دوا میں پائی جانے والی بے سکونی کو جنم دے گا۔ یہ بے سکونی جسمانی عمل نہیں بلکہ یہ ذہنی ناآسودگی ہو گی۔ (جسم میں گہری اُتری ہوئی تشویش سے پیدا شدہ اضطراب)۔ ایسی صورت میں مریض ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک چارپائی سے دوسری چارپائی، ایک کرسی سے دوسری کرسی گھومے گا۔ وہ کئی لوگوں کے پاس یقین دہانی اور مدد کے حصول کے لئے جائے گا۔

ہومیوپیتھک ڈاکٹر کے لئے آرسینک اور فاسفورس میں امتیاز کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ دونوں میں اپنی صحت کے متعلق بہت زیادہ تشویش پائی جاتی ہے۔ فاسفورس کے مریض کا انداز التجا کرنے والا ہو گا جبکہ آرسینک کے مریض کا انداز مطالبے والا ہو گا۔ ڈاکٹر کو آرسینک کے مریض کے اُس انداز کو نوٹ کرنا چاہئے جس انداز سے وہ ڈاکٹر سے ثابت قدمی کے ساتھ بات کرتا ہے۔ ہومیوپیتھک میٹریا میڈیکا میں آرسینک اور نائٹرک ایسڈ جیسا تشویش سے نکلنے کا متمنی کوئی نہ ہو گا۔

آرسینک کی مخصوص تشویش کو دوسری ادویات کی تشویش سے علیحدہ کر کے دیکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ صحت کے متعلقہ تشویش اور دوسری ادویات میں بھی پائی جاتی ہے اگرچہ ریپرٹری میں ان ادویات کی فہرست کے ساتھ ان کی مناسب فوقیت بھی دی ہوتی ہے۔ تاہم یہ ادویات کو اُس مخصوص طریقے سے ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لئے ناکافی ہوتی ہے جس طریقے سے ایک دوا کو دوسری سے الگ کیا جانا ضروری ہے۔

اس لئے اگر کوئی یہ جانتا ہو کہ صحت کے متعلقہ تشویش کن ادویات میں ہیں اور وہ ادویات میں تفریق کرنے کے عمل کو نہ جانتا ہو تو ایسے شخص کے لئے مریض کو صحیح دوا تجویز کرنا بہت مشکل ہو گا۔ ایسی تفریق صرف ریپرٹرائزیشن کے عمل سے نہیں کی جا سکتی۔ اگر

ایسا کرنا ہوتو اس کے لئے معالج کے پاس میٹریا میڈیکا کا باریک بینی سے کیا ہوا تفصیلی مطالعہ اور علم ہونا چاہئے۔

آرسینک میں صحت کے متعلق تشویش کے پیچھے لاشعور میں بیٹھا ہوا موت کا خوف ہوتا ہے۔ مریض کی اپنی موت کا خیال اُس کے اندر نا قابل برداشت اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ اس دوا کا خوف محض جسم میں ہونے والی کمزوری اور صحت کی خرابی کا خوف نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے عدم تحفظ (مر جانے) کا خوف ہوتا ہے اس وجہ سے اس دوا کی بہت سی علامات بڑھ جاتی ہیں اور اپنی تمام حدود پھلانگ جاتی ہیں۔ بعض اوقات اس دوا کا مریض اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے کینسر ہے۔ پھر وہ ڈاکٹر ڈاکٹر گھومتا ہے تا کہ کوئی ڈاکٹر اُس کے اس خوف کی تصدیق کر دے۔ اگر چہ اس کے تمام ٹیسٹ نارمل ہوں تب بھی اس کی تسلی نہ ہو گی اور اُس کا اضطرابی خوف اور بے سکونی اسے مزید ڈاکٹروں کے پاس لے جاتے رہیں گے۔ اس میں کینسر کا خوف اس لئے پیدا ہو گا کیونکہ موجودہ دور میں یہ ایک نہ ٹھیک ہونے والی اور موت سے ہمکنار کرنے والی بیماری ہے۔ حقیقت میں یہ کینسر کے امکانات نہیں بلکہ موت کے خدشات ہیں جو اسے اتنا مضطرب کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اُسے آئندہ زندگی میں کینسر ہونے کا ڈر نہیں ہوتا بلکہ اُسے خوف ہوتا ہے کہ موجودہ وقت میں وہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہے۔

دوسری ادویات میں بھی صحت کے متعلقہ تشویش بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ لیکن یہ مختلف انداز میں پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کلکیر یا کارب میں بھی صحت کے متعلقہ تشویش پائی جاتی ہے لیکن اس کا زیادہ ارتکاز (توجہ) انفیکشن والی بیماریوں کی طرف ہوتا ہے یا پھر خصوصیت کے ساتھ پاگل پن کی طرف ہوتا ہے۔ کلکیر یا کارب میں پاگل پن کا خوف ہوتا ہے یا انفیکشن والی بیماریوں کا جن میں مر جانے کے امکانات بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ کلکیر یا کارب کا مریض موت کو استقلال اور سکون قلب کے ساتھ قبول کرتا ہے لیکن اس میں صحت یاب ہونے کے متعلق مایوسی پائی جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی یہ بیماری نا قابل علاج ہے مگر پھر بھی اُس میں موت کا خوف آرسینک کی طرح نہیں پایا جاتا۔

کالی کارب کے مریض کو تشویش ہوتی ہے کہ آئندہ زندگی میں اُسے کوئی خطرناک مرض لاحق ہو جائے گا۔ لیکن آرسینک کے مریض کو خوف ہوتا ہے کہ اُسے موت سے

ہمکنار کرنے والا مرض لاحق ہو چکا ہے (کینسر لاحق) ہو گیا ہے۔ کالی آرسینک کے مریض کو دل کے امراض کے متعلقہ تشویش ہوتی ہے لیکن مرنے کا خوف اتنا نہیں ہوتا جتنا آرسینک میں ہوتا ہے۔ کالی آرسینک کا مریض کہے گا ''اگر مجھے ضرور مر جانا ہے تو ٹھیک ہے'' لیکن جیسے ہی آپ اُس سے اُس کے دل کے متعلق باتیں کریں گے وہ تشویش کا اظہار کرنا شروع کر دے گا۔ فاسفورس کے مریض میں بھی صحت کے متعلقہ تشویش پائی جائے گی۔ لیکن ابتداء تب ہی ہو گی جب صحت کے متعلقہ سوال اُس پر اٹھایا جائے گا۔ فاسفورس کے بہت سے خوف اُس کے اپنے یا اُس کے رشتہ داروں کی صحت کے گرد گھومتے ہیں لیکن فاسفورس کی تشویش اتنی دل میں بس جانے والی نہیں ہوتی۔ فاسفورس کے مریض کو مشورے یا تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کسی سے سن لیتا ہے کہ فلاں شخص زخموں سے خون بہنے (خون بہنے والے زخموں) کی وجہ سے مر گیا ہے۔ تب وہ سوچے گا کہ شاید اُسے بھی یہ تکلیف ہو گئی ہے۔ لیکن وہ اپنی تشویش اپنے تک محدود نہیں رکھے گا۔ وہ جلد ہی کسی قریبی عزیز سے اس کا تذکرہ کر کے اپنے خیالات کا اور خوف کا اظہار کرے گا۔ یا پھر وہ فوراً ڈاکٹر کے پاس جائے گا جو اُسے یقین دہانی کرا دے گا کہ اُسے خون بہنے والا زخم نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اُس کی تشویش فوری ختم ہو جائے گی۔ اس دوا کی تشویش اُسی تیزی سے ختم ہو جاتی ہے جس تیزی سے دماغ میں سرائیت کرتی ہے۔ اس لئے مریض اپنی پہلی حالت پر دوبارہ آ جاتا ہے۔ مریض ڈاکٹر کے کمرے سے بڑا مطمئن نکلتا ہے اور خود سے یوں ہم کلام ہوتا ہے کہ ''میں بھی بڑا بے وقوف یا پاگل ہوں جو ایسی سوچوں پر پریشان ہو گیا۔''

اس کے برعکس آرسینک البم' کالی آرسینک اور نائٹرک ایسڈ کے مریض اتنی جلدی مطمئن نہیں ہوتے۔ اُن کی تشویش ناقابل تسلی ہوتی ہے۔ فاسفورس کے برعکس نائٹرک ایسڈ کے مریض میں ہمیشہ صحت کے متعلق تشویش پائی جاتی ہے۔ اس دوا کا مریض کسی رسالے میں آنکھوں کی جھلی کے ضعف کے متعلق مضمون پڑھتا ہے تو بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے: اوہ' اوہ جو تفصیل اس مضمون میں بیان ہوئی ہے وہی تو ہے جو میری تکلیف میں موجود ہے۔ پھر وہ اس تشویش کو دوسروں کو بتانے کی بجائے اپنے اندر رکھتا ہے اور بڑی رازداری سے ڈاکٹر سے وقت لیتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر کے مشورے سے اُس کے کانوں تک جوں نہیں رینگتی۔ وہ اپنی بات (سوچ) پر اڑا رہتا ہے اور اُس کی تسلی و تشفی نہیں ہوتی۔ بعد

میں وہ کوئی دوسری بیماری کے متعلق مضمون پڑھ لیتا ہے تو یہی عمل دوبارہ دہراتا ہے۔ لیکن نائٹرک ایسڈ کی صحت کے متعلقہ تشویش میں موت کا خوف نہیں پایا جاتا جوکہ آرسینک البم کا خاصہ ہے۔ نائٹرک ایسڈ کا خوف محض ایک جگہ منجمد ہوکر بیٹھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ لائیکوپوڈیم میں بھی نمایاں طور پر صحت کے متعلقہ تشویش ہوتی ہے لیکن اس دوا کی تشویش کسی بھی قسم کی بیماری کے متعلق ہوسکتی ہے جوکہ نائٹرک ایسڈ سے ملتی جلتی علامت ہے لیکن یہ تشویش اُس کی بنیادی بُزدلی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ موت کا خوف نہیں ہوتا بلکہ بیماری کی اذیت اور درد کا خوف ہوتا ہے۔ اُسے خوف ہوتا ہے کہ وہ بیماری کی شدت کو برداشت نہ کر پائے گا۔ وہ بیماری سے ادھ موا ہوکر گر پڑے گا اور اُس کی بزدلی دوسروں پر عیاں ہو جائے گی۔

پس اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ صرف یہ صحت کے متعلقہ تشویش کی علامت اپنے اندر بے شمار قسم کی شبہیں اور ضمیمے رکھتی ہے جوکہ درست دوا تک پہنچنے کے لئے مشکلات سے دوچار کرتی ہیں۔ یہ بات ریپرٹری کی دوسری علامات کے لئے بھی اسی طرح درکار ہے جیسا کہ اوپر دی گئی علامات کے لئے تفریق کرنے میں درکار تھی۔ مثال کے طور پر ایک دوسری علامت آرسینک کی تشویش کے حوالے سے لے لیں۔ یعنی ''مریض کا دوسروں کے لئے تشویش میں مبتلا ہونا۔''

اس علامت کو دیکھیں تو آرسینک کے مریض میں صرف دوسروں کے متعلق تشویش نہیں ہوتی بلکہ اسے ایسے لوگوں کے کھو جانے کا ڈر ہوتا ہے جو اُس کے قریب ہوتے ہیں۔ یہ تشویش بھی اپنے اندر خودغرضی چھپائے ہوئے ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ اُن لوگوں کے متعلق فکرمند تو ہوتا ہے جو اُس کے بہت قریب ہوں اور جن سے انہیں فائدہ حاصل ہوسکتا ہو۔ لیکن اجنبیوں کے متعلق اُسے کوئی تشویش نہ ہوگی۔ اُسے یہ تشویش خاص طور پر اُن لوگوں کے متعلق ہوگی جن پر وہ انحصار کرتا ہے۔

اس کے برعکس فاسفورس اتنا ہمدرد ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر اپنے حواس تک کھو دیتا ہے۔ خواہ ایسا شخص اُس کا کوئی عزیز ہو یا اجنبی۔ اگر آرسینک کے مریض کو کسی اجنبی شخص سے وقت گزارنا پڑے تو وہ صرف وقت گزاری کے لئے اُس کا ساتھ دیتا ہے۔ اگر وہ شخص آرسینک کے مریض کو بتائے کہ اُسے کوئی ہوٹل تلاش کرنے میں مشکل کا سامنا ہے تو آرسینک کی طبیعت رکھنے والا شخص اُس اجنبی سے صرف ہمدردی

کا اظہار کرے گا۔ اس کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ اُسے چند مشورے بھی دے دے۔ اُس کا رویہ صرف ایسا ہو گا جیسے کہہ رہا ہو "ٹھیک" ہے تم مشکل میں ہو لیکن اُس مشکل کا کیا کروں جو خود مجھ کو لاحق ہے۔

دوسری جانب فاسفورس کا مریض اجنبی سے ملتا ہے تو وہ اُس کی مشکل سُن کر جوش میں آ جاتا ہے اور کہتا ہے کیا تمہارے پاس ہوٹل نہیں۔ اوہ میرے خدایا کیا ہوا چلو ہم چل کر پہلے ٹیلی فون ڈائریکٹری ڈھونڈتے ہیں وہاں سے مختلف ہوٹلوں کے نمبرز ڈھونڈ کر وہاں کال کرتے ہیں تاکہ تمہاری مشکل آسان ہو سکے۔

سلفر کے مریض میں بھی دوسروں کے لئے تشویش پائی جاتی ہے۔ یہ دراصل اُس کے خیالی محرکات ہوتے ہیں جو اُسے تشویش میں بتلا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سلفر کے اثرات رکھنے والا باپ ہو سکتا ہے کہ تمام رات صرف یہ سوچ سوچ کر نہ سوئے کہ اُس کی بیٹی دو گھنٹے لیٹ آئی ہے۔ اُس کی یہ تشویش نہ تو آرسینک کی طرح اُس کی بیٹی کے کھو جانے کے خوف کی ہے نہ فاسفورس کی طرح کسی قسم کی ہمدردی کی وجہ سے ہے بلکہ وہ رات بھر بستر پر لیٹا ہوا جاگتی آنکھوں سے اس لئے گزار دیتا ہے کہ وہ رات بھر نہ ختم ہونے والے ممکنات میں اُلجھا رہتا ہے کہ اِن دو گھنٹوں میں اُس کے ساتھ کیا پیش آ سکتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کو آزادی کے ساتھ آگے بڑھنے دیتا ہے تاکہ وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکے۔

اب ہم آرسینک کے مریض میں پائے جانے والے مدارج کی طرف پھر سے لوٹتے ہیں اس کا پہلا درجہ وہ ہوتا ہے جس میں اُس کی جسمانی علامات اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔ ان علامات میں اُس کی نفاست اور نزاکت پسندی ہے۔ دوسرے درجے میں ہم اُن میں عدم تحفظ کا احساس، دوسروں پر انحصار کرنے کی رغبت، اپنی صحت کے متعلقہ تشویش، اپنے عزیزوں یا قریبی لوگوں کے کھو جانے کے لئے تشویش، اکیلے رہنے اور موت کا خوف پیدا ہوتے دیکھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ موت کا خوف دل میں گھر کر جانے والے ڈر میں بدل جاتا ہے جس کے گرد اُس کی زندگی گھومنے لگتی ہے۔ جیسے جیسے بیماری بڑھتی ہے، مریض میں مالیخولیا کی علامات سرائیت کرنے لگتی ہیں۔ مریض توہم کا شکار نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی تمام تصویر میں بدگمانی اور شک و شبہ نمایاں نظر آنے لگتا ہے۔ جب ایک بار کسی کیس میں مالیخولیا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی نزاکت

اور نفاست پسندی بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ پھر جب مریض میں سے خوف اور تشویش ختم ہو جاتی ہے تو شدید ڈپریشن (اُداسی) اور صحت مند ہونے سے مایوسی اُس کے اندر گھر کر جاتی ہے۔ جو اُس میں زندگی سے بیزاری، خودکشی کے خیالات، دوسروں پر بدگمانی جیسی علامات اُجاگر کر دیتی ہے۔ یہ علامات یہاں تک آگے بڑھتی ہیں کہ مریض میں یہ خوف اُبھرنے لگتا ہے کہ کہیں وہ اپنے اردگرد کے اُن لوگوں کو قتل نہ کر دے جن پر وہ انحصار کرتا ہے۔ اِس پاگل پن کی کیفیت میں کوئی بھی ڈاکٹر آرسینک تجویز نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس دوا کے تمام مدارج کے بارے میں علم نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ اس پاگل پن کی کیفیت میں بہت سی علامات، مثلاً تشویش، دوسرے لوگوں کو ساتھ رکھنے کی خواہش، موت کا خوف، بے سکونی، نفاست پسندی وغیرہ مریض میں موجود نہ ہوں گی۔ اس درجہ میں آرسینک کو نکس وامیکا یا دوسری اسی طرح کی ادویات سے علیحدہ کرنا بڑا مشکل ہو گا۔ لیکن اگر ڈاکٹر مکمل احتیاط سے کیس لے گا تو کیس کے تمام محرکاتی عوامل سامنے آ جائیں گے۔

اس دوا کے مدارج کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دوا کی مرضیاتی کیفیت بیرونی سطحوں سے اندرونی سطحوں کی طرف بڑھتی ہے۔ یہ جسمانی سطح سے شروع ہوتی ہے اور تشویش کی کیفیت میں بدل جاتی ہے۔ مریض عدم تحفظ کے احساس اور موت کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور آخرکار مایوسی، زندگی سے بیزار، خودکشی کے خیالات اور ذہنی منصوبہ بندی میں توہم پرستی واضح ہونے لگتی ہے۔ نتیجتاً اگر ایسے مریض کے لئے درست دوا یعنی آرسینکم تجویز کر دی جائے تو پھر اُس میں یہی علامات اُلٹی ترتیب یا سمت میں عود کر آنے لگتی ہیں۔ یعنی مالیخولیا اور توہم ختم ہوں گے تو خوف اور تشویش لوٹ کر آئے گی۔ یہ علامات ختم ہوں گی تو اس سے پہلے درجے کی علامات واضح ہو جائیں گی۔ لہٰذا ایسا ڈاکٹر جو صحت اور بیماری کے متعلقہ علم رکھتا ہے۔ وہ جان جائے گا کہ مریض صحت یابی کی طرف گامزن ہے۔

7—اورم میٹ

اِس دوا کا اہم نکتہ اُداسی (ڈپریشن) اور زندگی سے بیزاری ہے۔ آخرکار یہ شخص زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ یہ خیال اِس دوا کے ہر مریض میں پایا جاتا ہے خواہ وہ کھلے دل سے اسے قبول کرے اور بتا دے یا نہ قبول کرے اور ان علامات سے انکار کرے۔

اِس دوا کے مریض اپنے خول میں بند ہوتے ہیں۔ وہ آسانی سے اپنے اندرونی احساسات کا اقرار نہیں کرتے۔ آخرکار جب اُن پہ زور دیا جائے کہ وہ اپنی کیفیات کا اظہار کریں تو وہ صرف ایک لفظ (ڈپریشن) اُداسی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ اپنے ''ڈپریشن'' کی کیفیت کو بھی واضح طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ اورم کی مرضیاتی کیفیات کے بڑھنے میں بھی بہت سے مدارج پائے جاتے ہیں۔ لیکن مریض ہمیشہ خود کو اِس دنیا کے تعلقات سے دور رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود کو دنیا کے دوسرے لوگوں سے بالکل الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں۔ اُن کے ایسے قریبی دوست بالکل ہوتے ہی نہیں جن سے وہ اپنی مشکلات یا ڈپریشن کے احساسات کا اظہار کر سکیں۔ وہ کالی کارب کی طرح دوسروں کے ساتھ معاملات میں بالکل درست اور کھرے ہوتے ہیں۔ اس دوا کے لوگ ایماندار' کھرے اور ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر دوسروں پر ناانصافی کے فیصلے نہیں تھونپتے۔ وہ بہت زیادہ ذہین' محنتی اور کامیابیوں سے ہمکنار ہونے والے ہوتے ہیں۔ جو اکثر سوسائٹی میں اعلیٰ مقام حاصل کرتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ مرضیاتی کیفیت کی ابتدائی سطح پر بھی یہ دل شکستگی اور مایوسی کا اظہار کرتے ہیں۔ (یعنی اپنی زندگی سے عموماً اور سوسائٹی اور ازدواجی تعلقات سے خصوصاً عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔) یہ آدم بیزار لوگ ہوتے ہیں۔ جو کہ کبھی بھی کسی کو اپنے خیالات میں شریک کرنا پسند نہیں کرتے۔ یوں کہہ لیں کہ وہ اپنے خیالات یا جذبات کا اظہار کرنے میں کمزور ہوتے ہیں۔ اُن کی جذباتی کیفیت اتنی مضبوط نہیں ہوتی ہے جس کا واضح اظہار ہو۔ وہ دوسروں سے پیار و محبت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن بدلے میں اُن کو کچھ نہیں دے پاتے۔ اس سب کچھ کے باوجود اس دوا کی یہ ایک مخصوص علامت ہے کہ وہ تنقید برداشت نہیں کر پاتے۔ وہ سنجیدہ ذہن ہوتے ہیں اور اپنے متعلق ہونے والی تنقید کو دل سے لگا لیتے ہیں۔ (اُن کی یہ علامت نیٹرم میور میں پائی جانے والی علامت سے ملتی جلتی ہے۔) وہ اتنے سنجیدہ ہوتے

ہیں کہ دوسروں کے تلخ رویئے کو درگزر نہیں کر پاتے۔ وہ اس بات کو قبول نہیں کر پاتے کہ اُن کے ساتھ تلخ رویئے سے بات کرنے والا شخص خراب موڈ میں تھا۔ یا بہت زیادہ دباؤ میں تھا یا اُس وقت وہ بیمار تھا وغیرہ وغیرہ۔ اپنی انانیت کی وجہ سے اگرچہ وہ یہ سمجھ بھی رہے ہوں کہ وہ شخص بُرا نہیں ہے۔ تب بھی وہ اُس کے رویئے کو دل پر لے لیتے ہیں۔ وہ اِس بات کو مانتے ہیں کہ دوسروں کا نظریہ اُن سے مختلف ہوسکتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر اُن کو اُس رویئے میں ناانصافی جھلکتی نظر آئے تو وہ اُن سے تعلقات بھی ختم کر بیٹھتے ہیں۔ اس عمل کی وجہ سے اِس دوا کے مریض اس نہج پر پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ کسی قسم کے تفریحی اور جذباتی تعلقات (واقعات) سے بھی خوش نہیں ہو پاتے۔ وہ ناخوش رہنے لگتے ہیں اور کوئی بات بھی اُن کو خوش رہنے کی ترغیب نہیں دے پاتی۔

اس دوا کے مریض اکثر محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے دوسروں (دنیا) کو بہت کچھ دیا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جذباتی لحاظ سے انہوں نے کسی کو بھی کچھ نہیں دیا۔ ایسے لوگ زیادہ تر امیر ہوتے ہیں جن میں زیادہ لوگوں کی تعداد فنانسرز اور بینکرز کی ہوتی ہے۔ فنانسر ہونے کے ناطے انہوں نے اپنی بہت سی رقم دوسروں کے استعمال میں دے رکھی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے معاوضے میں انہیں اُن لوگوں کی دل دکھانے والی باتوں کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ نتیجتاً اُن میں خفگی، ناراضگی یا کینہ پیدا ہوتا ہے جو اُن کے اندر سختی پیدا کر دیتا ہے۔ تاہم چونکہ وہ منطقی اور ذی شعور لوگ ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے ان منفی احساسات کو اپنے اندر ہی دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ ان احساسات کو کچھ عرصہ تک تو دبانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں۔ اُن کی جذباتی کیفیت عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے اور ہم ان کے مزاج کے اندر پس و پیش اور بے استقلالی دیکھنے لگتے ہیں۔ مرضیاتی کیفیت کے اس درجے میں مریض کی تکالیف میں شام کو افاقہ محسوس ہوتا ہے اور دن کے باقی حصے میں وہ خود کو غیر مطمئن، غیریقینی اور چڑچڑے پن کا شکار محسوس کرتے ہیں اور اپنے اندر ہتک عزت کا احساس پاتے ہیں۔ اس دوران وہ خود کو اپنے پیشے کے لائق نہیں پاتے لیکن جیسے ہی شام آتی ہے تو ہتک عزت کا احساس جاتا رہتا ہے اور وہ اپنے اندر کی سختی میں کمی محسوس کرتے ہیں اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اُن کا ذہن بہتر طریقے سے کام کرنے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں اورم میٹ، سیپیا اور میڈورینم سے ملتی جلتی دوا ہے۔ شام کو تکالیف میں کمی کے باوجود بعض اوقات ڈپریشن

(اُداسی) شام کو بڑھ جاتی ہے۔

جونہی وہ اپنی منفی سوچوں کو دبانے میں ناکام ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ چڑچڑے پن کا شکار ہو جاتے ہیں اور بات بات پر آگ بگولہ ہونے لگتے ہیں۔ وہ دوسروں کو بہت سی نقصان دہ باتیں کہہ جائیں گے۔ مرضیاتی تبدیلی کے اس درجہ میں اورم میٹ کے مریض بہت زیادہ ظالم، بے حس دکھائی دیں گے۔ یہ بے حسی اور ظلم اُس وقت خصوصاً نظر آئے گا جب وہ دوسروں سے تلخ کلامی کر رہے ہوں گے۔ حقیقت میں وہ اتنے بدخو نہیں ہوتے بلکہ وہ اس تلخ کلامی میں حق بجانب ہی ہوتے ہیں لیکن اُن کا لہجہ ضرورت سے زیادہ تلخ اور شدید ہو جاتا ہے جو حق بجانب دکھائی نہیں دیتا۔

جذباتی معاملات اور جذباتی عمل سے پہلوتہی کرنے یا شہوانی خیالات کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے یہ لوگ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ذہنی مشقت میں مشغول رکھتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ محنتی اور سخت کام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن ایسا صرف مرضیاتی تبدیلی کے پیدا نہ ہونے کے درجے تک ہی ہوتا ہے۔ یہ محنت دراصل جذباتی زندگی کی بے سکونی سے بچنے کے لئے ہوتی ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے غذا کے کم سے کم استعمال کرنے اور خود کو تنہائی میں رکھنے کے جذبات سے بدل جاتی ہے اس درجے میں مریض کی بھوک ہونے کے باوجود غذا کم ہوتی ہے اور صرف تنہائی اُن کی ساتھی ہوتی ہے۔

آخرکار وہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ وہ زندگی میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ بس وہ صرف دوسروں کو باور کرا سکے ہیں کہ وہ بہت زیادہ قابل اور مفید شخصیت ہیں۔ اس کے علاوہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ جس عہدے پر ہیں وہ اس کے قابل نہیں۔ نہ ہی وہ اتنی دولت کے حقدار ہیں جو اُن کے پاس ہے اور نہ ہی وہ اتنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے اہل ہیں جتنی اُن پر لاد دی گئی ہیں۔ وہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ انہیں جینے کا کوئی حق نہیں اور وہ اپنے پیشے اور تعلقات کو اُن کی اصل روح کے مطابق نبھانے کے اہل نہیں۔

وہ ہر بات کا ذمہ دار اپنے آپ کو ٹھہراتے ہیں۔ مرضیاتی کیفیت کے اس درجے کے دوران اس دوا کے مریض اپنے متعلق تنقید سے اتنے حساس ہو جاتے ہیں کہ اگر کوئی بھولے سے بھی اُن کی شان میں کوئی غلط بات کہہ دے وہ اُس کو سنجیدگی سے لے لیتے ہیں اور دل کو لگا لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ خفیف سی بات پر بھی وہ کسی اونچی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دیتے ہیں جس پر دوسرے لوگ دنگ رہ جاتے ہیں۔ بظاہر ایسے لوگ پُرسکون

دکھائی دیتے ہیں اور دیکھنے والوں کو اِن کے اندر کوئی بڑا مسئلہ نظر نہیں آ رہا ہوتا بلکہ دوسرے سبھی بھی یہ نہیں جان پاتے کہ وہ اندرونی طور پر کتنی زیادہ تکلیف میں مبتلا ہیں۔

جب کبھی ایسا ہو کہ اُن کی منصوبہ بندی ناکام ہو جائے تو وہ ڈپریشن' اُداسی اور غم میں گھر جاتے ہیں۔اس موقع پر وہ مکمل طور پر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں انہیں اپنے گرد اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا ہے اور کہیں سے بھی روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی۔ یہ وقت ایسے مریضوں کے لئے ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اُن کی زندگی کا سورج غروب ہو گیا ہو اور اُن میں زندگی کو آگے جاری رکھنے کا کوئی جواز باقی نہ رہا ہو۔

جب مریض اس اوپر والے بدترین مرضیاتی درجے میں پہنچتا ہے تو اُس کے اندر پائی جانے والی خفگی' چڑچڑاپن اور ذرا ذرا بات پر آگ بگولہ ہونے کی کیفیت اُس کے اندر واپس چلی جاتی ہے اور اُس کی سوچ صرف ایک نقطہ یعنی خودکشی کے گرد گھومنے لگتی ہے اور وہ اپنے اندر باہر تاریکی اور اُداسی کے سوا کچھ نہیں پاتے۔ انہیں زندگی ہر طرح سے بے سود دکھائی دیتی ہے اور وہ ڈپریشن کی اُس آخری حد کو جا چھوتے ہیں جس تک کوئی انسان پہنچ سکتا ہے۔

میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ایک مرتبہ میں نے اخبار میں ایک خبر پڑھی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی' دو بچوں اور اپنے آپ کو گولی مار کر صرف اس لئے مار دیا ہے کیونکہ اس کی ملازمت چھن گئی تھی۔ غور کرنے پر مجھے یہ اورم میٹ کا کیس دکھائی دیا۔ اس دوا کے مریضوں کی ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ یہ سونے اور دولت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے لئے ان کی مالی پوزیشن بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے محنتی ہونے کی ایک وجہ دولت اکٹھی کرنا اور اپنی مالی پوزیشن کو مستحکم رکھنا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ کئی کئی گھنٹے اوورٹائم (زائد وقت) لگا کر کام کرتے ہیں تاکہ اُن کی مالی حالت سدھر جائے یا سدھری رہے۔ اس کے علاوہ اس محنت سے وہ اپنے اس خیال کو بھی کم کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی موجودہ پوزیشن کے اہل نہیں ہیں۔ مسلمہ طور پر اس دوا میں پایا جانے والا خودکشی کی سوچ کا عکس (خودکشی کرنے کی سوچ) کسی اونچی جگہ سے کود کر مر جانے کا ہوتا ہے۔ تمام تر مایوسی اور منفی سوچ کے ساتھ جب وہ اونچی جگہ کے دہانے پر پہنچتے ہیں تو وہاں سے نیچے کود جانے کا جذبہ اُن پر غالب آ جاتا ہے۔ اُن میں سوچ پیدا ہوتی ہے کہ وہ بادلوں کی طرح ہوا میں تیر یں گے اور اس خوشگوار احساس کے ساتھ جب وہ کودیں گے

تو دنیا کی ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ آج کل خودکشی کا ایک اور رجحان بھی عام ہو رہا ہے جس میں مریض کار چلاتے ہوئے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیتا ہے۔ دراصل وہ چاہتا ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ کار پر اُس کا کنٹرول نہیں رہا یا پھر مریض کار کو کسی دیوار سے ٹکرا دیتا ہے۔ یہ بھی اورم کے مریض ہوتے ہیں۔

اورم میٹ کے مریض میں زندہ درگور شخص کی علامات ملتی ہیں جن کے دماغ مکمل طور پر ماؤف ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے لئے اُن میں ذرا سی رمق نہیں ہوتی اور جذباتیت آتے ہی اُن پر تکلیف کا حملہ ہو جاتا ہے۔

اس دوا کے مریض کا ایک اور پہلو بھی نظر آتا ہے جس میں وہ بڑا، مکمل اور بااخلاق دکھائی دیتا ہے اور وہ بڑا مذہبی بن جاتا ہے۔ اس صورت میں وہ خودکشی کرنے کی رغبت رکھنے کی بجائے مسلسل اپنی نجات کے لئے دعائیں کرتا ہے۔ یہ دعائیں سادہ نہیں ہوتیں بلکہ مریض گڑگڑاتے اور آنسو بہاتے ہوئے دعائیں کرتا ہے جس کے بعد اسے سکون محسوس ہوتا ہے۔ اس کے اندر پائی جانے والی تاریکی اور اُداسی دعائیں مانگنے سے چھٹنے لگتی ہے۔ لہٰذا وہ کئی کئی گھنٹے روتا رہتا ہے اور دعائیں کرتا رہتا ہے تاکہ اسے سکون ملے۔

مجھے یاد ہے کہ انڈیا میں میرا ایک سکول فیلو تھا۔ وہ اپنے خصیوں کی تکلیف کے لئے کئی ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے پاس گیا جنہوں نے اسے کلیمیٹس، کیمیلیس، روڈوڈنڈران اور بہت سی دیگر ادویات دیں جن کا اس کی تکلیف پر کوئی اثر نہ ہوا۔ درد بہت شدید تھا۔ آخرکار اُس نے مجھ سے رابطہ کیا۔ جب میں اُس سے سوالات کر رہا تھا تو سوالات کے آخر میں اس نے مجھ سے کہا۔ ''تم جانتے ہو کہ میں عیسائی ہوں'' اور مجھے عیسائیت پسند بھی ہے لیکن میں ہر رات سونے سے پہلے ایک دو گھنٹے کے لئے مجبور ہو جاتا ہوں کہ دعائیں کروں۔ اس کے بغیر میرے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ میرے پوچھنے پر وہ بتانے لگا کہ دراصل وہ شدید ڈپریشن (اُداسی) کا شکار ہے لیکن خودکشی کے متعلق اسے کبھی کوئی سوچ نہیں آتی۔ میں نے اسے اورم میٹ دی جس سے چند گھنٹوں کے لئے تکلیف بہت بڑھ گئی، پھر تکلیف کم ہونے لگی اور تین دن کے اندر اندر وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

بعض اوقات یہ دوا بچوں میں بھی تجویز کی جاتی ہے جو کہ ڈپریشن اور اُداسی کا اظہار نہیں کر پاتے تاہم اُن میں سنجیدگی نظر آتی ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ فرض شناس تو

ہوتے ہیں مگر اُن کا مزاج پل پل بدلتا ہے۔ ان کے بارے میں ماں باپ بتاتے ہیں کہ اکثر گریہ زاری اور واویلا کرتے ہیں۔

یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ اس دوا کے مریضوں کی جذباتی تکالیف اور دل کی تکالیف میں بھی ایک مطابقت (موافقت) ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اورم میٹ کا مریض اپنی جذباتی تسکین کے لئے بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور نئی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یا اسی طرح کا کوئی دوسرا عمل دہراتا ہے تو ہم اس کے دل میں خرابی محسوس کرتے ہیں۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کے دل کی بیماری گٹھیاوی تکالیف کے دبانے سے پیدا ہوئی ہو۔ جذباتی تکالیف یا کسی بیماری کو فوری طور پر دبانے سے دل کی بیماری پیدا ہونا یا دل میں خرابی پیدا ہونا اس دوا کے زیر اثر آتا ہے۔ جب بھی اورم کے مریض میں دل کی خفیف سی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو وہ دل کی بیماری کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس دوا کے مریض کی صحت کے متعلق تشویش کا محور دل ہوتا ہے۔ ان کو موت کا خوف نہیں ہوتا کیونکہ جب اُن سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا وہ موت سے ڈرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں نہیں بالکل نہیں۔ مریض کہتا ہے میں تو موت کو خوشی سے قبول کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے زندگی میں کوئی چاہت نظر نہیں آتی۔ اس سب کچھ کے باوجود اُسے دل کی بیماری کا خوف ہوتا ہے جو کہ مریض کے جذبات کے مجروح ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

شدید Rhinitis میں مریض سے شدید بدبو آتی ہے۔ یہ بدبو اتنی شدید ہوتی ہے کہ مریض کے علاوہ دوسرے بھی محسوس کرتے ہیں۔ اورم میں سفلس کے عنصر بھی نظر آتے ہیں۔ سفلس کے میازم کے ہڈیوں میں شدید درد بھی اس دوا میں پائے جاتے ہیں۔

ہر قسم کے اعضاء کے درد جو مریض کو خودکشی پر مجبور کر دیں، بھی اس دوا میں پائے جاتے ہیں۔ یہ درد اتنے شدید ہوتے ہیں کہ مریض کو ان سے چھٹکارا پانے کے لئے موت کے علاوہ کوئی حل نظر نہیں آتا۔

مجھے ناک کے پٹھے کے درد کا ایک مریض یاد آتا ہے۔ اُس کا یہ درد اتنا شدید تھا کہ اس نے مریض کو مکمل طور پر پاگل بنا دیا تھا اور اس درد سے بچنے کے لئے مریض موت کو ترجیح دیتا تھا۔ اورم میٹ (10M) کی ایک خوراک سے اس کا یہ درد فوراً جاتا رہا۔

مجھے ایک درد والے Mastoiditis کا کیس بھی یاد آتا ہے جسے اورم میٹ سے سکون ملا تھا۔ یہ درد اسے سالوں سے بار بار ہو رہا تھا۔ یہ ایسی دوا ہے جو انسان کے اعضاء کے گہرے ترین حصوں تک پہنچ جاتی ہے۔ جب یہ مناسب طور پر تجویز کی جائے تو حیران کن نتائج پیدا کرتی ہے۔ شدید اور گہرے ترین ڈپریشن کے شکار مریضوں میں یہ دوا حقیقی راحت پیدا کرتی ہے کیونکہ اُن کے اندر موجود پرانی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور اُن کو اپنے اندر زندگی کی نئی روشنی نظر آنے لگتی ہے۔

8۔ برائٹا کارب

برائٹا کارب ایسی دوا ہے جو زندگی کے تمام مدارج میں تجویز ہو سکتی ہے (خواہ بچپن ہو، جوانی ہو یا بڑھاپا۔) اس کے باوجود اس کا زیادہ تر استعمال بچوں میں ہوتا ہے۔ یہ دوا خنازیری مزاج بچوں کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہے خصوصاً جب وہ جسمانی طور پر پس ماندہ ہوں یا وہ جن کی بالیدگی میں خلل واقع ہو اور اُن کے جسم اچھی طرح پھل پھول نہ سکیں۔

یہ بالیدگی کا خلل نہ صرف جسمانی بلکہ جذباتی اور ذہنی طور پر بھی مریض بچوں میں دیکھا جاتا ہے۔ بالیدگی کے خلل سے یہ مراد نہیں ہے کہ روزمرہ کے استعمال میں اس دوا کو اُن بچوں کے لئے تجویز کیا جائے جن کے جسم یا جسمانی ڈھانچے چھوٹے رہ جائیں یا وہ سچ مچ بونے ہوں۔ یہ ذہین اور مضبوط قوت حیات رکھنے والے مریضوں کی دوا نہیں ہے۔

برائٹا کارب کا جسمانی بالیدگی میں خلل خاص طور پر مریض کے اہم اعضاء کی بڑھوتری پر ہوتا ہے خاص طور پر جنسی اعضاء کی بڑھوتری میں خلل (اعضائے تناسل، شرم گاہ) ہو سکتا ہے کہ مریض کے خصیئے اور آلہ تناسل چھوٹے اور ڈھیلے ہوں۔ اگر یہ مریض بچی ہو تو اُس کی بچہ دانی (رحم) چھوٹے سائز کا رہ جائے خواہ وہ بچی بالغ ہو چکی ہو۔

برائٹا کارب کے بچوں کی شکل بالکل واضح ہوتی ہے۔ وہ زیادہ موٹے نہیں ہوتے ہیں لیکن ان کے پیٹ بڑے ہوتے ہیں جبکہ باقی جسم کمزوری کی حالت میں ہوتا ہے۔ یہ بات کلکیر یا کارب میں بھی پائی جاتی ہے لیکن برائٹا کارب کے مریض میں جلد صحت مند

نہیں ہوتی۔ یہ بات اس دوا کے اکثر مریضوں میں ہوتی ہے کہ ان کی جلد بوڑھوں کی طرح جھری دار ہوتی ہے جیسے کہ تیوڑیاں پڑی ہوں۔ ان بچوں کے غدود خصوصاً ٹانسلز اس حد تک سوج جاتے ہیں کہ ان کی بھوک خراب کر دیتے ہیں ایڈینائیڈز اور ٹانسلز کے سوجنے کی وجہ سے بچہ منہ سے سانس لیتا ہے جس کی وجہ سے اُس کے چہرے پر بھدے پن کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس دوا کے بچوں کے چہروں پر بڑی سنجیدگی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن ان کے دماغوں میں بے وقوفانہ قسم کی سنجیدگی ہوتی ہے۔ اس دوا کے مریض بچوں میں آب و تاب (چمک دمک) کی کمی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے گرد ہونے والے واقعات کے مطابق شکل بناتے ہیں جیسے ان کا دماغ بالکل خالی ہو۔

یہ بچے بہت شرمیلے ہوتے ہیں۔ اس دوا کی مریضہ بچی انٹرویو (سوال و جواب) کے دوران خود کو کرسی کے پیچھے چھپا لے گی اور آپ اُسے بہلا پھسلا کر بھی اس حرکت سے باز نہ رکھ سکیں گے تاہم اگر آپ اُٹھ کے اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کریں گے تو وہ کسی ناراضگی اور مزاحمت کا اظہار بھی نہیں کرے گی جبکہ دوسری ادویات نیٹرم میور، ٹیرنٹولا، آرنیکا اور ہیپر سلفر کے مریض بچے ہنگامہ کھڑا کر دیں گے کیونکہ وہ ذہنی طور پر جانتے ہوتے ہیں کہ آپ انہیں پکڑنے جا رہے ہیں اس لئے وہ آپ کو پاس نہیں آنے دیں گے جبکہ برائٹا کارب کی بچی آپ کو اس لئے چھونے دی گی کیونکہ وہ نہیں جانتی کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے۔ وہ اصلاح پذیر (قابل تربیت) و اطاعت شعار ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی اس حرکت پر حیران ہونے لگے کہ یہ شخص مجھ سے کیا چاہتا ہے لیکن اس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو گی۔ وہ ہر کام کرنے کی کوشش کرے گی جو آپ چاہیں گے۔ اُس کا یہ شرمیلا پن اس کے فہم ادراک کی کمی اور جانے پہچانے ماحول میں رہنے والی جبلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانے پہچانے لوگوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں جو اُن کی بہتر طریقے سے حفاظت کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ اُن کا یہ شرمیلا پن 8 سے 10 سال تک قائم رہتا ہے۔ چھوٹے بچوں میں تین سے چار سال تک شرمانا عام سی بات ہے مگر برائٹا کارب میں یہ بات زیادہ بڑی عمر تک قائم رہتی ہے اور شرم کے ساتھ ساتھ بچپنا بھی قائم رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ریپرٹری میں برائٹا کارب کا شمار ''اجنبیوں سے خوف اور ساتھیوں میں رہنا ناپسند'' جیسی فہرستوں میں آتا ہے۔

اس دوا کے بچے سیکھنے میں کمزور ہوتے ہیں۔ (خاص طور پر چلنے میں، بولنے میں)

ہوسکتا ہے کہ وہ تین سے چار سال تک بولنا نہ سیکھ پائیں۔ اگر آپ انہیں چلنا سکھانے کے لئے اُن کے پاؤں پر کھڑا کریں گے تو وہ اس بات کا ادراک نہ کرسکیں گے کہ اب انہیں کس طرح پاؤں اُٹھا کر آگے بڑھنا ہے۔

ایک عام سکول میں یہ بچے جلد ہی پیچھے رہ جائیں گے۔ وہ کئی سال ایک ہی کلاس میں لگا دیتے ہیں۔ جب تک کہ اُن کو براکا کارب نہ کھلا دی جائے۔

اطالوی زبان میں ایک لفظ "Micronous" استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے چھوٹے دماغ والا۔ یہ لفظ براکا کارب کی علامت رکھنے والے بچوں کی ذہانت کے لئے بالکل فٹ آتا ہے۔ ان کے دماغ پیچیدگیوں سے نبٹنے کے اہل نہیں ہوتے۔ کسی بھی معاملے میں جس میں چار یا پانچ پہلو شامل ہوں وہ سنبھل نہیں پاتے۔ چیزوں کو رٹے رٹائے طریقے سے سیکھنا اور لکیر کے فقیر بنے رہنا ان کو بہتر دکھائی دیتا ہے۔

مثال کے طور پر براکا کارب بچے کا باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ وہ تاریخ کی کتاب کا ایک پیرا یاد کرے۔ وہ پیرا یاد کرنے بیٹھ جاتا ہے اور آخرکار اسے رٹ لیتا ہے۔ اُس وقت کوئی اُس سے سنے تو سنا بھی دیتا ہے مگر اُسے یہ سمجھ نہیں ہوتی کہ اُس نے کیا یاد کیا ہے۔ اگلے دن جب اُستاد اُس سے وہی پیرا سنتا ہے تو وہ سنا نہیں پاتا۔ اس کی کچھ وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ اس پر شرمیلا پن غالب آ جاتا ہے لیکن زیادہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مکمل طور پر بھول چکا ہوتا ہے کہ اُس نے کیا یاد کیا تھا۔ ایسے بچے کا ذہن خالی ہوتا ہے۔ وہ نہ تو آسانی سے چیزوں کا ادراک حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی چیزوں کو زیادہ دیر تک اپنے دماغ میں رکھ سکتا ہے۔

انہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کو نہیں سمجھ پا رہے۔ اسی لئے وہ اپنے ذاتی ماحول میں جس سے وہ ہم آہنگ ہو یا وہ ماحول جو اُس کے لئے محفوظ ہو، رہنا پسند کرتا ہے۔ وہ نئے دوست نہیں بناتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مریض دوسروں کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ انہیں اپنے محافظوں اور جانے پہچانے رشتوں کے کھو جانے کا خوف ہوتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی ڈاکٹر Mongoliod بچوں کے لئے براکا کارب تجویز کر دے۔ اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ ڈاکٹر کو جسم میں مرضیاتی تبدیلیوں اور اصل خرابی میں تفریق کر لینا چاہئے کیونکہ Mongoliod بچوں میں مخصوص خرابیاں ہوتی ہیں۔ ان

میں پیدائش کے وقت کچھ ذہانت موجود ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ پیدائشی طور پر ناپید ذہانت کو بڑھایا نہیں جا سکتا ہے تاہم بعض Mongoliod بچوں میں کچھ اور مسائل بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً سردی سے حساسیت وغیرہ جس کو بہت سی مختلف ادویات مثلاً کلکیر یا کارب، ٹیوبرکولینم، پلساٹیلا اور بہت سی دوسری ادویات سے درست کیا جا سکتا ہے۔

برائٹا کارب کی تفصیل نوجوانی تک جاتی ہے۔ لیکن عموماً یہ لوگ اپنی ذہنی کمی کو پورا کرنے کے لئے تعلیم پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ سماجی تقریبوں میں یہ خاموش رہتے ہیں خصوصاً اس وقت تو بالکل نہیں بولتے جب کوئی دوسرا بول رہا ہو۔ عموماً یہ سوسائٹی سے کٹ کر اپنے خاندان میں ہی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ ان کی نوجوانی میں بھی بچپنا جھلکتا ہے۔ بحث یا بات چیت کے دوران وہ ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا اصل موضوع سے بالکل تعلق نہیں ہوتا۔ (جیسے بیوقوفانہ باتیں یا مضحکہ خیز باتیں)۔

مثال کے طور پر مشہور میوزک کی بات ہو رہی ہو اور یہ کہا جائے کہ Elvis Presely ایک عظیم پرفارمر ہے تو وہ کہے گا ہاں ٹھیک ہے کہ وہ اچھا پرفارمر ہے مگر وہ Maira Callas کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک بیوقوفانہ بات ہے جس کا اصل بات سے کوئی تعلق نہیں۔ برائٹا کارب کے لوگ ایسی ہی بے وقوفانہ باتیں کرتے ہیں۔ اُن میں ظاہری رکھ رکھاؤ کی کمی ہوتی ہے اس لئے اُن کے دماغ سادہ سے رابطے کر سکتے ہیں جو کہ دوسروں کو مضحکہ خیز اور بچگانہ لگتے ہیں۔

آئیں ہم ایک مثال لیتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس دوا کے مریض اپنے روزمرہ کے معمولات بہت اچھے طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ لیکن وہ زائد پیچیدگیوں سے نہیں نپٹ سکتے۔ فرض کریں ایک خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ دوپہر کے کھانے پر دس شخص آ رہے ہیں۔ وہ اپنے اور اپنے خاوند کے لئے تو کھانا پکا سکتی ہے لیکن اب دس لوگوں کا کھانا؟ وہ اس پیچیدگی کو نہیں جانتی کہ کون سے برتن استعمال ہونے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتی کہ وقت کی تقسیم کیسے کرے کہ تمام کام صحیح وقت پر کر سکے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ یہ بات نہیں سمجھ پاتی کہ کام کو کیسے شروع کرنا ہے اور کیسے ختم کرنا ہے۔ یہ تمام باتیں اپنے خاوند کو اسی طرح بتانے کی بجائے وہ اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ ”لیکن یہ کیسے ہوگا میرے پاس تو پہننے کے لئے ڈھنگ کے جوتے بھی نہیں“ پیچیدگی سے نہ نمٹ سکنے کی خامی مریض کو تذبذب میں مبتلا کر دیتی ہے جو کہ برائٹا کارب کا ہی خاصہ ہے۔ ایک

اور مثال لیتے ہیں۔ فرض کریں کہ ایک میاں بیوی ایک نئے گھر کی تلاش میں ہیں۔انہیں ایک گھر خریدنے کے لئے دکھایا جاتا ہے۔ یہ ایک مکمل اور مناسب سائز کا گھر ہے۔ یہ موجود بھی ایک اچھے علاقے میں ہے۔ اس کی قیمت بھی مارکیٹ میں ملنے والے گھروں کی قیمت سے کم بتائی جا رہی ہے۔ خاوند اپنی بیوی سے پوچھتا ہے۔"تمہارا کیا خیال ہے؟" عورت جان رہی ہوتی ہے کہ یہی فیصلے کا مرحلہ ہے۔اسی لمحے کے لئے انہوں نے رقم جمع کی تھی لیکن وہ فیصلے کی اہمیت سے خوفزدہ ہے کہ کہیں اتنا بڑا فیصلہ غلط نہ ہو جائے لہٰذا وہ کہتی ہے: "ہاں! لیکن اس کے قریب کا پہاڑ بہت بڑا ہے جو اس گھر میں آنے والی ہوا کو روک دے گا۔ پھر دیکھیں گیراج میں گرد پڑی ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔" چونکہ وہ چیزوں کو ان کی مناسبت سے ترتیب نہیں دے سکتی اس لئے وہ درست فیصلہ نہیں کر پاتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچہ گھر خریدنے کا فیصلہ کر رہا ہو۔ جب کسی شخص کے تذبذب میں بڑا حصہ اس کی ذہنی صلاحیت کا فقدان ہو تو اس شخص کی دوا برائٹا کارب ہوتی ہے۔

چونکہ برائٹا کارب میں ذہن بہت زیادہ سادہ اور کمزور ہوتا ہے اس لئے وہ زیادہ عقلمندی کا بوجھ برداشت نہیں کر پاتا۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسے مریض جداگانہ وجدان رکھتے ہیں جو درست ثابت ہوتا ہے۔ کسی دوسرے سے جب ملتے ہیں تو اکثر اُن کے بارے میں اپنے وجدان کی بدولت بتا دیتے ہیں کہ یہ شخص اچھا ہے یا بُرا اور ان کا یہ کہنا اکثر درست ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ان کے لئے جانچ بہت پیچیدہ ہو گی۔ وہ اکثر علامات کو باریک بینی سے دیکھنے کے اہل نہیں ہوتے۔ آنکھ کے پردے کی سوجن میں یہ دوا ایسے بوڑھے لوگوں میں تجویز کی جا سکتی ہے جن کی ذہنی صلاحیت مخصوص انداز میں کم ہو چکی ہو۔ ایسے بوڑھے افراد کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ بوڑھی عورتیں اپنے بالوں کو ربڑ بینڈ سے باندھتی ہیں۔ المختصر اُن کا رویہ بالکل بچگانہ ہوتا ہے۔ برائٹا کارب دے کر ایسے مریضوں کو دوبارہ چند سالوں کے لئے نارمل حالت میں لایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ دوبارہ کچھ عرصے کے بعد اسی بچگانہ کیفیت کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔ یہ دوا Mononucleosis میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ جب مریض کے غدود سوج کر بہت سخت ہو جاتے ہیں۔ (یہ کیفیت برائٹا میور میں بھی پائی جاتی ہے۔) عموماً اس دوا کے مریض سرد مزاج ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو میٹھے سے نفرت ہوتی ہے۔ یہ دوا اُن تین دواؤں میں سے ایک ہے جن میں مریض پھلوں سے نفرت کرتا ہے۔ خصوصاً آلوچہ

آلوبخارا وغیرہ۔ اس دوا کی ایک مخصوص علامت جو آپ کو اس دوا کے انتخاب میں مدد دے سکتی ہے' وہ یہ ہے کہ مریض محسوس کرتا ہے کہ وہ دھوئیں میں سانس لے رہا ہے جبکہ ہوا بالکل صاف ہوتی ہے۔

9۔ بسمتھ ...... سب نائٹریکم

بسمتھ ایک اہم دوا ہے جو کہ ایسے مخصوص حالات میں تجویز کی جاتی ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی دوسری دوا کام نہیں کر سکتی۔ اس کی اکثر علامات فاسفورس کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتی ہیں اور ڈاکٹر بسمتھ کی جگہ فاسفورس تجویز کر کے ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔

بسمتھ معدہ کے شدید دردوں کی دوا ہے۔ مریض شدید اینٹھن والے دردوں کی شکایت کرتا ہے۔ اس کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی چیز اس کے پیٹ کو جکڑے ہوئے ہے (نچوڑ رہی ہے)۔ درد اتنا شدید ہوتا ہے کہ مریض مستقل شور و شر کی کیفیت میں شدید تکلیف کے ساتھ اپنے جسم کو مروڑتا ہے۔ اس کے بازو' ٹانگیں غرض تمام جسم مسلسل حرکت میں ہوتے ہیں۔ درد کی شدت مریض کو خوف میں مبتلا کر دیتی ہے اور مریض پکار پکار کر کہنے لگتا ہے کہ کیا وہ ٹھیک ہو جائے گا؟ کیا اس کی حالت بہتر ہو جائے گی؟ مجھے پکڑو خدا کے لئے مجھے پکڑو۔ درد کی شدت کی وجہ سے ایسے مریض اکیلے پن سے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی ان کے پاس رہے۔ بعض اوقات وہ ان کے ہاتھ پکڑ کر بیٹھتا ہے۔ درد کی شدت کے دوران مریض کا تنہائی سے خوف بسمتھ کی ایک مخصوص علامت ہے۔

فاسفورس کی ایک اور رہنما علامت جو بسمتھ کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتی ہے وہ مریض کی پیاس ہے خصوصاً مریض زیادہ مقدار میں ٹھنڈا پانی پیتا ہے لیکن جیسے ہی وہ پانی پیتا ہے اپنے گلے میں انگلی مارنے لگتا ہے تاکہ اسے فوراً قے آ جائے۔ اگر مریض مصنوعی طریقے سے قے نہیں کر پائے گا تب بھی پانی کے معدے میں گرم ہوتے ہی قے ہو جائے گی۔ معدہ میں پانی کے گرم ہو کر قے ہو جانے کی علامت ڈاکٹر کو فاسفورس کی طرف متوجہ کرے گی۔ خصوصاً جب اس کے ساتھ صحت کے متعلق شدید تشویش بار بار یقین دہانی چاہنے کی خواہش اور درد کے دوران دوسروں کی موجودگی کی ضرورت بھی ساتھ ساتھ پائی

جا رہی ہو۔ اس وقت صرف انگلی کا گلے میں مار کر قے کرنے کی کوشش کرنا دونوں ادویات میں تفریق کرتا ہے۔ ایک اور اہم اور رہنما علامت یہ ہے کہ جب مریض کی کمر پر مالش کی جائے تو درد کو سکون محسوس ہوتا ہے۔ درد کی جگہ کو ملنا مریض کے لئے قابل برداشت نہیں ہوتا جبکہ اس کی دوسری سمت (مخالف جگہ) پر کمر کو ملنے سے سکون ملتا ہے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف درد کو سکون ملتا ہے بلکہ مریض کی تشویش اور جسم کو مروڑنے کی کیفیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ درد کا محور Solar Plexus ہوتا ہے۔ درد شروع ہونے سے پہلے مریض صرف معدہ کی جلن محسوس کرتا ہے لیکن جلد ہی یہ تکلیف شدید اینٹھن دار پیٹ درد میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسے پیٹ کے اندر کوئی چیز ٹوٹ جائے گی۔ پھر درد اتنا ناقابل برداشت ہو جاتا ہے کہ لواحقین فوراً اسے ہسپتال لے جانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ لیکن درد کئی دن تک بغیر کمی کے جاری رہتا ہے۔ اس دوا کے درد ایک مخصوص وقت میں ختم ہو جاتے ہیں اور مخصوص وقفے سے لوٹ کر آتے ہیں۔ یہ وقفہ ہر پندرہ دن، تیس دن یا پینتالیس دن کا ہو سکتا ہے لیکن جیسے ہی درد کا دورہ شروع ہوتا ہے تو درد کی شدت اس کی مخصوص تشویش کے علاوہ ٹھنڈے پانی کی پیاس اور قے کی علامت کے ساتھ تمام دیگر علامات کو واضح کر دیتی ہے۔ درد کے دورے کے دوران مریض کسی قسم کی غذا برداشت نہیں کر سکتا لیکن یہ بات حیران کن ہے کہ جیسے ہی درد کی شدت کم ہوتی ہے، مریض ہر چیز کو کھا اور ہضم کر سکتا ہے یہاں تک کہ پتھر بھی۔ درد کے دوروں کے دوران مریض کا جسم اور سر اس طرح ہوتے ہیں جیسے مریض کو بخار ہو۔ آخرکار ٹانگیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں لیکن مریض کا دھڑ اور سر چھونے سے گرم محسوس ہوتے ہیں حالانکہ اُسے حقیقت میں بخار تو ہوتا ہی نہیں۔

اس مخصوص کیفیت کے لئے بسمتھ حیران کن اور یاد رکھنے والی دوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو کسی ایسے مریض کو دیکھنے کے لئے اُس کے گھر پر جانا پڑے۔ گھر جاتے ہی آپ کو گھر کا ہر فرد مریض کی علامات کی شدت کی وجہ سے تکلیف میں نظر آئے گا۔ یقیناً ایسی صورت میں کوئی بھی اینٹھن دار درد کو روکنے والی دوا کام نہیں کر رہی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ ایلوپیتھک ڈاکٹر درد روکنے کی بلند طاقت کی ادویات دینے کے بعد سرجری کا مشورہ بھی دے چکے ہوں۔ ایسے حالات میں مریض کی علامات دیکھتے ہوئے یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کی توجہ پہلی فرصت میں فاسفورس پر نہ جائے لیکن درد کی شدت اتنی زیادہ ہوگی کہ

فاسفورس اس کی تکلیف کو کم نہ کر پائے گی۔ ایسی صورت میں آپ کو بسمتھ کی علامات کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ہمیں بسمتھ کو صرف شدید ہی نہیں بلکہ معمولی قسم کے پیٹ درد میں بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ خصوصاً جب مریض میں فاسفورس جیسی علامات ملیں لیکن فاسفورس سکون دینے میں ناکام ہو جائے۔ فاسفورس دینے کے بعد کافی انتظار کریں۔ اگر مریض کی تکلیف کم نہ ہو تو پھر فاسفورس کے بعد بسمتھ تجویز کی جا سکتی ہے۔ خاص طور پر جب مریض میں درد کے دورے مخصوص وقفوں کے ساتھ پڑتے ہوں۔

10—برائی اونیا

دو علامات جو برائی اونیا کی طرف رہنمائی کرتی ہیں وہ مریض کی تنہائی پسندی اور اُس میں عدم تحفظ کا احساس ہے۔ اس دوا کے مریض سماجی تعلقات قطع کر کے خود کو الگ تھلگ کر لیتے ہیں۔ اُن کے اس پس منظر میں ہمیشہ شدید عدم تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ یہ عدم تحفظ کا احساس مریض کی کمزوری اور جذبات کے مجروح ہو جانے کے خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مریض معاشرے سے کٹ کر علیحدہ زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ وہ خود کو کسی پر زبردستی مسلط کرنا نہیں چاہتا بلکہ الگ تھلگ زندگی میں سکون محسوس کرتا ہے۔

برائی اونیا کے مریض دوسروں کی مداخلت سے بہت حساس ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کے چڑچڑے پن، غصے اور خفگی کو جلد محسوس کر لیتے ہیں۔ اس سے وہ اپنے اندر ناخوشی اور مایوسی محسوس کرتے ہیں۔ خصوصاً جب وہ بیماری کی حالت میں ہوں تو اپنے ذہن کو کند اور اپنی جذباتی کیفیت میں مایوسی کا احساس پاتے ہیں۔ وہ اپنی یہ کند ذہنی اور مایوسی دوسروں پر ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔

اس کے علاوہ اس دوا کی جانی پہچانی اہم علامت ''تکالیف کا حرکت سے بڑھنا'' ہے۔ یہ علامت مریض کی تینوں سطحوں پر لاگو ہوتی ہے۔ سب سے پہلے دماغ پر جب اُسے اپنا دماغ کند محسوس ہوتا ہے۔ اُس وقت وہ کسی قسم کی ذہنی مشقت نہیں کر پاتا۔ یہاں تک کہ وہ سادہ سی گفتگو سے بھی اجتناب برتتا ہے۔ شدید قسم کی تکالیف میں یہ کند ذہنی بہت نمایاں علامت ہوتی ہے جس پر ڈاکٹر کو توجہ مرکوز کرنی چاہیئے۔

دوسری سطح جذباتی کیفیت ہے۔ جب مریض کی جذباتی کیفیت غیر متوازن ہوتی ہے تو وہ اس میں کسی قسم کی حرکت کا احساس پیدا نہیں کرتا۔ خواہ کوئی اس سے ہمدردی کر رہا ہو یا اچھی نیت سے اس کی مدد کرنے جا رہا ہو۔ ایسی صورت میں بھی مریض چڑ جائے گا اور خفگی کا اظہار کرے گا۔

تیسری سطح جسمانی تکالیف ہیں۔ جو ہر حرکت پر بڑھ جاتی ہیں۔ اس دوا کا مریض خاموشی سے اندھیرے کمرے میں بے حس و حرکت لیٹنا چاہتا ہے۔ ایسے کمرے میں جہاں اسے تنہائی میسر ہو۔ اندھیرے کمرے میں روشنی کا جل جانا بھی اس میں ردعمل پیدا کر دے گا کیونکہ پتلی کی ذرا سی حرکت بھی اُس کی تکلیف کو بڑھانے کی وجہ بنتی ہے۔ اس لئے مریض اتنی حرکت بھی پسند نہیں کرتا۔ برائی اونیا کا مریض اگر صرف نزلہ زکام کا شکار ہو تو وہ خود کو دوسروں سے الگ کرے گا اور روشنی بند کر کے اپنے بستر پر بے حس و حرکت لیٹے گا۔ اس دوران اگر اُس کی بیوی بھی آہستگی کے ساتھ کمرے میں داخل ہو کر پوچھے کہ کیا وہ اس کے لئے چائے لائے؟ تو بیوی کا یہ سوال بھی اسے ناگوار گزرے گا۔ اگرچہ وہ بات بیوی نے کتنے ہی پیار سے کہی ہو۔ وہ فوراً سے کہے گا' نہیں۔ اگر بیوی اصرار کرے گی اور کسی طرح چائے لے آئے گی تو وہ اسے پی لے گا جس سے اُسے سکون بھی ملے گا کیونکہ اس دوا کا مریض بہت پیاسا ہوتا ہے اور چائے پیاس کو کم کر دیتی ہے۔ تاہم مریض کا ابتدائی ردعمل منفی ہو گا کیونکہ ایسے وقت میں مریض کسی چیز کو بھی اہمیت نہیں دیتا۔

اس دوا کے مریضوں کا چڑچڑا پن ایسا ہوتا ہے جیسے وہ دوسروں کو اپنی بیماری کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہوں۔ ان کے تیور بہت شدید ہوتے ہیں جس سے دوسروں کو اذیت پہنچتی ہے۔ ظاہری غصے کے باوجود اس دوا کا مریض اندر سے خود کو بڑا غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ خصوصاً اپنے مالی معاملات کو۔

اس دوا کے مریض جب بیمار ہوتے ہیں تو پہلا کام یہ کرتے ہیں' سیدھا گھر چلے جاتے ہیں جہاں وہ خود کو ہر قسم کے دباؤ سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ بخار کی زیادتی کی وجہ سے ہذیان میں وہ زیادہ تر اپنے کاروبار کی باتیں کرتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے مال کے عدم تحفظ کا خوف ہوتا ہے۔ اسی لئے ریپرٹری میں برائی اونیا ''غربت کا خوف'' (Fear of Porverty) کے زمرے میں سب سے نمایاں دوا کے طور پر لکھی ہوئی ہے۔ برائی اونیا

کے مریض خاصے مادہ پرست ہوتے ہیں۔ (لیکن آرسینیکم البم سے کم) یہاں تک کہ اس دوا کے تخیل پسند لوگ بھی مالی عدم تحفظ کے خوف کا شکار ہو سکتے ہیں۔اگرچہ اس دوا کے مریض مالی طور پر کافی خوشحال ہوں پھر بھی اُن میں کنگال ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ بے شک یہ بات غربت کے خوف کی مرضیاتی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے۔لیکن ایسی صورت میں نہیں جب مریض حقیقت میں ہی غریب ہو۔

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ عدم تحفظ کا احساس مریض میں معاشرے سے کٹ کر الگ تھلگ زندگی گزارنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر حفاظت کا احساس آنے ہی نہیں دیتے۔ جو خاندان کے افراد' دوستوں اور معاشرے سے اُن میں آ سکتا ہے۔

تاہم اس دوا کے مریض ذمہ داری محسوس کرتے ہیں۔ وہ اکثر اپنے خاندان کی بڑی بڑی ذمہ داریاں اُٹھاتے ہیں۔ لیکن پھر وہ سوچتے ہیں کہ مالی مشکلات کی صورت میں اس کے خاندان کا خیال کون رکھے گا۔ اس کے بعد وہ خود کو لاچار سمجھ کر عدم تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بے شک برائی اونیا کی تکالیف بڑی شدید ہوتی ہیں۔خواہ وہ شدید بیماری کی شکل میں ہو' درد شقیقہ کی شکل میں یا مزمن جوڑوں کے درد کی شکل میں ہوں۔ ہر حرکت اُن کو بڑھا دیتی ہے۔ یہ تکلیف اُن میں خوف پیدا کر دیتی ہے کہ مبادہ وہ مر نہ جائیں۔ لیکن زیادہ تر وہ مایوسی کا ہی شکار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی کوششوں کو ترک کر دیتے ہیں اور قبول کر لیتے ہیں کہ اب وہ ٹھیک نہیں ہوں گے بلکہ مر جائیں گے۔ اگرچہ یہ صحت یاب ہونے سے مایوسی کی علامت ہے لیکن یہ اس شدت کی نہیں ہوتی جس شدت کی آرسینیکم البم اور کلکیریا کارب میں پائی جاتی ہے۔ یہ تو دراصل اُس بات کی قبولیت ہے جسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ (موت کی قبولیت)

جسمانی سطح پر بہت سی علامات ایسی ہیں جو صرف برائی اونیا کے لئے مشہور ہیں جن میں حرکت سے تکلیف میں اضافہ بہت نمایاں ہے۔ آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ اس دوا کے مریض کے درد جب شدید ہو جائیں تو وہ بے سکون اور بے چین ہو جاتا ہے۔ اس کی تکالیف اتنی شدید ہو جاتی ہیں کہ کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ حرکت کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر برائی اونیا کی بجائے رسٹاکس یا آرسینیکم دینے کی غلطی کر سکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس طرح کی بے چینی اور حرکت کرنے

کی کیفیت کے باوجود برائی اونیا کے دردوں کو حرکت سے افاقہ نہیں ہوتا۔

برائی اونیا کی ایک اور اہم علامت دبانے سے تکلیف میں کمی و سکون ہے۔ اسی لئے وہ درد والی جگہ کو پکڑ کر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سر درد میں سر کو باندھ لیتے ہیں۔ یا پھر درد والی کروٹ لیٹتے ہیں۔ دبانے سے سکون کے ساتھ حرکت سے تکلیف بڑھنے کی علامات واضح کرتی ہیں کہ یہ کیوں اپنڈکس کی ایک مخصوص دوا ہے۔ ہر ڈاکٹر اپنڈکس کی اس اہم علامت ''درد کا ردعمل ظاہر کرنا'' کو جانتا ہے۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ اور نرمی سے اپنڈکس پر دباؤ ڈالتا ہے لیکن دبانے سے مریض کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی لیکن جیسے ہی جھٹکے سے جگہ کو چھوڑا جاتا ہے' مریض تکلیف سے دوہرا ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ اس تکلیف میں دبانے سے سکون اور حرکت سے تکلیف میں اضافے کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مجھے وہ اپنڈکس کا کیس یاد ہے جو کہ ہمارے سنٹر کے ڈاکٹروں میں سے ایک ڈاکٹر نے دیکھا تھا۔ تکلیف اتنی واضح اور شدید تھی کہ ڈاکٹر مریض کو ہسپتال بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مریض کو برائی اونیا کی ایک خوراک دے دے۔ لہٰذا اسے دوا کی خوراک دے کر ہسپتال بھیج دیا گیا۔ دوا کا اتنا اثر ہوا کہ ڈاکٹروں کے ہسپتال میں معائنے پر انہیں اپنڈکس کی کوئی شہادت (علامت) نہ ملی۔

عموماً برائی اونیا بائیں طرف کی دوا ہے خاص طور پر درد شقیقہ میں اس کے درد بائیں طرف پائے جاتے ہیں۔ درد شقیقہ عموماً ایک طرف کا درد ہوتا ہے لیکن برائی اونیا جب دوا ہو تو یہ مریض کے سر میں بائیں طرف پایا جائے گا جس کو دبانے سے اور درد والی جگہ ٹھنڈا گیلا تولیہ لگانے سے سکون ہو گا۔ یہ سر درد اپنی نوعیت میں جکڑن دار ہوں گے۔ کسی وقت جگہ بدلیں گے۔ پھر آخر کار تمام سر میں پھیل جائیں گے۔

جسمانی مرضیاتی تبدیلی کی ایک اور واضح علامت میوکس ممبرین (سیرس جھلیوں) میں خشکی کا پایا جانا ہوتا ہے۔ یہ خشکی ایک عام علامت ہے لیکن برائی اونیا کے مریض میں یہ خشکی اُس کے جذباتی پن میں بھی پائی جاتی ہے۔ برائی اونیا کے مریض خشک مزاج ہوتے ہیں۔ وہ جذباتی کیفیات میں زیادہ ملوث نہیں ہوتے۔

اس کے علاوہ جھلیوں کی خشکی پیاس کی زیادتی میں بدل جاتی ہے۔ اس لئے مریض بار بار زیادہ مقدار میں پانی پیتا ہے۔ مریض کو صرف پانی پینا ہوتا ہے۔ اُسے یہ سروکار نہیں ہوتا کہ پانی ٹھنڈا ہو یا گرم۔ اگر کسی مریض میں ٹھنڈا پانی پینے کی خواہش بھی

ہوتو وہ ٹھنڈے پانی کی خواہش فاسفورس کی طرح نہیں ہوتی البتہ اگر مریض (گیسٹر الجیا یا ڈیوڈینل السر) معدہ کا درد یا چھوٹی آنت کے زخم میں مبتلا ہوتو وہ گرم پانی کی خواہش کرے گا جبکہ فاسفورس کا مریض اس حالت میں ٹھنڈے پانی کا متمنی ہو گا۔

یہ بھی خصوصاً یاد رکھا جائے کہ برائی اونیا کا مریض صرف زیادہ پانی پینے والا نہیں ہوتا۔ کچھ تکالیف میں اگرچہ وہ منہ کی خشکی کا اظہار کرتا ہے۔ تاہم اسے بالکل پیاس نہیں ہوتی۔ اس کی یہ علامت بیلاڈونا، نکس موشکاٹا اور نیٹرم میور جیسی ہے۔

برائی اونیا میں اکثر دوپہر کے بعد (سہ پہر کو) تکالیف میں اضافہ دیکھنے میں ملتا ہے جس کے اوقات تین بجے شام، چار بجے شام یا سات بجے شام ہو سکتے ہیں لیکن بہت زیادہ مخصوص ٹائم رات نو بجے سے سونے تک ہے جس میں مریض کی تکلیف بڑھتی ہے۔ یہ برائی اونیا کی مصدقہ علامت ہے۔ اگر یہی تکلیف میں زیادتی صبح نو بجے نظر آئے تو دوائی برائی اونیا کی بجائے کیمومیلا ہو گی۔ برائی اونیا میں چیزوں کی خواہش اور ان سے نفرت کی کوئی خاص علامت نہیں پائی جاتی لیکن پھر بھی اکثر اوقات مریض Oysters کی خواہش کرتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ معدہ کی تکالیف کو گرم پانی سکون دیتا ہے۔

برائی اونیا کا مریض چکر بھی محسوس کرتا ہے مگر اس کے چکر تب بڑھ جاتے ہیں جب وہ گردن موڑ کر اپنی کمر کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بستر میں کروٹ لیتے وقت بھی اسے چکر محسوس ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ اس دوا کے مریض بائیں طرف لیٹنا پسند کرتے ہیں جبکہ دائیں طرف لیٹنے سے اُن کی تکالیف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

برائی اونیا ایسی دوا ہے جو مریض میں مرضیاتی کیفیات آہستہ آہستہ پیدا کرتی ہے اور جب برائی اونیا دی جاتی ہے تو اس کا عمل بھی اسی طرح آہستہ ہوتا ہے۔ اس دوا کے مزمن امراض کے مریضوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ مرضیاتی کیفیت بڑی آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً پانچ سال میں۔ جوڑوں کے درد میں پہلے ایک جوڑ میں ہلکی سی تکلیف پیدا ہو گی، پھر دوسرے میں جبکہ اس کے برعکس فارمیکا روفا میں حیرت انگیز طور پر درد یکدم تمام جوڑوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ برائی اونیا میں ایک سال کے اندر اندر سوجن بڑھ سکتی ہے اور مریض کے جوڑ بھدے ہو سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ مریض میں تشویش اور بے سکونی بڑھ جاتی ہے جو کہ درد کی شدت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اس موقع پر برائی اونیا کی یہ علامت رسٹاکس سے گڈمڈ ہوسکتی ہے۔ دونوں میں تفریق تکلیف میں کمی اور زیادتی دیکھ کر ہی کی جاسکتی ہے کیونکہ رسٹاکس کے ریاحی دردوں کو گرم ٹکور سے سکون ملتا ہے جبکہ برائی اونیا کے ریاحی دردوں کو ٹھنڈی ٹکور سے۔

برائی اونیا میں شدید تکالیف بھی دنوں میں جا کر اُبھرتی ہیں۔ مثال کے طور پر کسی کو ٹھنڈ لگ جائے تو پہلے چند دنوں میں چند علامات اُبھریں گی۔ ہوسکتا ہے کہ تیسرے دن جا کر بخار محسوس ہو اور چوتھے دن مرض اپنی پوری شدت سے مریض کو اپنے لپیٹے میں لے لے۔ جلسی میم میں بھی تکلیف میں بڑھوتری اسی طرح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بیلاڈونا اور ایکونائٹ میں علامات آندھی اور طوفان کی طرح رونما ہوتی ہیں۔

اگر آپ ایک بھی کیس برائی اونیا کی شدید بیماری کا دیکھ لیں گے تو اسے بُھلا نہ پائیں گے۔ مجھے آج بھی اپنا پہلا کیس یاد ہے جسے میں نے ٹھیک کیا تھا۔ یہ ایک برونکائیٹس کا مریض تھا۔ میں اسے اُس کے گھر دیکھنے گیا جہاں وہ ایک دوسرے تنہا غیر شادی شدہ مرد کے ساتھ رہ رہا تھا۔ جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا: 'تم کیسے ہو؟ تم کیا محسوس کرتے ہو؟'' اس نے نہ تو مجھے کسی سوال کا جواب دیا اور نہ ہی اپنا چہرہ میری طرف کیا۔ تمام سوال و جواب کے دوران میں اس کا منہ اپنی طرف پھیرنے میں ناکام رہا۔ اُسے شدید بخار تھا اور اس قدر دردناک کھانسی تھی کہ کھانسی کے آتے ہی وہ اپنا سینہ پکڑ لیتا تھا اور تھوڑی سی بلغم ہی نکال سکتا تھا۔ جب میں نے اُس سے پوچھا کہ اُس نے کیا کھایا تھا تو اُس کے دوست نے بتایا کہ اُس نے پانی کے علاوہ کچھ نہیں لیا ہے۔ یقیناً وہ برائی اونیا کا ایک مکمل کیس تھا جس سے وہ بہت جلد صحت یاب ہو گیا۔

---

11 — کلکیریا کارب

یہ ایک بہت وسیع دوا ہے جو اپنے اندر بہت سی شاخیں رکھتی ہے۔ شاید اسے بیان کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے تینوں مدارج کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے۔

اس دوا کے مریضوں میں ابتدائی خرابی کیلشیم کے جسم میں جذب نہ ہونے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے جس سے دو طرح کے جسم سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کے لوگ موٹے تازے، صاف رنگ اور پلپلے ہوتے ہیں جن کا تذکرہ تقریباً تمام کتابوں میں کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے وزن بہت جلد بڑھتے ہیں اور جب وہ بہت کم حرارت غریزی استعمال کر رہے ہوں تو اُن کا وزن کم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یہ علامت اتنی نمایاں ہے کہ اس دوا کے ایسے مریضوں میں ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس دوا کے مریض ایک اور طرح کی شباہت کے بھی ہیں جو کہ اس دوا کے زیر اثر کم ہی دیکھنے میں ملتے ہیں۔ یہ کمزور دبلے پتلے مریض ہوتے ہیں جن کے چہرے جھریوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ جھریاں اُفقاً اور عموداً بنتی ہیں جن سے چہرے پر مربع نما ڈبے سے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ شباہت ایسے شخص کی ہوتی ہے جو بیماریوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہو۔ اگرچہ ایسے مریض کلکیریا کارب کے عام مریضوں سے الگ دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم یہ اس دوا کی مرضیاتی تبدیلیوں کے تمام مراحل سے گزرتے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ بہت سے نومولودوں اور بچوں کو کلکیریا کارب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ نومولودوں اور بچوں میں اکثر تجویز نہیں کی جاتی۔ تاہم یہ اس عمر کے بچوں کی اہم دوا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انسانی اعضاء میں خرابی کی ابتدائی وجہ کیلشیم کا جسم میں جذب نہ ہونا ہے۔ اسی وجہ سے جب آپ کسی 60-70 سالہ بوڑھے کے لئے اس دوا کو تجویز کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ یقین کر لیتے ہیں کہ وہ جسمانی طور پر کافی مضبوط ہے۔ خاص طور پر ان بوڑھے لوگوں نے اپنی زندگی بڑے چاک و چوبند طریقے سے گزاری ہوتی ہے اور انہیں صحت سے متعلقہ مسائل سے بہت کم دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ ورزش کی زیادتی یا زندگی کی دوڑ میں زیادہ دباؤ کی وجہ سے ان میں مرضیاتی کیفیت پیدا ہوئی ہوتی ہے۔ ان کیسوں میں مرض کی تشخیص بہت ضروری ہوتی ہے۔ ہر وہ شخص جو

بڑھاپے میں اس دوا کا عکس ویسا ہی دے جیسا کہ اُس نے بچپن میں دیا ہوتا ہے تو اسے بہتر جسامت کا انسان سمجھا جائے گا۔

کلکیریا کارب کے بچے ایک واضح اور مخصوص تصویر پیش کرتے ہیں۔ وہ کچھ پلپلے، نرم اور موٹے (Bulky) ہوتے ہیں۔ ان کی رنگت موم کی طرح اور پیلی ہوتی ہے۔ ان میں زیادہ کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اسی لئے وہ جسمانی مشقت سے کتراتے ہیں۔ فطرتاً وہ سنجیدہ سہمے ہوئے اور اپنے آپ پر انحصار کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ دوسرے بچوں کے کھیل میں شامل ہونے کی بجائے باہر بیٹھ کر اُن کو کھیلتے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس دوا کے بچوں میں پسینہ کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ وہ تھوڑی سی جسمانی مشقت سے پسینہ سے شرابور ہو جائیں گے۔ خصوصاً پہلے دس منٹ میں ہی اور ایسی ہی کیفیت ان کی نیند کے دوران ہوتی ہے۔ پسینہ گردن والے حصے سے شروع ہو کر سر اور چہرے پر پھیلتا ہے۔ پھر اوپر والے دھڑ پر بچوں میں نچلے والے دھڑ تقریباً کبھی بھی پسینہ سے متاثر نہیں ہوتے۔ اگرچہ بالغ ہونے پر اُن کے یہ حصے بھی پسینہ سے شرابور ہو جاتے ہیں۔ بالغ بچوں میں اُن کے ہاتھ اور پاؤں پر چپچپا پسینہ آتا ہے۔ بالغ بچوں کو تو سخت سردی میں بھی پسینہ آ جاتا ہے۔ اُن کے جسموں میں کوئی غیر معمولی چیز ہوتی ہے جو سردی میں بھی اُن میں پسینہ لے آتی ہے۔

کلکیریا کارب کے بچوں میں عموماً بار بار نزلہ ہونے کی ہسٹری ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ان میں غدودوں کے سوج جانے کی علامات موسم سرما میں بھی ملتی ہیں۔ یہ بچے عموماً قبض کا شکار رہتے ہیں لیکن انہیں خود کو یہ احساس نہیں ہوتا یا پھر وہ اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے کیونکہ اس قبض سے اُنہیں تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ یہ تو ماں ہے جو خیال کرتی ہے کہ اُس کے بچے نے تین چار دن سے پاخانہ نہیں کیا اور وہ پریشان ہو جاتی ہے۔ کلکیریا کارب کے بچوں کی یہ مخصوص علامت ہے کہ وہ قبض کے دوران خود کو بہتر محسوس کرتے ہیں لیکن جب انہیں اسہال لگ جائیں تو وہ مرجھانا شروع ہو جاتے ہیں۔ تب وہ تکلیف کا اظہار کرتے ہیں اور بے آرامی محسوس کرتے ہیں۔

لیکن بڑے ہو کر ان بچوں کی یہی کیفیت اُلٹ ہو جاتی ہے۔ نوجوانی میں یہ لوگ اسہال کا شکار رہتے ہیں اور قبض انہیں تکلیف دیتی جبکہ اسہال انہیں سکون پہنچاتے ہیں۔ یہ دلچسپ بات نوٹ کر[illegible] کہ کیسے ہومیوپیتھک ادویات میں مختلف مدارج میں

علامات اُلٹ جاتی ہیں۔

کلکیریا کارب کے بالغ لوگوں کی تکالیف میں پایا جانے والا مخصوص اضافہ جو کہ سرد مرطوب موسم میں ہوتا ہے۔ اس دوا کے بچوں میں نظر نہیں آتا۔ بعض ڈاکٹر اُن کے پسینوں کو دیکھ کر غلطی سے انہیں گرم خون (Warm Blooded) والے مریض سمجھ بیٹھتے ہیں کیونکہ وہ ذرا سی محنت سے پسینہ میں شرابور ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نیند کی ابتداء میں وہ پسینے کی وجہ سے اپنے اوپر والے دھڑ سے کپڑا ہٹا دیتے ہیں۔ اس دوا کے بچوں میں نرم اُبلے ہوئے انڈے اور چینی کھانے کی رغبت ہوتی ہے۔ اس دوا کے بچے اچھے طالب علم ثابت ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان میں ذہانت پائی جاتی ہے۔ تاہم اُن کی فہم قدرے کم ہوتی ہے جس وجہ سے انہیں پڑھایا جانے والا سبق ذرا دیر سے سمجھ میں آتا ہے اس لئے عموماً وہ اپنا کام جلد جلد نپٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنا تعلیمی کام محنت سے کرنے کے اہل ہوتے ہیں اسی لئے گھنٹوں اپنا سکول کا کام مکمل کرنے میں صرف کر سکتے ہیں۔

اگر کلکیریا کارب کی جذباتی کیفیات مریض کے بچپن میں پیدا ہو جائیں تو آپ اُن میں بہت زیادہ Mooning-Whining اور Discontentment پائیں گے۔ اُن کی شکایت اور عدم اطمینان کا طریقہ یہ ہوگا کہ آپ اُن سے سوال کریں گے اور وہ آپ کو اُس کا جواب دے نہ پائیں گے۔ کلکیریا کارب کے بچے چھ سے بارہ سال کی عمر میں مافوق الفطرت چیزوں کے بارے میں بہت زیادہ تجسس کا اظہار کریں گے۔ (ان دیکھی اور قیاس سے باہر چیزوں کے بارے متجسس ہوں گے۔)

اکثر وہ بڑی سنجیدگی سے ایسے سوالات کرتے ہیں۔ ''خدا کون ہے؟ خدا ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہتا ہے؟ فرشتے کون ہیں؟ فرشتے کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟ لوگ کیوں مرتے ہیں؟ موت کے بعد انسانوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔'' تاہم ان سوالوں کا دارومدار بچے کے ماضی پر ہے اور یہ عادت فطرتاً بہت سے بچوں میں ہوتی ہے۔ بعض بچوں میں یہ کیفیت بہت شدید ہو جاتی ہے جو کہ اُن میں انتہا کی مرضیاتی تبدیلیاں پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔ ایسی شدید مرضیاتی تبدیلیوں کے بعد بچہ کہتا ہے کہ وہ درحقیقت ایک فرشتے کا انتظار کر رہا ہے جو اُس کے پاس آئے گا اور اُسے جنت میں لے جائے گا۔

میں اس دوا کے بچے کی ٹھیک ٹھیک پیشین گوئیوں کے بارے میں تفصیل نہیں دے سکتا۔ جو کہ اُس کی اردگرد کی دنیا کے مشاہدے سے اُس کے اندر سما جاتی ہیں۔ وہ لوگوں کے ساتھ ظلم اور ناانصافی دیکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ بچے اپنے ماں باپ کے درمیان تضاد اور فساد کو بھی محسوس کرتے ہوں۔ پھر اُن میں سے کوئی خدا کا حوالہ دیتا ہو اور وہ بچے کے ذہن میں سرائیت کر گیا ہو۔ ہوسکتا ہے خدا' فرشتے اور دوسری مافوق الفطرت چیزیں اور اُن کا احساس بچوں میں دنیا کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتے ہوں۔ وہ ان چیزوں کے بارے میں سوچنے میں مشغول رہتے ہیں اور سوال کرتے ہوئے وہ اپنے خوشگوار تصورات میں گم اپنے اندر کی تسکین کرتے ہیں۔

بالغوں میں یہ پیشین گوئیوں کی عادت بدل کر پاگل ہو جانے کا روپ دھار لیتی ہے۔ بالکل اسی طرح جذباتی کیفیات اور دماغی سطح بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔ وہ اپنی توجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر مرکوز کر لیتے ہیں اور غیر متعلقہ تفصیل میں اُلجھ جاتے ہیں۔ وہ بے ہودہ قسم کے چھوٹے چھوٹے مذاق کرتے ہیں۔ یا پھر مریض غیر اہم اشیاء کے بارے میں مفصل بات کرتا ہے جو کہ دوسروں کے لئے معمولی سی بات ہوتی ہے۔ دماغی حالت اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد اسے اپنے مستقبل کے بارے میں تشویش شروع ہو جاتی ہے جو کہ بڑھتے بڑھتے اپنی صحت کے متعلق تشویش میں بدل جاتی ہے۔ ایسے وقت میں کلکیریا کارب کے مریض جراثیمی بیماریوں (Infectious Diseases) مثلاً ٹی بی' دل کی بیماریوں' کینسر وغیرہ کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آج کل کے دور میں ایسے مریض آپ کو خاص طور پر دل کی بیماری اور کینسر کے خوف سے متاثر نظر آئیں گے جو کہ مریض کو ختم کر دینے والی بیماریاں ہیں۔ لامحالہ ان کے اس خوف کے پیچھے موت کا خوف ہوگا۔

آخرکار مریض اس خوف سے تو چھٹکارا پالیں گے مگر وہ ہسٹریا کی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے اکثر ایسا محسوس ہوگا کہ مریض اپنی عقل و فہم کھو چکا ہے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی ہوگی کہ انہیں کس چیز کی ضرورت ہے اپنی اس حالت سے زچ ہو کر وہ تشدد پر اُتر آئیں گے۔ وہ اوپر نیچے حرکت کو پسند کریں گے (جیسے جھولا جھلایا جائے)۔ تشدد میں وہ چیزوں کو زور زور سے پھینکیں گے۔ یہاں تک کہ خود بھی کھڑکی سے کود جانے کی کوشش کریں گے۔ یا پھر دوسروں کو گولی مار دینے کا جذبہ اُن میں اُبھرنے لگے گا۔ یہ سب کچھ بغیر سوچ بوجھ کے ہوگا۔ یعنی اس میں مریض کی عقل کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہوگا۔

وہ Tuymoil کیفیت میں ہوں گے اور دوسروں پر چیخنا چاہیں گے۔ یا پھر کوئی مایوسی کی حرکت کریں گے۔ اس مقام پر اس دوا کے مریض حقیقتاً پاگل پن کے کنارے پر ہوتے ہیں۔ اگر اُن کا یہ پاگل پن مزید بڑھ کر شیزوفرینیا (Schizophrenia) یا کسی سائیکوٹک مرض میں تبدیل ہو جائے تو پھر کلکیر یا کارب کے ساتھ کسی دوسری دوا کی مدد بھی حاصل کرنا ہو گی کیونکہ اس پوزیشن میں مریض کو کلکیر یا کارب مکمل شفاء نہ دے سکے گی۔

دراصل اس دوا میں خوف اپنے حواس کھو دینے اور اَن دیکھی چیزوں کا ہوتا ہے۔ چونکہ ان مریضوں نے دماغ سے بہت زیادہ کام لینا سیکھا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دماغ اور قوت ارادی سے اپنی مشکلات پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ تب اُن میں بڑا خوف اپنے حواس معطل ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اس دوا میں دماغی مرضیاتی کیفیت دراصل دباؤ اور اس دباؤ کو ختم کرنے کی طویل عرصہ کی کوشش کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔

عام حالات میں یہ صحت مند اور قابل لوگ ہوتے ہیں۔ تاہم طویل عرصے تک ذہنی دباؤ اور زیادہ دماغی محنت اُن کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ پہلے وہ جسمانی سطح پر ٹوٹتے ہیں۔ پھر جذباتی سطح پر اور آخر میں ذہنی سطح پر۔ ضرورت سے زیادہ مشقت خواہ جسمانی ہو یا ذہنی کلکیر یا کارب کے مریض کے لئے زہر ہے۔

کلکیر یا کارب کے بالغ مریضوں کی جسمانی مرضیاتی تبدیلی ابتدائی طور پر مریض کے ہڈیوں سے منسلک پٹھوں کے نظام کو متاثر کرتی ہے۔ جسمانی سطح پر ریاحی تکالیف اور گٹھیاوی تکالیف کی نمود ہوتی ہے۔ بالغ لوگوں میں یہ علامت بہت پکی ہے کہ مریض سرد اور مرطوب موسم میں تکلیف میں اضافہ محسوس کرتا ہے جبکہ گرمی میں سکون۔ اس دوا کے مریض کے جسم کا پہلا حصہ جو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے وہ Lumber Region ہے۔ تکلیف وہاں سے شروع ہو کر Cervical Region اور پھر بازوؤں اور ٹانگوں کی طرف پھیلتی ہے۔ جب کبھی آپ دیکھو کہ کوئی شخص موٹا ہے۔ سرد مرطوب موسم سے تکلیف اُٹھاتا ہے اور اُس کی تکالیف کا مرکز ریاحی تکالیف اور گٹھیاوی تکالیف ہیں تو مریض کو کلکیر یا کارب تجویز کرنے کے بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔

اس دوا کے مریضوں کے بازو اور ٹانگیں سرد ہوتے ہیں۔ وہ جرابیں پہن کر بستر میں جاتے ہیں۔ تاہم آدھی رات یا اس سے تھوڑا قبل یہ جرابیں اُتار دیتے ہیں کیونکہ اُن کے پاؤں میں جلن شروع ہو جاتی ہے۔

اس دوا کے مریض کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ "اسے خوف ہوتا ہے کہ دوسرے کہیں اُس کی ذہنی کیفیت کو جان نہ لیں" وہ اپنی کند ذہنی اور فہم و ادراک کی کمی سے واقف ہوتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں چاہتے کہ دوسروں پر اُن کی اصل کیفیت عیاں ہو جائے۔ یہ ایسی علامت ہے جو اس دوا کے مریض خود سے کبھی بھی آپ کو نہ بتائیں گے۔ اس لئے باقی علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ اس علامت کی مریض سے سوال کر کے تصدیق کر سکتے ہیں۔ آپ کے جواب میں وہ عموماً بڑی دقت سے "ہاں" کہیں گے لیکن پھر اُن میں سکون کی لہر دوڑتی محسوس ہو گی۔ انہیں کتنا سکون ملا ہے۔ مشاہدہ کرنے والے کو اُس کے چہرے سے واضح پتہ چل جائے گا۔

یہ بات غور کرنے کی ہے کہ مریض میں جذباتی اور ذہنی مرضیاتی کیفیت پیدا ہونے کے دوران اُس کی جسمانی تکالیف کی علامات غائب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ سب سے پہلے تو اُس کے پسینے غائب ہو جاتے ہیں۔ اب ان کو سرد مرطوب موسم تکلیف نہیں دیتا۔ ہوسکتا ہے کہ اب بھی اُن کو سردی زیادہ محسوس ہو لیکن اتنی شدید نہیں جتنی پہلے ہوا کرتی تھی البتہ انڈے کھانے اور چینی کھانے کی خواہش بالکل معدوم ہو جائے گی۔

مرضیاتی کیفیت کے اس درجے میں ڈاکٹر اکثر کلکیر یا کارب اور فاسفورس کی علامات میں اُلجھ جاتے ہیں کیونکہ صحت کے متعلق تشویش' موت کا خوف' کینسر کا خوف اور دل کی بیماری کا خوف فاسفورس کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے جبکہ طوفانی آندھی اور اندھیرے سے خوف کلکیر یا کارب کے بھی اکثر مریضوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کلکیر یا کارب کے مریضوں میں بھی دل کی دھڑکن محسوس کی جاتی ہے جو کہ فاسفورس سے ملتی جلتی علامت ہے۔

ایسی صورت میں اگر مریض میں ٹھنڈے پانی کی خواہش کے ساتھ آئیس کریم کی رغبت اور نمک زیادہ کھانے کی خواہش بھی پائے جائے تو دونوں میں تفریق کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

تاہم کچھ نقاط ایسے ہیں جن کو مدنظر رکھ کر ہم کلکیر یا کارب کو فاسفورس سے الگ کر سکتے ہیں۔ اس میں سب سے پہلا نقطہ تو یہ ہے کہ کلکیر یا کارب کا مریض محفل میں بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر کرتا بھی ہو تو اس شدت کے ساتھ نہیں جتنا فاسفورس کا مریض محفل کو پسند کرتا ہے۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ کلکیر یا کارب کا مریض بائیں کروٹ لیٹنا چاہتا

ہے جبکہ فاسفورس کے مریض کو اس کروٹ پر بے چینی ہوتی ہے اور وہ دائیں کروٹ لیٹنا پسند کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کلکیر یا کارب کا مریض غذا گرم گرم کھانا پسند کرتا ہے جبکہ فاسفورس کا مریض ٹھنڈی کر کے کھانا پسند کرتا ہے۔ دونوں ادویات کے مریض ٹھنڈا پانی پسند کرتے ہیں مگر فاسفورس کا مریض زیادہ ٹھنڈا پانی پسند کرتا ہے اور اس کے ٹھنڈے پانی کی خواہش کلکیر یا کارب کے مریض سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ آخری نقطہ جس سے ہم بہتر تفریق کر سکتے ہیں وہ جسمانی ساخت ہے۔ فاسفورس کا مریض دبلا پتلا اور نازک مزاج ہوتا ہے جبکہ کلکیر یا کارب کا مریض موٹا اور پلپلا ہوتا ہے۔ ہاں اگر اس دوا کا مریض پتلا بھی ہو تو اس کے چہرے اور جسم پر جھریاں دکھائی دیتی ہیں اور فاسفورس کے مریض کی طرح اس کے چہرے پر لطافت نظر نہیں آتی۔

---

12 — کلکیریا فاس

کلکیر یا فاس ایسی دوا ہے جسے ڈاکٹروں نے مناسب طریقے سے نہیں سراہا۔ یہ بہت گہرا اثر کرنے والی دوا ہے اور اس کی علامات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ لیکن یہ زیادہ دوسری ادویات کے ساتھ گڈمڈ کر دی جاتی ہے۔ وہ بھی ایسی ادویات کے ساتھ جنہیں ہومیو پیتھ بنیادی طور پر "Polychrest" کہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے بھی شروع شروع میں یہ غلطی کی اور اس دوا کی بجائے مریضوں کو کلکیر یا کارب، فاسفورس، فاسفورک ایسڈ یہاں تک کہ کیمومیلا دیتا رہا اور ناکامی کا سامنا ہوتا رہا۔ میں نے اس دوا کو دوسری ادویات سے الگ شناخت کرنے کے لئے کچھ امتیازی نقاط اکٹھے کئے ہیں۔ اس سبق میں، میں ان مخصوص علامات کو اُجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہی نہیں ان نقاط کے ساتھ دوا کی عام علامات بھی ساتھ ساتھ واضح کروں گا۔

"Discontent" "بے اطمینانی" یا "عدم اطمینان" "ناخوشی" یہ وہ باتیں ہیں جن کے گرد اس دوا کی علامات گھومتی ہیں۔ اس دوا کا مریض یہ نہیں جانتا کہ اُسے کیا چاہئے۔ وہ صرف یہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کے نظام کے ساتھ کچھ غلط ہو گیا ہے۔ کیا ہو گیا ہے، اس کی وہ وضاحت نہیں کر سکتا۔ اُس میں سستی در سستی آتی ہے اور یہ سستی تمام نظام کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہے اور یہ سستی جسم میں ایک عجیب سی بے اطمینانی اور

ناخوشی پیدا کرتی ہے۔ کلکیر یا فاس کے مریض کا ایک مخصوص وقت ہے جس وقت پر اُس کی تمام طاقت کمزور پڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شدید بیماری ہو۔ کسی قسم کا اچانک صدمہ ہو یا پنسلین کے ٹیکے کے بُرے اثرات وغیرہ۔ کوئی بھی وجہ رہی ہو اس کے بعد تیزی سے طاقت میں کمی آتی ہے۔ یہ ناطاقتی رات بھر میں نہیں آتی بلکہ یہ آہستہ آہستہ کچھ وقت پر محیط ہوتی ہے۔ اُس وقت کے بعد اپنے دماغ میں انجماد سا اور سستی محسوس کرتا ہے۔ اُس کے جذبات بکھرنے لگتے ہیں اور جسمانی طاقت جواب دینے لگتی ہے۔ یہ کمزوری کی کیفیت مریض کے تینوں مدارج، ذہن، جذبات اور جسم کو متاثر کرتی ہے یہی وجہ ہے جو مریض میں کمزوری سرائیت کرتی ہے اور اس میں بے اطمینانی اور ناخوشی کی کیفیت تک لے آتی ہے۔

کلکیر یا فاس کے مریض میں کمزوری دفعتاً اُس کی دماغی سطح میں اُبھرتی ہے۔ مریض محسوس کرتا ہے کہ اُس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ اسی انداز میں اُس کے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں مریض کی علامات کلکیر یا کارب جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ دماغی طاقت اپنی اصل سطح سے ایک تہائی کم ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت دماغ میں سرائیت کرنے والی دماغی اُلجھن نہیں ہوتی بلکہ دماغی عوامل اپنا پورا کام کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے کام کرنے کی رفتار کم ہو جاتی ہے اور مریض کو دماغی کام کرنے کے لئے پہلے سے زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے۔

کلکیر یا فاس کا مریض حساب کا کام کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر مریض کو حساب کا سوال حل کرنا ہے، پہلے وہ یہی سوال 10 منٹ میں نکال لیتا تھا اب اُسے یہ سوال حل کرنے کے لئے 25 منٹ لگ جاتے ہیں۔ پھر ذہنی محنت کے زیادہ لگانے کی وجہ سے وہ اپنے ذہنی کاموں میں غلطیاں کرنے لگتا ہے جس میں کبھی تو وہ آگے پیچھے لکھ جاتا ہے اور کبھی الفاظ ہی بھول جاتا ہے۔ اُسے اپنے ذہن کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنے میں بہت دقت محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا مریض بھلکڑ بن جاتا ہے اور بہت سی باتیں بھولنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ کمرے میں کوئی چیز لینے جاتا ہے اور کمرے میں جا کر اُسے یاد نہیں رہتا کہ وہ کیا لینے آیا تھا۔

ایک نارمل صحت مند انسان میں خیالات پیدا ہوتے ہیں اور نئے عزم اور ولولے اُبھرتے ہیں۔ وہ نئے انداز اور خیالات پیش کرتا ہے جو کہ اُس کے ذہن کی صلاحیت کا

آئینہ ہوتے ہیں مگر کلکیر یا فاس کا مریض اس صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں جب اُس کا دماغ پراگندہ نہ ہو وہ اپنا کام وقت پر مکمل کر لیتا ہے لیکن ایسے وقت میں بھی اُس کا کام سست روی کا شکار ہوتا ہے۔ اس کام کے لئے بھی اسے بہت محنت اور کوشش کرنا پڑتی ہے۔

لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ کلکیر یا فاس کے مریض کو "Stimulate" ''تیز'' کیا جا سکتا ہے تا کہ وہ اپنے پہلے والے انداز اور رفتار سے کام کر سکیں۔ اس کے لئے کام کو دلچسپ بنانا ہو گا جس میں مریض پورے انہماک سے کام کر سکے۔

اس دوا کے مریض روزمرہ (Routine) کے کاموں سے اُکتاہٹ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اکثر وہ روزمرہ کے کاموں سے ہٹ کر دیگر کاموں کو دلچسپی سے کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ذہن اپنی قوت حیات میں کمزوری یا کمی محسوس کرتا ہے لیکن اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے جس کے لئے ایسے شخص کو مناسب ترغیب دینا ہو گی اور کام کو دلچسپ بنانا ہو گا۔

عموماً اس دوا کے مریض کے لئے ذہنی کام کی ضرورت ہی اسے بہت زیادہ تکلیف دہ لگتی ہے جبکہ اس کے برعکس کلکیر یا کارب کا مریض بغیر کسی شکایت کے اپنے سامنے پڑا ہوا ڈھیر کام کر جاتا ہے۔ کلکیر یا فاس کا مریض ایسے کام سے کتراتا ہے۔ ایسے مریض کو ذہنی کام کرنے سے سر درد شروع ہو جاتا ہے۔ سکول کے بچوں کے سر درد کے لئے جو ذہنی کام سے سر درد کا شکار ہو جاتے ہیں' کلکیر یا فاس ابتدائی دوا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر سکول کے بچوں کو جسمانی مشقت سے سر درد ہو تو کلکیر یا کارب دوا ہوتی ہے۔

کلکیر یا فاس کے مریض غم یا بُری خبر سن کر تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرض کریں ایک شخص ایک فون کال سنتا ہے جس میں اسے بتایا جاتا ہے کہ اُس کا بیٹا ایک کار حادثے میں مر گیا ہے۔ اس بات سے بہت سے لوگوں کو غم کے دورے پڑیں گے۔ ان دوروں میں وہ چیخیں گے اور روئیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پھر آہستہ آہستہ اُن کا دماغی نظام بہتر ہونے لگے گا لیکن اگر وہ مریض کلکیر یا فاس کا ہے تو یہ غم اُس پر مکمل طور پر غالب آ جائے گا۔ وہ بالکل ٹوٹ کر بکھر جائے گا اور کسی طرح بھی اس صورتحال میں سنبھل نہ سکے گا۔ دراصل یہ غم نہیں ہوتا جو اُسے متاثر کرتا ہے بلکہ یہ اُس واقعے کا شدید ذہنی دباؤ ہوتا ہے جو اُسے سنبھلنے نہیں دیتا۔

جذباتی سطح پر بھی مریض سستی کا شکار ہوتا ہے جس کی وجہ سے اُس کے اندر لاپرواہی، سردمہری نمایاں ہو جاتی ہے۔ لگتا ہے اُس کی تمام ترغیبات اور جذبات ختم ہو چکے ہیں لیکن یہ سب کچھ اتنا شدید نہیں ہوتا جتنا فاسفورک ایسڈ میں ہوتا ہے۔ تاہم کلکیر یافاس میں یہ ٹھہراؤ اتنا مکمل نہیں ہوتا کیونکہ اس دوا کا مریض اس صورت میں بھی شدید بے اطمینانی کو بہت محسوس کرتا ہے۔

آخر میں اس دوا کے مریض کی جسمانی حالت پر ہم تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کلکیر یافاس کا مریض بے سکت ہو جاتا ہے۔ کسی صدمے یا کسی ایسے واقعے سے جس سے اُس کے دماغ پر دباؤ پڑ گیا ہو اس کے بعد وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنا پیشہ ورانہ ٹینس کا کھیل بھی سانس لئے اور تھکن کا شکار ہوئے بغیر نہیں کھیل سکتا۔ بالکل ایسے ہی جیسے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پٹھے بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔

کلکیر یافاس کے بارے میں ایک بنیادی بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اس کے مریض اپنی ذہنی، جذباتی اور جسمانی کمزوری کے ساتھ ساتھ بے اطمینانی کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ کچھ غلط ہو رہا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ کیا غلط ہو رہا ہے؟ کوئی چیز بھی اُنہیں مطمئن نہیں کر سکتی۔ یہ کیفیت بالکل ٹیوبرکولینم کے مریضوں جیسی ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ ٹیوبرکولینم والی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان میں ٹیوبرکولینم جیسی بدنیتی پائی جاتی ہے۔ یہ کیفیت کیمومیلا کی طرح بھی ہے مگر کلکیر یافاس کے مریض میں کیمومیلا کے مریض جیسی شدت پسندی اور تشدد کی علامت نہیں ہوتی۔

کلکیر یافاس کے بچے کا عکس ہمیں اُس کی بلوغت کے بعد بھی مدد دیتا ہے۔ مجھے ایک ڈاکٹر کے بچے کا کیس یاد آ رہا ہے جسے سر پر چوٹ آئی تھی۔ اُس کے بعد وہ چڑچڑے پن کا شکار ہو گیا۔ ہم اُس سے پوچھتے کہ وہ کیا محسوس کرتا ہے؟ کیا اُس کے سر میں درد ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ ہر سوال کے جواب میں وہ بلند آواز سے چیختا تھا۔ رات کو وہ نیند سے دھاڑ مار کر اُٹھتا لیکن وہ اس کی وجہ نہ بتا پاتا تھا۔ اگرچہ والدین اُسے صبح تین بجے سیر پر لے جاتے لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر سیر پر جانے کو کہتا۔ میں نے اس بچے کو کیمومیلا سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی مگر وہ تندرست نہ ہوا آخرکار میں نے اُسے کلکیر یافاس دی تو اُس نے تمام کیس کو صاف کرتے ہوئے مریض کو مکمل صحت یاب کر

اس دوا کی بے اطمینانی مریض میں بلوغت کے بعد بھی ملتی ہے۔ وہ آہ و بکا کرتے ہیں، کراہتے ہیں مگر نہ تو اُس کی وجہ بتاتے ہیں اور نہ ہی کسی بات سے مطمئن ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے دماغی و جسمانی نظام میں کوئی بڑی گڑبڑ ہے لیکن وہ اسے درست کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ یہ بے اطمینانی اُن کی نیند میں بھی سرائیت کر جاتی ہے اور وہ نیند میں بھی کراہتے رہتے ہیں۔

بہت سی دوسری ادویات کی طرح جو کہ مختلف نمکیات سے مل کر بنتی ہیں کلکیر یافاس میں بھی دونوں نمکیات کی علامات پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے مریض میں کلکیر یا کی طرح کی ورزش اور مشقت سے تکالیف میں اضافہ (خصوصاً ذہنی مشقت سے) ہوتا ہے اور فاسفورس کی طرح مریض کی کمزوری کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ کلکیر یا کارب کی طرح بچے دیر سے چلنا اور بولنا سیکھتے ہیں جبکہ فاسفورس کا طوفانی آندھی کا خوف بھی ان میں پایا جاتا ہے۔ بچوں میں تالو کی ہڈی کا جلدی نہ جڑنا کلکیر یافاس کی خاص علامت ہے۔ اگرچہ طوفانی آندھی سے خوف کے تحت کلکیر یافاس ریپرٹری میں تیسرے درجے میں درج ہے مگر میں نے اسے دوسرے درجے میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں اس دوا کو ہمدردی اور دوسروں کے لئے تشویش جیسی علامات کی فہرست میں بھی شامل کرتا ہوں۔ یہ مریض بھی دوسروں کی تکلیف سے متاثر ہوتے ہیں لیکن وہ فاسفورس کے مریضوں کی طرح اتنے الگ تھلگ نہیں ہو پاتے اور نہ ہی اس کا اظہار کر پاتے ہیں۔ کلکیر یافاس میں یہ زیادہ تر اُس کی اندرونی کیفیت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس کا اظہار فاسفورس کی طرح کھلم کھلا نہیں کر پاتے کیونکہ ان میں اتنا شدید اظہار کرنے کی طاقت ہی نہیں ہوتی۔

لیجئے اب میں کلکیر یافاس کی کچھ رہنما علامات بیان کرتا ہوں جو اسے دوسری ادویات سے الگ کرتی ہیں۔ اس دوا کا ابتدائی نشانہ ریڑھ کی ہڈی کا **Cervical** والا حصہ ہوتا ہے اور اوپر والا **Thoracic** والا حصہ۔ ان کے ساتھ **Scapula** بھی متاثر ہوتا ہے۔ ان جگہوں پر بجلی کی طرح جھٹکے لگتے ہیں جو جسم کے ہر طرف پھیلتے ہیں۔ یہ درد خصوصاً ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں اور سرد مرطوب موسم سے بڑھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ علامت رسٹا کس اور سمی سی فیوگا سے بھی ملتی ہے۔

Cervical Region کے لئے مختلف وجوہات اور ادویات کا بغور مطالعہ کرنے کے لئے ایک موزوں ترین جگہ ہے۔ خصوصاً جذباتی اور دماغی علامات کے مطالعے کے لئے کیونکہ

یہ وہ جگہ ہے جہاں سے انسان اپنی روزمرہ کی مصروفیات کے لئے درکار طاقت اور ان کو پورا نہ کر سکنے میں اپنی طاقت کی کمی کا اندازہ لگاتا ہے۔ طاقت کی ضرورت اور رسد میں تضاد سے آج کل شہری آبادی زیادہ متاثر ہوتی ہے کیونکہ شہری آبادی میں دباؤ ایسا ہوتا ہے جس سے ہمارا جسم ناآشنا ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کی قوت حیات اس دباؤ کو برداشت کرنے کی سکت نہ رکھتی ہو تو اس کا مدافعاتی نظام ''سروائیکل ایریا'' میں رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے۔ جس کی خرابیاں دماغی اور جذباتی نظام کو متاثر کرنے لگتی ہیں۔

یہ عمل دوسری ادویات میں بھی وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ مرضیاتی کیفیت زیادہ تر کلکیر یافاس سے ہی منسوب کی جاتی ہے۔ مریض یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے کوئی ہاتھ گردن کی خون کی نالیوں کو دبا رہا ہے اور خون کا بہاؤ بند ہو رہا ہے۔ یہ کلکیر یافاس کی مخصوص علامت ہے۔

عموماً کلکیر یافاس کے مریض سرد مرطوب موسم کو برداشت نہیں کر پاتے۔ لیکن یہ برف کے پگھلنے کے موسم کے ساتھ خصوصاً منسلک ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ اس دوا کا مریض اُس وقت تو اتنی تکلیف محسوس نہیں کرتا جب برف پڑ رہی ہوتی ہے لیکن جیسے ہی برف پگھلنا شروع ہوتی ہے تو بخارات اُٹھنا شروع ہو جاتے ہیں جس سے مریض کا تمام جسم سختی اور اکڑن کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ کلکیر یافاس کے مریض سردی سے تکلیف اُٹھاتے ہیں تاہم کچھ مریض کلکیر یافاس میں فاسفورس کا عنصر ہونے کی وجہ سے گرم مزاج (Warm Blooded) بھی ملتے ہیں لیکن ان چند مریضوں میں بھی درد سرد مرطوب موسم میں بڑھ جاتے ہیں اور اُن کے پاؤں سرد ہوتے ہیں جو کلکیر یافاس کی خاص علامت ہے۔

کلکیر یافاس کے مریضوں کے جسم کا اکڑاؤ رسٹاکس سے ملتا جلتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں یہ اکڑاؤ صبح کو بڑھتا ہے اور دن میں مسلسل حرکت سے کم ہو جاتا ہے۔ کلکیر یافاس میں ٹانگوں کے پٹھے اور پٹھوں کے جوڑ اپنی قوت حیات کھونے لگتے ہیں جس سے اُن میں لچک کم ہو جاتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی میں بھی یہ کیفیت خصوصیت کے ساتھ دیکھنے میں آتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ Scoliosis کے مرض میں ایک اہم دوا ہے۔ بعض اوقات اس دوا کے مریض کو اگنیشیا کے مریض کی طرح Sighing (لمبی سانس لینے ہوکے بھرنے) کی تکلیف ہوتی ہے مگر اگنیشیا کے مریض میں یہ تکلیف کسی شدید صدمے

کے بعد ہوتی ہے جبکہ کلکیر یافاس میں شاید مریض کو آکسیجن کی کمی کی وجہ سے لمبا اور گہرا سانس لینا پڑتا ہے تا کہ وہ زیادہ مقدار میں آکسیجن پھیپھڑوں کو دے سکے۔ مریض ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے کیونکہ اُسے اپنا سانس تسلی بخش محسوس نہیں ہوتا۔ بعض اوقات مریض Solar Plexus میں اینٹھن محسوس کرتا ہے جس کو اگنیشیا کی علامت سے الگ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تفریق کرنے کے لئے اتنا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اس اینٹھن کے دوران اگنیشیا کے مریض کے چہرے پر پسینہ آتا ہے جبکہ کلکیر یافاس کے چہرے پر پسینہ دیکھنے میں نہیں آتا۔

اگرچہ ریپرٹری میں کلکیر یافاس کو "Desires for Sweets" (میٹھے کی خواہش) کی فہرست میں نہیں لکھا گیا تاہم میرے نزدیک اس دوا کا مریض میٹھی اشیاء کھانا پسند کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کوئلوں پر بھنا ہوا گوشت کھانے کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ ایک دلچسپ بات جو اس دوا کے بارے میں میرے مشاہدے میں آئی ہے وہ اس کی دیر تک ''زیادتی'' (Aggravation) ہے۔ یہ زیادتی 10 سے 20 دن تک جا سکتی ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ دوا جسم کے ہر عضو میں گہرائی تک جا کر اُسے ہلا دیتی ہے اور پھر مریض صحت یابی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ جب علامات موجود ہوں تو اس دوا کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔

13۔ کینابس انڈیکا

یہ وہ دوا ہے جو ہماری موجودہ ماڈرن سوسائٹی میں نفسیاتی امراض کی ادویات کے مسلسل استعمال کی وجہ سے اب معاشرے کی ضرورت بن گئی ہے۔ فطرتاً یہ دوا ایسے مریضوں پر استعمال ہوتی ہے جن کے ذہنی اور جذباتی نظام میں فتور واقع ہو رہا ہو۔ وہ لوگ جن پر یہ دوا کام کرتی ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قسم دوسری قسم سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔

پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے جو بنیادی طور پر خالصتاً جذباتی ہوتے ہیں۔ وہ ہر بات کو ذہن کی بجائے جذبات سے ناپتے ہیں۔ دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو ہر بات کو ذہنی صلاحیتوں سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں خوف پایا جاتا ہے کہ وہ خود کو

سنبھال نہ سکیں گے۔ اُن کے مسائل اسی خوف کے زیرِاثر ہوتے ہیں۔ ان دونوں قسموں کے مریضوں کی علامات نیچے علیحدہ علیحدہ لکھی جائیں گی۔

پہلی قسم یعنی جذباتی قسم کے مریض اس بات کو فوقیت دیتے ہیں کہ انہیں دماغ استعمال نہ کرنا پڑے۔ یہ لوگ ریاضی سے متعلقہ اور کسی قسم کے تجزیاتی کام کو بخوبی سرانجام نہیں دے پاتے جیسے جیسے دوا کی مرضیاتی کیفیت اُن کو اپنے زیرِتسلط لیتی جاتی ہے، وہ خود کو ہلکا، Etherenl اور Ecstatic محسوس کرنے لگتے ہیں۔ وہ زیادہ وقت خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر کے خوش ہوتے ہیں۔

ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے ان مریضوں کی قوت حیات اور جسم میں کوئی Tenuous تعلق یا رابطہ ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ بڑی آسانی سے اپنا جسم چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ اکثر Samadhi کی طرح کی کیفیت محسوس کرتے ہیں اور جلد ٹرانس میں آ جاتے ہیں چاہے وہ اس ہپناٹزم والی اصل بنیاد سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ اس پوزیشن میں وہ خود کو نفسیاتی مسائل کا شکار بھی محسوس کرتے ہیں۔

جب وہ سوتے ہیں تو وہ محسوس کرتے ہیں کہ اُن کی روح جسم سے الگ ہو کر کسی اور دنیا کی سیر کرتی ہے۔ بعض اوقات وہ رات کو جاگتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے جسم میں نہیں بلکہ جسم سے باہر پڑے ہیں۔ اس حالت میں وہ اپنی ٹانگوں کو حرکت دینے کی کوشش کریں تو محسوس کرتے ہیں کہ وہ انہیں حرکت نہیں دے سکتے۔ پھر وہ بار بار حرکت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کچھ نہیں کر پاتے۔ یہ Cataleptic کی طرح کی حالت ہوتی ہے اور یہ مریض کو ڈرا دینے والی ہوتی ہے۔

اکثر یہ مریض Ecstatic اور Exalted کیفیت میں ہوتے ہیں لیکن جب وہ شدت سے جسم کو بکھرا ہوا پاتے ہیں تو شدید خوف محسوس کرتے ہیں۔ وہ یہ بات خود پر مسلط کر لیتے ہیں کہ وہ اس حالت میں مر جائیں گے۔ بار بار یقین دہانی کرانے کے باوجود کہ وہ اس حالت میں نہیں مریں گے وہ اس خوف سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ پس اس طرح اُن کے دماغ میں موت یا پاگل ہو جانے کا خوف سما جاتا ہے لیکن یہ خوف کے لمحات بہت تھوڑے وقت کے لئے دماغ کو پریشان کرتے ہیں پھر غائب ہو جاتے ہیں۔

یہ لوگ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ اُن کا حسی نظام تباہ ہو رہا ہے۔ کینابس انڈیکا ایسے مریضوں کی تمام حسیات کو تیز کر دیتی ہے پھر تمام احساسات تیزی سے آنے لگتے

ہیں۔

جب مریض کی حسیات خراب ہو جائیں تو اُسے وقت بہت سست روی سے گزرتا محسوس ہوتا ہے۔ اندرونی طور پر اُن میں بہت تیزی ہوتی ہے اسی لئے انہیں بیرونی دنیا کے کام بڑی سست رفتار سے ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وقت کے ہاتھوں بہت پریشان ہوتے ہیں جو گزرنے میں ہی نہیں آتا۔ دوسرے لفظوں میں وقت بہت آہستہ آہستہ گزرتا ہے۔

اس کے علاوہ اُن میں فاصلے کا احساس بھی بگڑ جاتا ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے اصل مقام سے بہت دور ہٹا دیئے گئے ہیں اور وہ چیزوں سے دوری کی طرف اُڑ رہے ہیں یا سفر کر رہے ہیں۔ انہیں اپنی ٹانگیں جسامت میں چھوٹی دکھائی دیتی ہیں۔

ان تخیلاتی علامات کے باوجود ایسے مریض جب اپنے حواس میں ہوتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کہ اُن میں کوئی مرضیاتی تبدیلی آ رہی ہے۔ اُن کا ذہن سست، فضول سا اور بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے کام میں نااہلیت محسوس کرتے ہیں اور حقیقت میں دیر تک اپنے دماغ اور اہلیت کو ایک نقطے پر مرکوز نہیں کر پاتے خصوصاً یہ لوگ ایک کام سے دوسرے کام کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے اندر اطمینان محسوس نہیں کرتے۔ بعض اوقات یہ ایک کام صرف اس لئے چھوڑ جاتے ہیں کہ اُس کام میں اُن کے لئے کوئی دلچسپی کا سامان نہیں ہے۔ اس لئے وہ کسی اور کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وہ کام کو اس لئے قطعی نہیں چھوڑتے کہ اُس میں کوئی سختی یا تلخی پائی جاتی ہے۔ کام چھوڑنے میں بھی وہ کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ بلاشبہ وہ عموماً ملنسار اور اچھے لوگ ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں بڑی آسانی سے آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اس پہلی قسم کے لوگ کسی بھی چیز پر بلا سوچے سمجھے ہنسنے لگتے ہیں۔ بیرونی اثرات سے اُن کی جذباتی کیفیت تیزی سے کام کرنے لگتی ہے۔

اب ہم دوسری قسم کے مریضوں (لوگوں) کی طرف آتے ہیں جن کو ہم "Mentalised Cannabis Patient" کہتے ہیں۔ یہ تقریباً پہلی قسم کے مریضوں کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ یہ ناخوش سے لوگ ہوتے ہیں اور جلد خوش نہیں ہو پاتے اور نہ ہی خوشی ان میں زیادہ دیر تک سما پاتی ہے۔ یہ احساس ان میں بھی پایا جاتا ہے کہ اُن کا جسم اُن سے الگ ہو گیا ہے لیکن ان کا احساس ذرا مختلف ہوتا ہے۔ یہ محسوس کرتے

ہیں کہ جسم کے کچھ حصوں سے وہ الگ ہوئے ہیں' تمام جسم سے نہیں۔ وہ یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ اُن کے جسم کے مخصوص (کچھ) حصے لطیف (ہلکے) ہو گئے ہیں اور ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ یہ احساس زیادہ تر ٹانگوں میں محسوس کیا جاتا ہے کہ ٹانگیں اور بازو ہوا میں اُڑ رہی ہیں۔ بازوؤں میں محسوس ہوتا ہے کہ ہڈیاں ہی نہیں ہیں اور یہ اتنے ہلکے ہو گئے ہیں کہ ہوا میں اُڑنے لگے ہیں۔

ان ذہنی مریضوں کے لئے بھی یہ حالات خوفناک ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بازوؤں کو سنبھال نہیں پاتے اور بازو اُن کے کنٹرول سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے جسم کنٹرول سے باہر ہو جاتا ہے۔ مریض کے اندر تشویش اور خوف بھی بڑھتا رہتا ہے۔ ان مریضوں میں پاگل ہونے کا خوف مسلسل قائم رہتا ہے۔ یہ خوف جسم کنٹرول میں نہ رہنے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسی طرح مریض سے پوچھیں گے تو وہ اس کو موت کا خوف بھی بتا سکتا ہے۔ تشویش کی کیفیت مسلسل قائم رہتی ہے اور اُن کا رویہ ایسا ہو جاتا ہے کہ آپ اُنہیں فاسفورس' آرسینیکم یا نائٹرک ایسڈ کا مریض سمجھ بیٹھیں گے۔ اُن کی یہ تشویش معدے یا سینے میں بھی محسوس ہو سکتی ہے۔

ان ذہنی مریضوں میں کینابس انڈیکا بلاواسطہ دماغ پر اثرانداز ہوتی ہے۔ یہ لوگ مسلسل ہر چیز کے بارے میں مفروضے قائم کرتے رہتے ہیں۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' ان کے بارے میں اُن کے اپنے ہی خیالات ہوتے ہیں۔ اپنی صحت کے بارے یا جن منصوبوں پر وہ کام کر رہے ہوتے ہیں اُن کے بارے میں بھی اُن کا اپنا ہی اندازہ ہوتا ہے۔ ہمارے مختلف مذاہب کے لوگوں پر تجربات کے مطابق یہ ہر کام میں اپنا خیال پیش کرتے ہیں جو سب سے انوکھا ہوتا ہے۔ وہ بہت تیز اور عقلمند ہوتے ہیں۔ ہر کام کو تجزیاتی طور پر ہر زاویئے سے فوراً دیکھ اور پرکھ لیتے ہیں۔

یہ لوگ بڑے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور اُن کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہوتا ہے لیکن ذہنی کارکردگی میں بہت تیز نہیں ہوتے۔ اُن کے دماغ بہت بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُن کی تھیوری کی نہ تو کوئی ابتداء ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی انتہا۔ اُن کی تھیوری کو پرکھا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ اُن کی کوئی بنیاد (بنیادی مفروضہ) نہیں ہوتا۔ وہ بار بار ایک موضوع سے دوسرے پر چلے جاتے ہیں بالکل لیکیسس کے مریض کی طرح۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے مریض پہلے پہل آپ کو لیکیسس کے مریض ہی لگیں گے مگر جیسے جیسے آپ اُن کی مزید

باتیں سنیں گے تو آپ کو محسوس ہو گا کہ اُن کی باتیں کتنی بے بنیاد ہیں۔ لیکیسس کے مریض ایک موضوع سے دوسرے موضوع پر تو جاتے ہیں مگر اُن کی باتوں میں وزن ہوتا ہے اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں۔

مریض کا معائنہ کرتے وقت آپ دیکھیں گے کہ یہ مریض شدید تکلیف کا بہانہ کریں گے۔ ایسے مریضوں کی دوا کا انتخاب بہت مشکل ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر مریض آپ کو شدید پیاس کی علامت دیتا ہے۔ آپ اس کو بنیاد بنا کر دوا دینے لگتے ہیں تو مریض کہے گا' ٹھہرو۔ اس پیاس سے مراد میرا مطلب ٹھیک پیاس نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ دراصل میرا پیاس کا مطلب نمک کی خواہش تھا کیونکہ میں نے کچھ دیر پہلے نمکین چیز کھائی تھی جس سے پیاس بڑھی ہے۔ مریض ہر علامت کے ساتھ یہی رویہ دُہرا سکتا ہے جس کے آخر میں آپ سر پکڑ کر بیٹھ جائیں گے کہ اس مریض کے ساتھ کیا کیا جائے۔ انہیں چیز کو اتنے مختلف زاویوں سے دیکھنے کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اصل حقیقت کی سمجھ ہی نہیں آنے دیتے۔ آپ اُن کی منصوبہ بندیوں کو سوال جواب کے دوران جان ہی نہ پائیں گے کیونکہ وہ اس کو مسئلہ سمجھتے ہی نہیں۔ بلاشک وہ اپنے اس مسئلے کو سمجھ ہی نہیں رہے ہوتے۔ سوال جواب کے دوران ایسے مریض صرف اپنی سینے کی جلن اور قبض کا اظہار کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کچھ حد تک اپنے موت کے خوف کو بھی قبول کرلیں اور شدید پیاس کا بھی اظہار کریں اور آپ ان علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے فاسفورس یا آرسینیکم البم میں سے کسی دوا کا انتخاب کر بیٹھیں۔ پھر سوال جواب کے بعد ہو سکتا ہے کہ مریض کی بات چیت پر غور کرتے ہوئے آپ بھانپ جائیں کہ یہ مریض تو منصوبہ بندیوں (تھیوریوں) کا پٹورا ہے جن میں سے بہت سوں کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ پھر کینابس انڈیکا کا خیال آپ کے دماغ میں آجائے گا۔

یہ ذہنی طور پر متاثر مریض بعض اوقات بڑے تنقیدی مزاج نظر آئیں گے۔ آپ کی ہر تشخیص اور مشورے پر وہ جاننا چاہیں گے کہ آپ اس خاص نتیجے پر کیوں پہنچے جبکہ نتیجہ کچھ اور بھی ہو سکتا تھا۔ اس دوران وہ اپنے اندر پائے جانے والے پاگل پن کے خوف کو بالکل ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ اس لحاظ سے ہمیشہ وہ ڈاکٹر کے لئے چیلنج ثابت ہوں گے۔ یہ مشکل لوگ ہوتے ہیں اور پہلی قسم کے خوش باش اور پُرسکون زندگی گزارنے والے لوگوں کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔

علامات کے حوالے سے اس دوا کے مریض شدید پیاس کا شکار ہوتے ہیں خصوصاً مرضیاتی کیفیت کے شروع میں۔ اگر اس حال میں موت کا خوف بھی پایا جاتا ہو تو ڈاکٹر اس کی علامات کو آرسینیکم البم سے گڈمڈ کر سکتا ہے اور کینابس انڈیکا کی بجائے آرسینیکم البم تجویز کر سکتا ہے۔ اس اُلجھن سے بچنے کے لئے ان دونوں ادویات میں تفریق کرنے والی علامات کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ وہ علامت یہ ہے کہ آرسینیکم البم کا مریض بڑا بے سکون ہوتا ہے اور کسی جگہ یا کروٹ سکون نہیں لے پاتا مگر کینابس انڈیکا کا مریض آرام کرنا چاہتا ہے اور لیٹنے سے سکون ملتا ہے۔ یہ علامت مجھے کیسے ملی وہ اس طرح کہ میں نے دونوں طرح کے مریضوں کا بغور مشاہدہ کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ کینابس انڈیکا کے مریض کی یہ کیفیت اُس کی ذہنی کیفیت کی وجہ سے ہے۔ مریض ذہنی طور پر اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ لیٹنے سے اُسے سکون ملے گا۔ اس لئے وہ لیٹ کر سکون پاتا ہے۔ تاہم اگر آپ بضد ہو کر اُسے کھلی اور تازہ ہوا میں سیر کے لئے لے جائیں تو وہ وہاں بھی سکون محسوس کرے گا مگر یاد رہے کہ وہ اس سیر سے تھکنے نہ پائے (یعنی زیادہ سیر نہ کرائی جائے) کیونکہ زیادہ سیر یا مشقت مریض کی علامات کو بڑھا دیتی ہے۔

یہ ذہنی خرابی (Mentalised) قسم کے کینابس کے مریض جماع (جنسی کاموں) کی بڑی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ اگرچہ اُن کے باقی جسم کا کنٹرول اُن کے بس میں نہیں ہوتا۔ تاہم جنسی اعضاء اُن کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ جنسی طاقت پوری بلکہ بھرپور رکھتے ہیں۔ مریض کی جنسی خواہشات اتنی شدید ہوتی ہیں کہ اگر اُسے جنس مخالف (بیوی) نہ ملے تو وہ مشت زنی پر اُتر آتا ہے۔ اپنی زندگی کے ساتھی کے معاملے میں وہ بڑی چھان بین کر کے چناؤ کرنے والے نہیں ہوتے ہیں جیسا ساتھی مل جائے کام چلا لیتے ہیں۔ دراصل وہ اس معاملے میں اپنے اندر کی شہوانی خواہش کی جلدی سے تسکین چاہتے ہیں۔ نتیجتاً ان میں سے اکثر جلد سوزاک کے مریض بن جاتے ہیں۔ سوزاک کی ابتدائی اور شدید تکلیف میں یہ دوا کافی کامیابی کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کے زرد گاڑھے مواد کی علامت کی دوا کے تجویز کرنے میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی کیونکہ یہ مریض کی نہیں بلکہ سوزاک کے مرض کی علامت ہے۔ دوا کی تجویز کے لئے کینابس کی مخصوص ذہنی علامات کا ہونا ضروری ہے۔

اس دوا میں پیشاب کی بھی مختلف بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ دوا اکثر

مثانہ، یوریتھرا اور گردے کی انفیکشن میں تجویز کی جاتی ہے۔ جوارح کی مخصوص سی کمزوری اور اُن کے سُن کے ساتھ پیشاب کی نالی کی تکلیف میں یہ اکثر تجویز کی جاتی ہے۔ یہ کیفیت حقیقی فالج پیدا ہونے سے پہلے کی ہوتی ہے۔

کینابس "Bad Trip" کے بُرے اثرات (جو کہ دیر تک قائم رہیں) کی دوا ہے۔ یہ بُرے اثرات ہو سکتا ہے کہ حشیش کے استعمال کرنے سے پیدا ہوئے ہوں یا LSD گولیوں کے استعمال سے یا ہیروئن کے استعمال سے یا کسی اور نشہ آور دوا کے استعمال سے۔ یہ دوا ایسے مریضوں میں بھی بہتر کام کرتی ہے جو نشہ آور ادویات کے سالوں استعمال کے بعد ذہنی طور پر بکھر چکے ہوں۔ جسمانی طور پر ٹوٹ چکے ہوں اور کند ذہن بن چکے ہوں۔ اگر کند ذہنی بہت شدید ہو یا زیادہ بڑھ چکی ہو تو اس کو ٹھیک کرنے کے لئے اگرچہ پہلی دوا فاسفورک ایسڈ ہے تاہم اس کے علاوہ جو ادویات کام آتی ہیں وہ کینابس انڈیکا اور ایگنس کاسٹس ہیں۔

14— کیپسیکم اینم

یہ دوا عورتوں سے زیادہ مردوں کی دوا ہے۔ اس میں دو درجے پائے جاتے ہیں جن میں کچھ علامات یکساں بھی ہوتی ہیں اور کچھ مختلف بھی۔

مریضوں کی ایک قسم وہ ہے جو موٹے اور پلپلے ہوتے ہیں، ان کے چہرے سُرخ ہوتے ہیں خاص طور پر ناک سُرخ ہوتی ہے۔ شرابیوں کی ناک اور چہرے سُرخ ہوں (ایسکیولس ہپ کی طرح)۔

اس دوا میں موٹاپا ایک نمایاں علامت ہے۔ جلد سخت ہوتی ہے اور مریض محسوس کرتا ہے کہ اُس کا معدہ تھیلی کی طرح ہے جو بغیر کسی بندھن کے پڑا ہوا ہے۔ معمولی سی غذا بھی مریض کا ہاضمہ خراب کر سکتی ہے لیکن دوسری طرف ہفتے میں 10 کلو تک غذا بھی کھا سکتا ہے۔ اس کی یہ علامت کالی بائیکروم سے ملتی جلتی ہے۔

قوت حیات کمزور ہوتی ہے۔ مریض جلد تھک جاتے ہیں۔ سردی زیادہ محسوس کرتے ہیں اور موٹے ہونے کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ کلکیریا کارب میں موٹاپا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور بھوک بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس موٹاپے کی وجہ سے اکثر

ڈاکٹر کلکیر یا کارب اور کیپسیکم میں اُلجھ جاتے ہیں۔ (اگر اس موٹاپے کی علامت کے ساتھ رخسار سفید اور پیلے ہوں تو دوا فیرم میٹ ہو گی)۔

مریض بہت حساس ہوتا ہے۔ جلد ہی ہتک محسوس کر جاتا ہے۔ معاشرتی تعلقات کے بغیر خود کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے۔ اس دوا کا مریض نیٹرم میور کے مریض کی طرح تنہائی پسند نہیں ہو جاتا۔ نیٹرم میور کا مریض اپنے عدم تحفظ کا احساس چھپانے کے لئے چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔

Nostalgia ' مریض ماضی کی یادوں میں گم ہو جاتا ہے۔ یہ یادیں اُس کی تمام شخصیت کو مسخ کر دیتی ہیں اور وہ سوچتا ہے کہ وہ مر جائے گا' زندہ نہیں رہ سکتا۔ مکمل طور پر اپنے ماضی میں زندگی گزارنا چاہتا ہے یا مکمل طور پر اپنے ماضی میں گم ہو جاتا ہے۔

اگر گھر سے دور ہو تو گھر کی یاد ستاتی ہے اور گھر کو بھاگ جانا چاہتا ہے۔

خود کو قصوروار ٹھہراتا ہے' ڈرتا ہے کہ پولیس پکڑ لے گی حالانکہ اُس نے کوئی جرم نہیں کیا ہوتا۔ (نیٹرم کارب' مرک سال)

جب وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ماضی کی یادیں اُس کے بس سے باہر ہو جاتی ہیں اور وہ انہیں برداشت نہیں کر پاتا' تب وہ مکمل طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے۔ تب کچھ بھی یاد نہیں رکھنا چاہتا اور تمام احساسات کھو بیٹھتا ہے۔

یاد ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

کے مصداق کیفیت ہوتی ہے۔ یہ بالکل فاسفورک ایسڈ کی طرح کی بے بسی ہوتی ہے نہ کہ کاربوویج کی طرح کے مُردہ احساسات۔

مریض ہمیشہ اندرونی طور پر شدید تشویش میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ کوئی کام کرنا بھی چاہے تو کند ذہنی کی وجہ سے نہیں کر پاتا جس سے وہ بے چین ہو جاتا ہے کیونکہ جو وہ کرنا چاہتا ہے کر نہیں پاتا۔

محسوس کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے طنز کا نشانہ بنا ہوا ہے۔

تھکاماندہ ہوتا ہے تو فوراً نیند میں ڈوب جاتا ہے۔ سونے کے تین گھنٹے بعد جاگ اُٹھتا ہے تب اُس پر تشویش اور عدم تحفظ کا احساس غالب آ جاتا ہے۔ دو گھنٹے جاگتا رہتا ہے پھر صبح دیر تک سویا رہتا ہے۔

دوسرے درجے میں سکون آور اشیاء' کافی' بیئر' وہسکی' لال مرچ' نمک وغیرہ سے تسکین حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اسے ان چیزوں کے کھانے کا خبط نہیں ہوتا۔

مریض ہوسکتا ہے کہ چڑچڑا اور بدمزاج ہو مگر وہ تحفظ چاہتا ہے۔

کاہل ہوتا ہے اور ہر کام کو تھوڑی سی محنت سے کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔

غیر عمومی پوزیشن میں سوتا ہے۔ سوتے وقت کمر کے بل لیٹ کر گھٹنے کو اوپر کی طرف اُٹھالیتا ہے۔

مریض میں زخم بننے' بواسیر ہونے' دھڑکن بڑھنے' تشویش پیدا ہونے اور اُداس رہنے کا رجحان ہوتا ہے۔

اُسے موت کا بالکل خوف نہیں ہوتا۔

یہ دوا اکثر دوسری ادویات مثلاً کلکیر یا کارب' نکس وامیکا وغیرہ کے ناکام ہونے کے بعد تجویز کی جاتی ہے۔

جسمانی نظام کاہلی کا شکار ہوتا ہے اسے اپنی سطح سے اُبھارنا مشکل ہوتا ہے۔

مریض بدمزاج ہے مگر ایپس میلفیکا اور بووسٹا جتنا نہیں۔

مریض کو دوسروں کی طرف سے کی جانے والی لعنت ملامت (Censure) کا خوف ہوتا ہے۔

گھر کی یاد ستاتی ہے جس کے ساتھ مریض کے رخسار بھی سرخ ہوتے ہیں۔

بچوں میں شدید ضدی پن پایا جاتا ہے (کیمومیلا' سائنا)۔

بخار میں سردی کے دورانیئے میں شور سے بہت حساس ہوتا ہے۔

سر کے بڑا ہو جانے کا احساس پایا جاتا ہے۔

کھانسی کے دوران سر میں درد ہوتا ہے۔

انعطاف یا ردعمل کی کمی ہوتی ہے۔

مریض پُرتشویش ہوتا ہے مگر پُرتشویش ہونے کے باوجود یہ تشویش مریض میں نظر نہیں آتی۔ (ہیلی بورس کے برعکس)

مریض لال مرچ کھانے کا شوقین ہوتا ہے۔

کانوں میں شدید Mostoiditis اور جلن ہوتی ہے۔ بخار میں سردی کے درجے میں شنوائی تیز ہو جاتی ہے۔

منہ سے کھانسنے کے دوران اس قدر بدبو خارج ہوتی ہے کہ مریض خود اس بدبو کو محسوس کرتا ہے۔

منہ میں زخم بن جاتے ہیں اور مسوڑھے سوج جاتے ہیں۔

گلا اندر سے سرخ ہو جاتا ہے اور آواز کے زیادہ استعمال سے آواز بیٹھ جاتی ہے۔

کافی کی خواہش ہوتی ہے مگر یہ مریض میں متلی پیدا کرتی ہے۔

بخار میں سردی کے درجے میں پیاس لگتی ہے اور پاخانہ کرنے کے بعد مریض پیاس محسوس کرتا ہے۔

کھانسی کے دوران مریض مثانہ میں درد محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ دوا سوزاک میں تب استعمال ہوتی ہے جب اخراج کریم کی طرح کا خارج ہو۔

عضو تناسل صبح اُٹھنے پر ٹھنڈا ہوتا ہے۔

گھر کی یاد سے مریض میں بے خوابی پیدا ہوتی ہے۔

جذبات اور گرمی سے تکالیف بڑھتی ہیں جبکہ سردی (ٹھنڈ) اور سکون آور اشیاء کے پینے سے تکالیف کم ہوتی ہیں۔

یاد رہے کہ اس دوا میں سونے سے تین گھنٹے بعد جاگ آ جاتی ہے وقت کوئی بھی ہو۔ اس میں کالی کارب کی طرح کوئی مخصوص وقت نہیں ہوتا۔

---

15 — کاسٹی کم

کاسٹی کم کا اہم نقطہ جس کے گرد اس کی علامات گھومتی ہیں وہ بتدریج فالج کا ہونا ہے جس سے پہلے مریض کے خون کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے اور وہ بڑا غصیلا ہو جاتا ہے اس لئے ہر بات پر اُس کا ردعمل شدید ہوتا ہے۔ یہ نقطہ کاسٹی کم کے مریض کی تمام سطحوں (دماغ، جذبات اور جسم) پر مرضیاتی کیفیت میں پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر اس دوا کا دائرہ اثر مرکزی اعصابی نظام ہوتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے یہ تصور کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس دوا کی علامات کس طرح اُبھرتی ہیں اور کیسے لوگ اس کی علامات کو اپنے اندر سمو لیتے ہیں۔ یہ لوگ بہت حساس ہوتے ہیں جو جلد جذبات میں آ جاتے ہیں۔ بہت جلد ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔

گردونواح سے تمام اثرات لے کر اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ ان میں خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور شدید ردعمل کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ یہ ردعمل کا اظہار خصوصاً ایسی حرکات میں ہوتا ہے جو مرکزی اعصابی نظام کے تابع ہوتی ہیں۔

اس دوا کے مریضوں میں سماجی انصاف کا بڑا ادراک ہوتا ہے جس کی وجہ سے خصوصاً وہ کسی قسم کی حاکمیت کو برداشت نہیں کرتے۔ اس کے برعکس سٹافی سیگریا حاکمیت کو انتہائی حد تک قبول کرتی ہے حالانکہ دونوں ادویات ایک دوسرے کی معاون ہیں۔ سٹافی کسی بھی شخص کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے حق کے لئے بھی آواز بلند نہیں کرتا۔ کاسٹی کم اس کے بالکل اُلٹ ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی ایسے شخص کو برداشت نہیں کرسکتا جو اُس کے یا دوسروں کے کاموں میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے۔

ابتدائی درجے میں (فلورائیڈ کی مرضیاتی کیفیت پیدا ہونے سے پہلے) کوئی بھی ڈاکٹر مریض میں کاسٹی کم کی علامات دیکھ سکتا ہے۔ ان علامات میں اہم علامات ظلم و جبر سے حساسیت اور مرکزی نظام اعصاب کی برانگیختگی ہے۔ جب مریض کی صحت میں زیادہ مرضیاتی کیفیت بڑھ جاتی ہے تو یہ کیفیت اس انتہا تک پہنچ جاتی ہے کہ مریض قانون توڑنے سے بھی باز نہیں آتا بلکہ بے نظمی کا حامی بن جاتا ہے۔ ان لوگوں کو ذرا ذرا بات پر تکلیف محسوس ہوتی ہے کیونکہ ناانصافی اور ظلم و جبر انہیں اپنے اردگرد بھرپور طریقے سے نظر آ رہا ہوتا ہے۔ وہ بہت زیادہ بے نظم ہوتے ہیں۔ یعنی وہ حاکمیت بھی پسند نہیں کرتے خود کو کسی قانون کے زیرِاثر بھی نہیں سمجھتے اور دوسروں کے ساتھ بڑے مخلص، دیانتدار ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی جب کوئی اُن سے ناانصافی کرتا ہے تو اُن کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

جب یہ لوگ مسلسل بے اطمینانی، غم اور سنجیدگی سے گزرتے ہیں تو ابتداء میں پایا جانے والا شدید ردعمل جسم کے اندر چلا جاتا ہے (یعنی غائب ہو جاتا ہے) اور مریض کا تمام انقلابی پن جسم کے اندر کی طرف مرکوز ہو جاتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ خود کو اینٹھ رہے ہیں۔ (تکلیف دے رہے ہیں)۔ یہ کیفیت مریض کو پسپائی کی طرف لے جاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ ذہنی، جذباتی اور جسمانی طور پر کمزور ہو جاتا ہے۔ پہلے پہل وہ بیرونی دنیا کو نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے کیونکہ اُس کی نظر میں اُن کے اردگرد کی دنیا ایسی نہیں ہے جیسی ہونی چاہئے تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مریض خود کو مجبورِ کل سمجھنے لگتا ہے

کیونکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کی اعصابی نظام کی حسیات کمزور پڑنا شروع ہو گئی ہیں اور اُس کی نسیں سخت اور چھوٹی ہو گئی ہیں اور اُس کے جسم میں لچک کم ہو کر سختی آنے لگی ہے۔

کاسٹی کم کی بڑی مخصوص (علامت) "Graduality" تکلیف کا درجہ بدرجہ یا آہستہ آہستہ بڑھنا ہے۔ اس دوا میں تکالیف یکدم نہیں اُبھرتیں بلکہ ابتدائی شدید ردعمل اور غصہ بڑی آہستگی اور غیر محسوس طریقے سے اینٹھن دار فالج میں تبدیل ہوتا ہے۔

ایک عام اصول ہے کہ اعصابی نظام، پٹھے اور اعضاء کو باہم جوڑنے والے ٹشوز میں علامات پہلے ظاہر ہوتی ہیں۔ کاسٹی کم میں Locomotor Ataxia، Myopathy، Multiple Sclerosis یا Myosthenia بڑا آہستہ آہستہ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

کاسٹی کم کی ایک بڑی علامت مقامی اعضاء کا فالج ہے۔ ان میں چہرے کا فالج (لقوہ) بھی ہوسکتا ہے۔ غذا کی نالی کا فالج بھی ہوسکتا ہے۔ اوپر والے پپوٹے کا گر جانا یعنی بغیر ہاتھ کی مدد کے نہ کھلنا (پپوٹے کا فالج) بھی ہوسکتا ہے۔ زبان کے فالج کی وجہ سے ہکلاہٹ بھی ہوسکتی ہے۔ کھانا کھاتے یا بات کرتے منہ کے اندر گال کا دانتوں سے کٹ جانا بھی پایا جا سکتا ہے۔ مثانہ کے پٹھوں کا ناکارہ ہونا بھی مل سکتا ہے اور ٹانگوں یا بازوؤں کا (جوارح کا) فالج بھی دیکھنے میں آتا ہے۔

اعصابی نظام کا ناکارہ ہونا ایک دوسرے طریقے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر جسم پر کوئی جلدی بیماری (Skin Eruption) ہو اور اُسے کسی تیز کام کرنے والی مرہم (زنک سے بنی مرہم یا کارٹی سون سے بنی مرہم) سے دبا دیا جائے تو یہ دبی ہوئی جلدی بیماری مریض کے عصبی نظام میں گھس کر عموماً شدید ذہنی اور جذباتی تبدیلیاں پیدا کرے گی۔

آہستہ آہستہ مریض میں پایا جانے والا تیز ردعمل سست ردعمل میں بدل جاتا ہے اور یہ کیفیت جذباتی اور ذہنی سطح پر زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ مریض پیشین گوئی کرنے لگتا ہے کہ اُسے یا اُس کے رشتہ داروں کو کوئی خطرناک واقعہ پیش آنے والا ہے۔ رفتہ رفتہ اس میں دوسرے خوف بھی سر اٹھانے لگتے ہیں مثلاً اندھیرے کا خوف، خصوصاً رات کو اندھیرے پن کا خوف اور کتوں کا خوف وغیرہ۔

جب کاسٹی کم کا مریض صحت مند ہوتا ہے تو اُس کی ذہنی قابلیت (استعداد) بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایسا شخص جو کبھی بہت ذہین رہا ہو، فلسفیانہ گفتگو کرتا ہو۔ چیزوں کا گہرائی

ہے تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مرضیاتی تبدیلی آنے کے بعد محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ اپنی ذہنی طاقت کھو رہا ہے اور آہستہ آہستہ ناتوانی اُس پر غالب آتی جا رہی ہے۔ یقیناً یہ کوئی شدید پاگل پن کی علامت نہیں بلکہ یہ ایک غیر متحرک کیفیت ہوتی ہے۔ آخری درجے میں مریض کی ذہنی استعداد مکمل طور پر مفلوج ہو جاتی ہے۔ دوبارہ اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ مریض کی طاقت میں سست روی سے کمی واقع ہوئی ہے۔ پہلے پہل مریض محسوس کرنے لگتا ہے کہ اُس کی ذہنی صلاحیت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ پھر وہ پیشین گوئی کرنے لگتا ہے کہ اسے یا اُس کے رشتہ داروں کو کوئی خطرناک واقعہ پیش آنے والا ہے۔ پھر دوسرے خوف عیاں ہونے لگتے ہیں اور آخرکار مریض غیر متحرک کیفیت میں جا پہنچتا ہے۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ کاسٹی کم ایک بڑی ہمدردانہ دوا ہے۔ اگرچہ شروع میں یہ بات مریض میں نمایاں نہیں ہوتی تاہم ڈاکٹر اپنے تجربے سے اُس کے اندر چھپی ہوئی صلاحیت کو بھانپ سکتا ہے۔ دنیا میں پائی جانے والی ناانصافی' حاکمیت کا برداشت نہ کرنا' وہ ابتدائی علامات ہیں جو آئندہ چل کر دوسروں کی تکلیف کے لئے شدید ہمدردی کا روپ دھار لیتی ہیں۔ مثال کے طور پر مجھے دردزہ کی ایک مریضہ کا کیس یاد ہے جو کہ دوسری دردزہ کی مریضاؤں کی چیخیں برداشت نہیں کر رہی تھی اس لئے باوجود اس کے کہ کمرہ گرم تھا' وہ دروازے کو سختی سے بند کر لینا چاہتی تھی تاکہ وہ دوسروں کی چیخیں نہ سُن سکے۔

جسمانی سطح پر کاسٹی کم میں بہت سی ایسی علامات ملتی ہیں جو دوا کی تجویز کے لئے رہنمائی اور تصدیق کا موجب بنتی ہیں۔ ان علامات میں اہم ترین علامت ''خشک سرد موسم میں تکلیف کا بڑھنا'' ہے۔ خشک سرد موسم مریض کے عصبی نظام کو فوراً متاثر کرتا ہے۔ فالج بھی خشک سرد موسم کی وجہ سے شروع ہو سکتا ہے۔ اس سے چہرے کے پٹھے متاثر ہو سکتے ہیں اور لقوہ کی تکلیف ہو سکتی ہے۔ Vocal Card (گھنڈی) متاثر ہو سکتی ہے جس سے مکمل طور پر آواز بیٹھ جاتی ہے (خصوصاً صبح کے وقت)۔ اس کے علاوہ اس کی خصوصیت سرد مرطوب موسم میں ریاحی اور گنٹھیاوی دردوں میں کمی ہے جبکہ ٹھنڈے پانی میں نہانے سے یہی دردیں بڑھ جاتی ہیں۔ دوسری جانب ٹھنڈا پانی پینے سے معدہ کے درد کو سکون ملتا ہے خصوصاً کھانسی کی تکلیف میں کمی ہوتی ہے۔ (لیکن یہ کمی سپونجیا کی طرح نہیں ہوتی جس میں ٹھنڈا پانی پینے سے ڈرامائی انداز میں کھانسی کم ہو جاتی ہے)۔ کاسٹی کم کے درد

بھی مخصوص قسم کے ہوتے ہیں۔ اس کے درد مخصوص بجلی کے جھٹکوں کی طرح دوڑنے والے ہوتے ہیں۔ جو تمام متاثرہ حصے میں دوڑتے ہیں۔ اس قسم کے دردوں کے لئے اگرچہ ایلومینا اور ارجنٹم نائٹریکم زیادہ تر تجویز کی جاتی ہیں لیکن کاسٹی کم کو بھی ان دردوں کے لئے نہیں بھولنا چاہئے کیونکہ یہ بھی اکثر ایسے درد ختم کر دیتی ہے۔ بلاشک کاسٹی کم میں ہر قسم کے تشنجی، اینٹھن دار درد اور پٹھوں کا پھڑ پھڑانا پایا جاتا ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں تشنج، رعشہ اور ٹانگوں میں ایک خاص قسم کی بے سکونی خصوصاً رات کو بستر میں کروٹ لیتے وقت پائی جاتی ہے۔

اس دوا کے دردوں میں سے ایک قسم (Ramness چھل جانے) کا احساس ہوتا ہے جیسے کہ کوئی زخم کھل گیا ہو۔ برونکائیٹس میں یہ ایک مخصوص علامت ہے۔ مریض کو شدید کھانسی ہوتی ہے جس سے وہ سینے میں چھل جانے کی کیفیت محسوس کرتا ہے جس سے مریض کھانستے وقت سینے کو پکڑتا ہے۔ اس دوا کے مریض نمکین اشیاء اور نمک کی زیادتی پسند کرتے ہیں جبکہ میٹھے سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کے مریض میں کوئلوں پر بھنے ہوئے گوشت کی خواہش ہوتی ہے۔ (ٹیوبوکولینم، کریازوٹ، کلکیر یافاس)

کاسٹی کم میں جلدی تکالیف کے متعلقہ اہم ترین علامت مسوں (موہکوں) کا بننا ہے۔ یہ مسے خصوصاً چہرے پر اور انگلیوں پر ناخنوں کے قریب بنتے ہیں۔ ایسے مسوں کے لئے ہمیشہ تھوجا اور لیک کینانیم کے ساتھ ساتھ کاسٹی کم کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ مقعد کی جلد کا پھٹ جانا بھی کاسٹی کم میں پایا جاتا ہے۔ اس دوا کے مخصوص جلدی اُبھار (دانے) ناک کے اردگرد اور نتھنوں کے اندر اور کناروں پر پائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ دانے (پھنسیاں) ناک کے سرے پر بھی بنتے ہیں۔ لیکن اگر ناک کے سرے پر دانے ہوں تو اس کے لئے ایتھوزا کو بھی دیکھ لینا چاہئے۔

تپ کاہی (Hay Fever) میں جہاں مریض کے نتھنوں کے اندر اور باہر خراش ہو، صبح سویرے اُٹھنے پر چھینکیں آئیں، گلے میں نزلہ گرے تو کاسٹی کم کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اس بخار میں کاسٹی کم کی اہم ترین علامت لیٹتے وقت ناک کا بند ہونا ہے خصوصاً رات کو لیٹنے پر چونکہ بلغم بہت چپکنے والی ہوتی ہے اس لئے مریض محسوس کرتا ہے کہ یہ سانس کی نالی کے ساتھ نچلی طرف چپک گئی ہے۔ اس لئے مسلسل کھانسنے کے باوجود بلغم کو باہر نہیں نکالا جا سکتا۔ یہ علامت میڈورینم سے ملتی جلتی ہے۔ لیکن اُس میں فرق یہ ہے کہ اُس میں مریض

سمجھتا ہے کہ سانس کی نالی کے اوپر کی جانب بلغم چپکی ہوئی ہے۔

اس دوا کی کھانسی زیادہ زور سے کی جانے والی گہری کھانسی ہوتی ہے اس لئے اکثر اس کھانسی کے ساتھ مریض کا پیشاب بلا ارادہ نکل جاتا ہے۔ اس دوا میں پیشاب خارج ہو جانے کی تکلیف مثانے پر کسی قسم کے بھی دباؤ سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً چھینکیں، کھانسنے اور ہنسنے سے پیشاب ازخود خطا ہو جاتا ہے۔

جب مثانے کو کنٹرول کرنے والے اعصاب مفلوج ہو جائیں تو پھر یا تو پیشاب بالکل رُک جاتا ہے یا پھر بلاارادہ مسلسل خارج ہوتا رہتا ہے۔ اگر باہر کی طرف دھکیلنے والے اعصاب متاثر ہوں تو پھر پیشاب رُک جاتا ہے اور پیشاب کے دباؤ سے مثانہ پھٹنے والا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی دیواروں پر پیشاب کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ کینٹ ایسے موقع کی بہت اچھی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ

''ایک عورت جو کہ ہجوم میں سے گزرتے وقت شدید پریشانی کا شکار ہوتی تھی کیونکہ اُسے مردوں کو قریب پا کر گھبراہٹ ہوتی تھی۔ وہ جب ریلوے کے سفر کے اختتام پر پہنچی تو اُس کا پیشاب رُک گیا۔ یہ پیشاب کا رُکنا مثانے پر دباؤ کی وجہ سے تھا۔'' اگر ایسے وقت میں مریض کو کپکپی ہونے لگے تو دوا کاسٹی کم کی بجائے رسٹاکس ہو گی۔ یہ دونوں ادویات زیادہ دباؤ کی وجہ سے مفلوج ہونے والی کمزوری کے لئے بہت اہم ہیں۔ (زیادہ ذہنی دباؤ اور سردی، کپکپی کی وجہ سے) دوسری جانب یوریتھرا کے مفلوج ہونے کی وجہ سے مریض کا پیشاب خارج ہوتا رہتا ہے جس کا اسے احساس تک نہیں ہوتا۔ صرف کپڑوں کے گیلا ہونے سے اُسے پتہ چلتا ہے کہ اُس کا پیشاب خارج ہو رہا ہے اسی وجہ سے کاسٹی کم بچپن میں پیشاب کی زیادتی کے لئے پہلی دوا ہے۔

جیسے جیسے تمام اعضاء آہستہ آہستہ کمزور ہو کر فالج کی کیفیت میں چلے جاتے ہیں جنسی خواہش بھی کم ہو جاتی ہے اور جنسی لذت بھی۔ عورتوں میں جنسی سردمہری کی تکلیف کے لئے کاسٹی کم ایک بڑی دوا ہے۔ لیکن اس تکلیف کے لئے عورتوں کی ادویات سیپیا، گریفائیٹس، نیٹرم میور وغیرہ بھی کام آتی ہیں۔

مختصراً کاسٹی کم رفتہ رفتہ پیدا ہونے والی مرضیاتی تبدیلیوں کے لئے ایک مخصوص دوا ہے لیکن اس کے ساتھ تیز ردعمل، ظلم اور ناانصافی کے لئے حساسیت اور حاکمیت سے نفرت پائی جاتی ہے۔ اس دوا کا مریض بڑا نقاد اور انقلابی ہوتا ہے۔ یہ سب ذہنی کیفیتیں مریض

کے اعصابی نظام کو مفلوج کرنے کے ساتھ ساتھ خوف' پیشین گوئیاں کرنے کی عادت اور آخرکار ضعف میں بدل جاتی ہیں۔ مرضیاتی تبدیلیوں کا پہلا شکار مرکزی اعصابی نظام ہوتا ہے۔ جو کہ متاثرہ حصے میں پھڑپھڑاہٹ' اینٹھن اور فالج پیدا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ بجلی کے جھٹکوں کے سے درد بھی ملتے ہیں۔ اس کی مخصوص مصدقہ علامات میں سردی سے تکالیف کا بڑھنا' نمک اور کوئلوں پر بھنے ہوئے گوشت کی خواہش کے ساتھ ساتھ مٹھائیوں سے نفرت شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اہم علامات میں چہرے اور انگلیوں پر مسے (موکے) ہیں۔ پیشاب کا رُکنا یا بلاارادہ بہنا' گہری کھوکھلی کھانسی اور سانس کی نالی کے آخری حصے میں چپکنے والی بلغم کا پایا جانا ملتا ہے۔

---

16 — کاربوویج

یہ ایک ایسی دوا ہے جس کا ہماری کتابوں میں بڑی تفصیل سے بہت زیادہ مواد ملتا ہے۔ لیکن شدید قسم کی تکالیف میں اس کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ تین بنیادی خواص کاربوویج کی روح ہیں۔ ان میں پہلا یہ کہ اس دوا کے مریضوں کے اعضاء میں عام کاہلی اور سستی پائی جاتی ہے۔ یہ سستی خون کے بہاؤ میں' جذباتی معاملات میں یہاں تک کہ دماغ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مریض میں ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے جو تمام جسم میں پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر سانس میں ٹھنڈک کا احساس پایا جاتا ہے۔ ناک ٹھنڈی محسوس ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور ٹانگیں بھی ٹھنڈی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض مریضوں میں اس ٹھنڈک کے باوجود پنکھا جھلانے کی خواہش شدید ہوتی ہے۔ مریض چاہتا ہے کہ پنکھے کے بالکل قریب بیٹھے۔

اس دوا میں صحت زیادہ تر شدید بیماری کے جھٹکوں سے متاثر ہوتی ہے۔ خصوصاً (نمونیا) سے یا کسی حادثے سے۔ تمام جسم میں حادثے کے بعد کمزوری آ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں آرنیکا مناسب دوا نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں اگر آپ کیس پر غور کریں گے تو آپ کو بہت کم ادویات ملیں گی جن میں ٹھنڈک' کمزوری اور جذباتی کیفیات میں خرابی یکلخت ملے۔ اس موقع پر کاربوویج تجویز کر دینا بہتر ہوتا ہے۔ اگرچہ بہت سی کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے کہ کاربوویج شدید بیماریوں یا حادثوں کے بعد کی کمزوری کے لئے دوا

ہے مگر اس بات کو معمول نہیں بنا لینا چاہئے۔ اگر مریض گرم مزاج (Warm Blooded) اور مضبوط ہو لیکن صدمے یا حادثے کے بعد کچھ مسائل کا شکار رہا ہو تو ضروری نہیں کہ اُسے کاربوویج دی جائے۔ اُسے بالکل کاربوویج نہ دیں۔ سستی جو کہ جسمانی نظام میں پائی جاتی ہے وہ جذباتی کیفیات پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ جذباتی کیفیات میں اس قدر خرابی آ جاتی ہے کہ مریض بالکل بے احتیاط ہو جاتا ہے۔ اُسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ زندہ رہتا ہے یا مر جاتا ہے۔ یہ کیفیت کچھ کچھ فاسفورک ایسڈ کی طرح بھی ہے۔ بعض اوقات مریض کو بہت اچھی خبر بھی دی جائے تو وہ خبر کی بہتری کے حساب سے خوش نہیں ہو پاتا۔ یہی معاملہ بُری خبر سے بھی ہوتا ہے کہ مریض کہتا ہے ''مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔'' یا ''مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' ذہنی سطح پر پائی جانے والی سستی کند ذہنی پیدا کرتی ہے۔

دماغ سوچنے میں دیر لگاتا ہے، توجہ مرکوز نہیں کر پاتا اس لئے مریض عام طور پر کام نہیں کر پاتا کیونکہ دماغ ٹھیک کام نہیں کر رہا ہوتا۔ اس لئے مریض میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مریض کی یہ ذہنی کیفیت دماغ کو ٹھیک طریقے سے آکسیجن نہ ملنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ چونکہ خون کا بہاؤ سست ہوتا ہے۔ اس لئے دماغ کو مناسب آکسیجن نہیں مل پاتی۔

یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ کاربوویج کے مریض میں وقفوں وقفوں سے یادداشت کی کمی واقع ہوتی رہتی ہے۔ مریض اچانک کچھ وقت کے لئے یادداشت کھو بیٹھتا ہے۔ لیکن جلد ہی یہ واپس بھی آ جاتی ہے۔ غور کریں تو ایسے ہی لگتا ہے جیسے کچھ دیر کے لئے دماغ کو آکسیجن نہ ملی ہو۔

اس دوا کے مریضوں میں مخصوص خیالات بھی پائے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عورت رسالے میں پڑھتی ہے کہ مکھن صحت کے لئے مضر ہے اور وہ اس خیال پر سختی سے کاربند ہو جاتی ہے۔ اُس کے قانون میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ خواہ کچھ ہو جائے وہ اپنا خیال نہیں بدلتی۔ یہ یونہی ہے جیسے دماغ میں اتنی سکت ہی نہ ہو کہ وہ بات کو دوسرے نقطۂ نظر سے سمجھ سکے۔

ہر شخص میں کاربوویج اُس کے تمام (تینوں) حصوں (دماغ، جذبات، جسم) کو متاثر نہیں کرتی۔ بنیادی طور پر یہ جسمانی دوا ہے اور اس کا گہرائی تک جانے میں بہت کم

عمل دخل ہے۔ میرے تجربے میں کاربوویج کا وہ مریض جو ذہنی طور پر بیمار ہو اُسے سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اُس کے خیالات کو بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

جسمانی سطح پر کاربوویج ہر نظام کو متاثر کرسکتی ہے۔ لیکن اس کا پہلا اور بنیادی عمل وریدوں کے نظام پر، نظام ہضم پر اور سانس کے نظام پر ہوتا ہے۔ جب علامات سانس کے نظام میں رونما ہوتی ہیں تو یہ پہلے اس نظام کے نچلے حصے کو متاثر کرتی ہیں اور مریض پر تکلیف تب واضح ہوتی ہے جب پھیپھڑوں کی تکلیف بہت آگے بڑھ چکی ہوتی ہے۔ مریض کی صحت اچانک نمونیہ سے بگڑ سکتی ہے یا پھر ایک مخصوص قسم کے دمہ سے خرابی پیدا ہوسکتی ہے جس میں مریض کی تکلیف لیٹنے سے بڑھ جاتی ہے اور مریض کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ اُسے پنکھا کیا جائے۔

سست روی کے حوالے سے دیکھا جائے تو مریض کے لیٹنے سے تکلیف میں اضافہ صاف سمجھ آتا ہے۔ جب مریض لیٹتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ خون کا بہاؤ رُک گیا ہے جس سے سر کا درد ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سانس بند ہو رہا ہے۔ (سانس بند ہونے کی کیفیت خاص طور پر اُس وقت ہوتی ہے جب مریض سونے جا رہا ہوتا ہے یا سویا ہوا ہوتا ہے۔) مریض لیکیسس کے مریض کی طرح چھلانگ لگا کر بستر سے نیچے آ جاتا ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ وریدوں کو خون کا بہاؤ جاری رکھنے کے لئے مناسب توانائی نہیں مل رہی۔ ایسی صورت میں عمومی خودکار نظام جس کی بدولت خون کا بہاؤ اپنی پوزیشن تبدیل کرتا ہے سست پڑ جاتا ہے۔

کاربوویج کی مرضیاتی حالت بالکل واضح ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کے طور پر جب آپ نمونیہ کے کیس کو ٹھیک کر رہے ہوں تو دیکھیں گے کہ صحت یابی بہت سست رفتاری سے ہو رہی ہے۔ پھر اچانک مریض بے حال ہو جائے گا۔ اس کیفیت میں مریض کو بہت مشکل سے سانس آ رہا ہو گا۔ ٹانگیں سرد پڑ چکی ہوں گی۔ زبان اور ناک بھی سرد ہو جائیں گے اور جسم کا درجہ حرارت گر جائے گا۔ مریض کا رنگ مُردے کی طرح سفید نظر آئے گا مگر ہونٹوں کے گرد کی جلد نیلگوں ہو جائے گی۔ غور کرنے پر محسوس ہو گا کہ اُس کی انگلیوں کے پوروں کی رنگت بھی نیلگوں ہو گئی ہے۔ مریض خود کو مُردہ لاش کی طرح محسوس کرے گا جیسے زندگی اُس کا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔ اس دوا کے مریض موت سے نہیں ڈرتے ہاں البتہ وہ موت کی خواہش ضرور رکھتے ہیں۔ وہ اس قدر بے زاری محسوس کرتے ہیں کہ

زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب بھی آپ بطور ڈاکٹر اچانک اس طرح کی موت کی سی کیفیت کسی مریض میں دیکھیں تو کاربوویج کو نہ بھولیں۔

آپ کا سابقہ کسی دوسرے مریض سے بھی پڑ سکتا ہے جسے زور دار قے ہو رہی ہو۔ آپ اسے چیلیڈونیم، وریٹرم البم، آرسینک البم دے دیتے ہیں لیکن مریض اچانک نیلگوں سفید ہو جاتا ہے۔ (اُن تمام جگہوں سے جہاں اُس کے خون کا بہاؤ کم ہو گیا ہو۔) اُس کا جسم پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے۔ جسم کا درجہ حرارت گر جاتا ہے اور اُس کی سانس بھی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مریض بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اُس پر مُردنی سی چھا جاتی ہے۔ یہ کاربوویج کے مریض کی تصویر ہے جیسے ہی آپ اسے کاربوویج دیں گے، آپ حیرت انگیز طور پر مریض میں بہتری پائیں گے۔ عموماً اس دوا کو تیزی سے آنے والی تکالیف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے گہری اثر کرنے والی دوا کے طور پر کم ہی ڈاکٹر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس دوا میں گہرائی تک اثر کرنے کے کچھ اشارے ملتے ہیں۔ یہ عموماً نظام ہضم کی دوا کے طور پر تجویز کی جاتی ہے۔ پیٹ کے شدید طور پر اپھارہ سے بند ہونے کی علامت میں، معدہ کے زخم کی صورت میں، انتڑیوں اور پیٹ کے درد میں وغیرہ وغیرہ۔ پیٹ کے اپھارہ میں اپھار بہت شدید اور مسلسل محسوس ہوتا ہے جس کے ساتھ ڈکار آتے ہیں۔ ڈکار آنے پر مریض کو سکون ملتا ہے۔ یہ کیفیت زیادہ تر زیادہ کھا لینے خصوصاً مرغن غذا کھانے یا مکھن کھانے سے بڑھتی ہے۔ یہ اپھارہ پسلیوں پر دباؤ ڈالتا ہے جس سے دل پر دباؤ محسوس ہوتا ہے اور مریض پر وقفوں کے ساتھ بے ہوشی طاری ہو سکتی ہے۔ ایسا مریض بہت زیادہ کھانا تو کھا سکتا ہے مگر ساتھ شراب بہت کم مقدار میں لیتا ہے۔ اس نوعیت کے کھانے کے بعد مریض کے سینے (پسلیوں) کا دباؤ مریض کو کھانے کی میز پر ہی بے ہوش کر دیتا ہے۔

اگرچہ اپھارہ زیادہ کھانا کھانے سے پیدا ہوتا ہے۔ تاہم اس سے یہ تاثر نہیں لینا چاہئے کہ کاربوویج کا مریض موٹا ہوتا ہے۔ موٹا بھی ہو سکتا ہے مگر عام طور پر اس کے مریض دبلے پتلے ہوتے ہیں۔ یہ دوا بہت بوڑھے لوگوں کے ضدی قسم کے زخموں کو ٹھیک کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یہ ایسے زخم ہوتے ہیں جو ٹھیک نہیں ہوتے بلکہ رفتہ رفتہ گنگرین میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دوسری ادویات جن میں یہ حالت پائی جاتی ہے لیکیسس، ہیپر سلف، کلکیریا کارب اور کاربوانیملس ہیں لیکن بڑھاپے کی تکلیف میں

کاربوویج زیادہ موزوں ہے۔ ایسے لوگ جن کی عمر 80 سال کے لگ بھگ ہو جن کے جسم سرد ہوں' اکثر اپھارے کی شکایت کریں اور چکنائی والی غذا ہضم نہ کر سکیں۔ اس دوا کے دائرہ اثر میں آتے ہیں۔ چکنائی والی غذا کے علاوہ یہ مریض الکحل بھی برداشت نہیں کر پاتے۔ ضروری نہیں کہ ان چیزوں کے کھانے سے مریض پر شدید ردعمل ہو لیکن اتنا کافی ہے کہ مریض تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس کا اظہار کرتا ہے۔ الکحل کے ایک گھونٹ سے بھی چہرہ تمتما اُٹھتا ہے یا پھر چہرہ زرد (پیلا) پڑ جاتا ہے اور مریض اپنے اندر کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے۔

پنکھا جھلانے کی خواہش اس دوا کی بڑی رہنما علامت ہے۔ یہ علامت خاص طور پر تیزی سے بڑھنے والی تکلیف کی حالت میں ملتی ہے۔ بے ہوشی طاری ہوتے وقت یا سانس میں دقت کے وقت۔ اس دوا کا مریض صرف تازہ ہوا ہی کا خواہش مند نہیں ہوتا بلکہ چاہتا ہے کہ آندھی کی طرح تیز ہوا اُس کے چہرے پر پڑے۔ سوال کرنے پر ایسا مریض آپ کو بتائے گا کہ کار میں سفر کے دوران وہ اکثر اپنا سر کھڑکی سے باہر نکال لیتا ہے اس کے علاوہ وہ اکثر چاہتا ہے کہ پنکھا زور سے اور تیزی سے جھلایا جائے۔ یوں سمجھ لیں جیسے مریض آکسیجن کو زبردستی اپنے جسم میں سمو لینا چاہتا ہو۔

ایسی ادویات کا موازنہ جن میں مریض کھلی ہوا کی خواہش کرتا ہے' پنکھا جھلایا جانا چاہتا ہے۔ اونچے درجے کے شخصی مطالعے کا تقاضا کرتا ہے جس کی ہومیوپیتھی میں اشد ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم کوئی کیس لے کر اُسے ریپرٹرائز کرتے ہیں تو ہم تمام علامات کو ریپرٹرائز کرتے ہیں۔ اس طریقے سے ہم محض خام معلومات کے موازنے میں اُلجھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مخصوص فہرست دوا (Rubric) کے اندر ڈاکٹر کو دیکھنا ہوتا ہے کہ کون سی دوا اس مریض کی مخصوص حالت کے لئے موزوں ہے اور کون سی نہیں۔ مثال کے طور پر آرسینک سرد مزاج دوا ہے جس میں مریض کھلی ہوا کی خواہش کرتا ہے۔ لیکن کھلی ہوا کی خواہش کے باوجود مریض خود کو ٹھنڈ میں لے جانا پسند نہیں کرتا۔ تاہم سر کو کھلی ہوا میں یا ٹھنڈی جگہ پر رکھنا پسند کرتا ہے کیونکہ ٹھنڈک سے اُس کے سر درد کو سکون ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کاربوویج کی طرح سے آرسینک کا مریض چہرے پر تند و تیز ہوا کا ہونا بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح گرم مزاج ادویات (Warm Blooded) جیسے کہ پلساٹیلا کا مریض جس کی گرم اور گھٹن والی جگہ پر تکالیف بڑھ جاتی ہیں اور وہ کھلی اور تازہ ہوا میں

بہتری محسوس کرتا ہے صرف اور صرف اپنے جسم کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے کھلی اور تازہ ہوا میں جاتا ہے۔ اسی طرح ایپس گرم مزاج (Warm Blooded) دوائی ہے جس کے مریض پنکھا جھلانا پسند کرتے ہیں لیکن یہ مریض آہستہ آہستہ پنکھا جھلانا چاہتے ہیں۔ کاربوویج کی طرح تیز آندھی جیسی ہوا انہیں درکار نہیں ہوتی۔ سب سے زیادہ گرم مزاج دوا سکیل کار میں بھی پنکھا کرنے کی خواہش پائی جاتی ہے۔ اس دوا میں مریض تیزی سے پنکھا کرتا ہے لیکن سکیل کار کا مریض آکسیجن حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ جسم کی حرارت کو دور کرنے کے لئے پنکھا جھلاتا ہے۔

اس کے برعکس حالات ''آندھی سے تکالیف کا بڑھنا'' کے لئے بھی واحد دوا کی تلاش کے لئے بھی تفریق ضروری ہوتی ہے۔ بہت سی ادویات میں آندھی سے گھبراہٹ یا نفرت پائی جاتی ہے لیکن یہ نفرت کیوں پائی جاتی ہے اس کا جاننا ضروری ہے۔ لائیکوپوڈیم کا مریض بلاشک کھلی اور تازہ ہوا سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن جیسے ہی اُس کا جسم بلاواسطہ آندھی کی زد میں آتا ہے وہ بیمار پڑ جاتا ہے۔ نکس وامیکا کا مریض باہر چلنے والی آندھی سے کمرے کے اندر بیٹھا ہوا بھی بُری طرح متاثر ہو جاتا ہے۔ نکس وامیکا میں آندھی سے زیادتی اُس کی دماغی حساسیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ روڈوڈنڈران میں بھی کمرے سے باہر آنے والی آندھی سے تکلیف میں اضافہ پایا جاتا ہے لیکن یہ ہوا میں الیکٹرومیگنیٹک تبدیلیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تبدیلیاں انسانی جسم میں موجود الیکٹرو میگنیٹک نظام کو متاثر کرکے تکالیف میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ روڈوڈنڈران میں صرف جسمانی تکالیف بڑھتی ہیں۔ مریض کے پٹھے کھنچ جاتے ہیں۔ وہ چڑچڑا ہو جاتا ہے اور خود کو موت کے دھانے پر محسوس کرتا ہے۔ یہ علامت نکس وامیکا کی طرح ہے مگر نکس میں یہ سب کچھ درد کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کاربوویج کا مریض چکنائی اور مکھن برداشت نہیں کرسکتا۔ مریض میں خصوصاً نمک کی خواہش زیادہ اور مٹھاس (چینی) کی خواہش کم ہوتی ہے۔ کاربوویج جسمانی سطح کو زیادہ متاثر کرتی ہے جبکہ جذباتی عوامل کو کم متاثر کرتی ہے۔ اس میں کسی قدر خوف اور تشویش پائی جاتی ہے۔ اس میں موت کا خوف نہیں ہوتا جو اسے فاسفورس یا آرسینک البم سے الگ کرتا ہے۔ اس میں صحت کے متعلقہ کچھ تشویش پائی جا سکتی ہے خصوصاً رات کو بستر میں آنکھیں بند کرتے ہوئے لیکن یہ تشویش اتنی نمایاں نہیں

ہوتی جتنی کہ دوسری ادویات میں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دوا میں اندھیرے سے خوف بھی پایا جاسکتا ہے۔ لیکن مریض کی تکلیف اندھیرے میں بڑھ جاتی ہے اس میں بھوتوں کا خوف پایا جاسکتا ہے جو کہ لائیکوپوڈیم میں بھی ملتا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کاربوویج کے مریض کی تکالیف حادثے کے بعد دیر تک ٹھیک نہیں ہوتیں۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ مریض میں حادثات سے خوف پایا جائے گا۔

کاربوویج آرسینک البم اور فاسفورس کی معاون دوا ہے۔ ان ادویات کے مریض جو اِن سے تکالیف میں بہتری محسوس کرتے ہیں' ان سے اُن کی تشویش میں خاصی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد اُن کی تکالیف کا محور نظام انہضام ہو جاتا ہے جو پیٹ میں شدید اپھارہ پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے پرانے خوف اور تشویش کو یکسر بھول جاتے ہیں اور اپنی تمام توجہ پیٹ کے اپھارہ کی طرف مبذول کر لیتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ان ادویات (آرسینک' فاسفورس) کے بعد کاربوویج بہتر کام کرتی ہے۔

لائیکوپوڈیم بھی کاربوویج کے ساتھ گڈمڈ کی جاسکتی ہے کیونکہ دونوں میں شدید اپھارہ اور ڈکار پائے جاتے ہیں لیکن کاربوویج میں ڈکاروں سے لائیکوپوڈیم کی نسبت زیادہ سکون ملتا ہے۔ اس کے علاوہ لائیکوپوڈیم اتنی شدید سرد نہیں ہوتی جتنی کہ کاربوویج۔ کاربوویج میں نمک کی خواہش زیادہ اور میٹھے کی کم ہوتی ہے مگر لائیکوپوڈیم اس کے برعکس میٹھے کا دلدادہ ہوتا ہے ۔سوتے وقت لیٹنے' ٹیک لگا کر یا سہارا لے کر لیٹنے کی پوزیشن بھی ان ادویات کی تفریق میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ کاربوویج کا مریض لیٹنا چاہتا ہے جبکہ لائیکوپوڈیم کا مریض دائیں طرف سونا پسند کرتا ہے۔ اگرچہ لائیکوپوڈیم کا مریض کھلی ہوا کو پسند کرتا ہے لیکن اس کی تکالیف براہ راست آندھی سے بڑھ جاتی ہیں۔ آخر میں صرف یہ لکھنا کافی ہوگا کہ کاربوویج میں صبح کے وقت تکالیف میں شدید اضافہ نہیں پایا جاتا جو کہ لائیکوپوڈیم میں دیکھنے میں آتا ہے۔

17— چیلیڈونیم

میرے خیال میں چیلیڈونیم کے مریضوں کی ساخت بالکل لائیکوپوڈیم کے مریضوں سے ملتی جلتی ہے۔ جب آپ مکمل شخص (جسم) کو مدنظر رکھیں تو دونوں میں تفریق کرنا بہت مشکل ہوگا۔ بغور مشاہدہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ چیلیڈونیم کے مریض بہت طاقتور انسان ہوتے ہیں۔ ان میں دوسرے پر چھا جانے کی رغبت ہوتی ہے۔ وہ بہت زیادہ ہٹ دھرم ہوتے ہیں اور ہر ایک پر اپنا خیال مسلط کر دینا چاہتے ہیں لیکن اس میں اُن کا اپنا ارادہ غلط نہیں ہوتا بلکہ اچھے ارادہ سے وہ ایسا کرتے ہیں۔ اُن میں یقیناً سمجھ ہوتی ہے کہ وہ اچھے بُرے میں تمیز کر سکیں خواہ وہ کام اُن کے بس یا اُن کی مہارت کے دائرہ کار سے بھی باہر ہو۔ وہ دوسروں کو نصیحت کرنے میں بہت جلد باز ہوتے ہیں لیکن جب اُن کی نصیحت پر عمل نہیں ہوتا تو وہ اُسے اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اس معاملے میں چیلیڈونیم ڈلکامارا سے مشابہت رکھتی ہے۔

یہ ڈکٹیٹروں والا رویہ لائیکوپوڈیم میں بھی پایا جاتا ہے مگر اس میں ایک بنیادی فرق ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ لائیکوپوڈیم کا مریض بنیادی طور پر بزدل ہوتا ہے اس لئے اپنی چودراھٹ کا دائرہ کار صرف اُن لوگوں تک محدود رکھتا ہے جو اخلاقاً یا قانوناً اُس کے زیراثر ہوں مثلاً اس کا ماتحت سٹاف یا بچے وغیرہ جبکہ چیلیڈونیم کا مریض نہ تو بزدل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پرواہ کرتا ہے کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے۔ وہ اپنا نقطۂ نظر اتنی ہی شدت سے اپنے بڑوں پر بھی ٹھونسنا چاہتا ہے جتنی شدت سے اپنے ماتحتوں پر۔ دوسری جگر کی ادویات کی طرح چیلیڈونیم میں بلاوجہ دوسروں کی بات ماننا نہیں ملتا۔ ایسا شخص اپنے حق یا نظریئے کے لئے دوسروں کے ساتھ لڑنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ چیلیڈونیم کے مریضوں میں دوسروں کے متعلق جذبات پائے جاتے ہیں مگر یہ دوسرے لوگوں کے متعلق تشویش نہیں ہوتی بلکہ ان لوگوں میں یہ جذبہ انسانیت کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ انہیں کسی بات سے شرمندگی نہیں ہوتی۔ وہ اس قدر کھرے ہوتے ہیں کہ ایک وقت تو وہ کسی شخص کے لئے بہت سی قربانیاں دیتے ہیں تو دوسرے وقت اُسی کی موجودگی میں اُس پر تنقید کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے ہاں اگر دوسرے اُن کی نصیحت پر عمل نہ کریں تو پہلے وہ ہتک محسوس کرتے ہیں پھر اس شخص کے ساتھ لاتعلق ہو جاتے

ہیں۔ ان کا مقصد زیادہ تر ''دوسروں کا کام کر دینا ہے'' نہ کہ دوسروں کی ضرورت کو حقیقی طور پر سمجھنا اور اُن کی ضرورت کو پورا کرنا۔

ایسا لگتا ہے کہ چیلیڈ ونیم کے مریض میں عدم تحفظ کا احساس ہوتا ہے جو انہیں دوسروں پر غالب آ جانے پر اُکساتا ہے۔ یہ مضبوط ارادوں کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں سے کام کروا کر اپنے اندر تحفظ کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ اس دوا کے مریض کسی خاص شخص کے ساتھ شدید جذباتی تعلقات پیدا کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر خاوند یا بیوی۔ پھر وہ اُس مخصوص شخص کے لئے پُرتشویش رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسے ''دوسروں کے بارے تشویش'' کے زمرے میں لے آنا چاہیئے۔ دوسروں کے لئے تشویش کی یوں وضاحت کی جا سکتی ہے جیسے کہ ایک عورت جو کہ اپنے خاوند سے بہت محبت کرتی ہے لیکن وہ اپنی برتری کے حوالے سے خاوند پر برتری حاصل کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ وہ اپنی شخصیت کے حوالے سے اپنی برتری جمانا چاہتی ہے اس لئے وہ چاہے گی کہ اُس کا خاوند اُس کی بات سنے خواہ ناخوش ہو کر ہی کیوں نہ سنے۔ یہاں تک کہ خاوند اُس کی چیخ و پکار سے تنگ آ کر چپ ہو جائے گا اور وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالتی رہے گی۔

اس دوا کے مریض حقیقت پسند ہوتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ حقیقت پرست اور سخت دماغ ہوتے ہیں۔ بے شک وہ ذی فہم نہیں بلکہ فہم و ادراک رکھنے والوں کے برعکس ہوتے ہیں۔ جہاں موقع ملے گا وہ فہم و ادراک والا کام کرنے سے کترائیں گے۔ (حساب کے سوال حل کرنا تجریدی کام کرنا وغیرہ)۔ وہ اپنے جذبات کا تجزیہ کرنے' موقع محل کی توجیح بیان کرنے اور اپنے رویئے کی وضاحت کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ چیلیڈ ونیم کے مریض کو ایک طرح سے ذہنی طور پر کاہل شخص کہہ سکتے ہیں۔ (مردہ دل' سرد مہر اور کاہل) اس دوا کا مریض آسانی سے جذبات کے تابع نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ بالکل جذباتی نہیں ہوتے اس لئے آسانی سے محبت کا اظہار بھی نہیں کر پاتے۔ تاہم وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ دوسرے اُن کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں۔

جذباتی معاملات میں چیلیڈ ونیم کے مریضوں میں تشویش پائی جا سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق تشویش جن سے وہ گہرا جذباتی لگاؤ رکھتے ہوں' اس کے علاوہ اُن میں اپنی صحت کے متعلق تشویش بھی پائی جاتی ہے۔ تاہم صحت کے متعلقہ تشویش اس دوا میں اتنی شدید نہیں ہوتی جتنی دوسری ادویات میں ملتی ہے لیکن ہوتی ضرور ہے۔

اس دوا کے مریضوں میں یہ تشویش حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ لوگ خود کو پڑھے لکھے اور قابل ڈاکٹروں سے چیک کرواتے ہیں اور اگر اُن میں معمولی سی تکلیف بھی پائی جائے تو وہ اس کے لئے تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور مناسب طریقے سے اس کا سدباب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اُس میں بھی شبہ کا اظہار کرتے ہیں کہ شاید یہ ٹھیک سے نہیں ہو رہا۔ اگر ڈاکٹر تشخیص کر کے بتائے کہ اُسے Colitis ہے تو بھی وہ مطمئن نہیں ہوتے اور پوچھتے ہیں کہ ڈاکٹر کیا یہ بات یقینی ہے کہ مجھے Colitis ہی ہے۔ کیا یہ جگر یا تلی کی تکلیف تو نہیں ہو سکتی؟ کیا آپ نے تشخیص سے پہلے تمام ممکنات کو مدنظر رکھا ہے؟ اُس کی تشویش اُسے تمام وجوہات کو جانچنے پر مجبور کر دے گی۔

چیلیڈونیم کے مریض گہری اُداسی میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔ (عموماً مختصر وقفے کے لئے لیکن قدرے چھوٹی چھوٹی باتوں پر۔) چیلیڈونیم کی مریضہ اپنے خاوند سے بہت زیادہ توقعات باندھ لیتی ہے مگر جب وہ اُس کی توقعات کے مطابق اُس سے برتاؤ نہیں کرتا تو وہ مغموم اور اُداس ہو جاتی ہے لیکن اگلے ہی دن وہ ہشاش بشاش ہوتی ہے اور اُس وقت تک خوش و خرم رہتی ہے جب تک کوئی دوسری معمولی سی بات نہ ہو جائے جو اُسے اُداس کر دے۔

بلاشبہ چیلیڈونیم جگر کی ایک نمایاں دوا ہے۔ ایک مریض جو چیلیڈونیم کی علامات رکھتا ہو۔ کچھ دیر کیلئے اُس کی جلد گندی زردی مائل یا تانبے کے رنگ کی سی ہو جاتی ہے۔

دوسری جگر کی ادویات کی طرح چیلیڈونیم کی علامات بھی صبح سویرے بڑھ جاتی ہیں۔ مریض کو غیر فرحت بخش نیند آتی ہے۔ چیلیڈونیم کی علامات میں زیادتی کا ایک مخصوص وقت صبح چار بجے کا ہے۔ خاص طور پر اس وقت کی زیادتی مریض کے دردوں اور سردرد کے لئے مخصوص ہے۔ چیلیڈونیم میں مرض کی زیادتی دوپہر کے بعد نہیں پائی جاتی لیکن چیلیڈونیم اور لائیکوپوڈیم دونوں کے مریض رات آٹھ بجے کے بعد خود کو بہتر محسوس کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ چیلیڈونیم کی زیادتی کا وقت صبح چار بجے ہے تو لائیکوپوڈیم کی زیادتی کا وقت شام چار بجے ہے۔

چیلیڈونیم کے مریض خاص طور پر سردی سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کی تکالیف سردی سے بڑھتی ہیں۔ لیکن سردرد، نواسیر اور دردیں سردی سے نہیں بڑھتیں بلکہ اُن میں

سردی سے تخفیف ہوتی ہے۔ چیلیڈونیم کا مریض خاص طور پر موسم کی تبدیلی سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ خواہ وہ موسم کی تبدیلی سرد موسم سے گرم موسم کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔

چیلیڈونیم کے لئے یہ مشہور ہے کہ اُس کی تکالیف مرطوب موسم میں بڑھتی ہیں مگر میں اِس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ یہ اس دوا کی کوئی مضبوط علامت ہے کیونکہ میں نے بہت سے ایسے مریضوں کو دیکھا ہے جو سمندر کے قریب معمولی سی تکلیف کے ساتھ تمام زندگی گزار دیتے ہیں۔

چیلیڈونیم خصوصی طور پر دائیں طرف کی دوا ہے۔ ہیپاٹائیٹس کے مرض میں مریض خصوصی طور پر درد اپنے دائیں ہائپوکونڈریم میں محسوس کرتا ہے جو Scapula کے اندرونی زاویئے تک پھیلتا ہے۔ ابتدائی اور شدید تکلیف میں یہ علامت چیلیڈونیم کو بطور دوا تجویز کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ چیلیڈونیم کے مریض کو درد والی کروٹ پر لیٹنے سے سکون نہیں ملتا۔ (جو کہ برائی اونیا کے بالکل برعکس ہے۔)

اس دوا کے مریضوں میں جوڑوں کی تکالیف بھی پائی جاتی ہیں جو کہ جگر کی تکلیف کے بعد رونما ہوتی ہیں۔ یہ دردیں خاص طور پر دائیں کندھے اور دونوں گھٹنوں کو متاثر کرتی ہیں۔ (البتہ دائیں گھٹنے میں تکلیف بائیں گھٹنے سے قدرے زیادہ ہوتی ہے۔) گھٹنوں کی تکلیف پیدل چلنے سے بڑھتی ہے۔ پیدل چلنے سے گھٹنوں کے دردوں میں اضافہ کے لئے چیلیڈونیم ایک بنیادی اور پہلی دوا تصور کی جاتی ہے۔ چیلیڈونیم کی ایک اور اہم علامت جو مجھے کتابوں میں کم ہی ملی ہے وہ یہ ہے کہ مریض میں دودھ اور دودھ سے بننے والی اشیاء خصوصاً پنیر کے لئے شدید خواہش پائی جاتی ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ مریض گرم مشروبات اور گرم غذا لینا پسند کرتے ہیں جن سے اُن کی تکالیف کو بھی سکون ملتا ہے۔

اس دوا کے مریضوں میں مرضیاتی تبدیلیاں بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہیں۔ اس لئے جب دوا تجویز کی جاتی ہے تو اس کا اثر بھی مریض پر بہت سست روی سے ہوتا ہے۔ اگر مزمن امراض میں ایک ماہ تک بھی مریض میں دوا کے استعمال سے بہتری نظر نہ آئے تو بھی پریشان ہو کر دوا کو نہ بدلیں اور اسے زیادہ عرصے تک استعمال کرائیں۔

اس سے قطع نظر کہ یہ ایک سست روی سے کام کرنے والی دوا ہے۔ دوا کے استعمال کے بعد مریض کچھ نہ کچھ بہتری کی رپورٹ ضرور دیں گے چونکہ اس دوا کے

مریض جلدی مطمئن نہیں ہوتے (خصوصاً جب تک وہ کوئی ٹھوس اور نہ تبدیل ہونے والے نتائج نہ دیکھ لیں وہ مطمئن نہیں ہوتے) اگر دوا حیران کن جادوئی اثر بھی دکھا دے تو بھی وہ مطمئن نہیں ہوتے۔ جب تک کہ انہیں صحت مند ہوئے کئی سال نہ گزر جائیں۔ بعض اوقات اتنے عرصے کے بعد بھی وہ مطمئن نہیں ہو پاتے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مریض کہتا ہے: "تم کہتے ہو کہ میں بہتر ہوں لیکن دوسرے تمام ڈاکٹروں نے تو کہا تھا کہ میرا جگر کبھی بھی دوبارہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ پھر جو آپ کہتے ہیں وہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔" تمام تر صحت یابی کے باوجود وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے جگر کی کارکردگی کا ٹیسٹ Liver Function Test (L.F.T) کروائے تاکہ وہ آپ کو بتا سکے کہ اُس کا جگر ابھی تک تکلیف سے متاثر ہے۔ وہ یہ سب کچھ تمام تر صحت یابی کے باوجود کرتا رہتا ہے جو اُس کی شکی مزاج طبیعت کا مظہر ہے۔

بلاشبہ کسی خاص کیس میں چیلیڈونیم اور لائیکوپوڈیم میں تفریق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ تفریق کرنے کے لئے نمایاں علامت یہی ہے کہ چیلیڈونیم کا مریض مضبوط، بہادر اور نقصان سے بے بہرہ ہو کر اپنے نقطۂ نظر کو دوسروں پر ٹھونسنا چاہے گا جبکہ لائیکوپوڈیم کا مریض ڈرپوک اور بُزدل ہوتا ہے اور اپنی حاکمیت اپنے ماتحتوں تک محدود رکھے گا۔ دونوں میں صحت کے متعلقہ تشویش پائی جاتی ہے لیکن چیلیڈونیم میں یہ قدرے کم اور زیادہ حقیقت پر مبنی ہو گی۔ دونوں ادویات کی تکالیف دائیں طرف پائی جاتی ہیں لیکن چیلیڈونیم کے مریض کے درد دائیں Scapula کے اندرونی زاویئے تک پھیل جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ لائیکوپوڈیم کا مریض دائیں طرف کروٹ لے کر لیٹنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ چیلیڈونیم کے مریض کو اس کروٹ پر سکون نہیں ملتا اس لئے وہ بائیں کروٹ لیٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ دونوں ادویات میں پیٹ میں اپھار اور پیٹ کا تناؤ ملتا ہے لیکن یہ تکلیف چیلیڈونیم میں اتنی شدت کے ساتھ نہ ہو گی جتنی کہ لائیکوپوڈیم میں۔ لائیکوپوڈیم میں میٹھا کھانے کی خواہش بھی چیلیڈونیم سے قدرے زیادہ ہوتی ہے۔ لائیکوپوڈیم کے مریض میں پنیر کے لئے خواہش معتدل سی ہوتی ہے جبکہ چیلیڈونیم کا مریض یا تو پنیر کھانے کی شدید خواہش رکھتا ہو گا یا پھر اُسے اس سے شدید نفرت ہو گی۔ دونوں میں گرم مشروبات اور گرم غذا لینے کی خواہش ملتی ہے اور اس سے اُن کی تکالیف میں کمی بھی ہوتی ہے۔ پیدل چلنے سے دونوں ادویات کے مریض بہتر محسوس نہیں کرتے لیکن چیلیڈونیم کے مریض کی تکلیف

خصوصاً صبح چار بجے بڑھے گی اور لائیکوپوڈیم کی مخصوص زیادتی شام چار بجے سے شروع ہو گی۔ لیکن یاد رکھیں کہ دونوں ادویات کے مریض شام آٹھ بجے کے قریب تکالیف میں بہتری محسوس کرتے ہیں۔

چیلیڈونیم اور لائیکوپوڈیم کے درمیان تفریق کیس کو اچھے طریقے سے ریکارڈ کرنے کی ضرورت کی ایک مثال ہے۔ ادویات میں تفریق زیادہ تر تکالیف کی کمی اور زیادتی کے حوالے سے کی جاتی ہے نہ کہ لکھے لکھائے اختلافات پر۔ ایسے کیس میں فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے جس میں بہت سی علامات تو لکھ لی جائیں مگر مرض یا مریض کی تکالیف کی کمی اور زیادتی کے بارے کوئی علامت لی ہی نہ گئی ہو۔ ہومیوپیتھی ایک ایسی سائنس ہے جو کہ ادویات میں تفریق کرنے کے عمل پر قائم ہے۔ شاید یہ مثال چیلیڈونیم اور لائیکوپوڈیم میں تفریق کرنے کے حوالے کے علاوہ میں اتنے بہتر طریقے سے کہیں بھی نہ دے پاؤں۔

18—ڈلکامارا

اس باب میں ہم صرف ڈلکامارا کی ذہنی اور جذباتی حالت بیان کریں گے کیونکہ جسمانی علامات سے تو دوسرے بہت سے میٹریامیڈیکا بھرے پڑے ہیں۔ یہ مواد جو میں آپ کے سامنے پیش کرنے جا رہا ہوں' میرے اپنے مشاہدات اور دو کیسوں سے اخذ شدہ ہے جو کہ اس دوا کی اصل روح کے مطابق ہیں۔ دونوں مریض اتفاق سے عورتیں تھیں لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ڈلکامارا صرف عورتوں کی دوا ہے۔

یہ دلچسپ بات میں پہلے سے بتا دوں کہ آپ کی سوچ ان کیسوں میں ڈلکامارا تک جانے سے پہلے آپ کو محسوس ہو گا کہ شاید میں کلکیر یا کارب' رسٹاکس اور کالی کارب کی تفصیل بیان کر رہا ہوں۔ اس طرح کے محتاط معائنوں اور تجزیوں کے بعد ہی ہم کسی دوا کے اصل لب لباب تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

یہ دونوں عورتیں بڑی طاقتور تھیں اور مضبوط ارادوں کی مالک تھیں۔ اس کے علاوہ دونوں حاکمانہ رویئے کے ساتھ دوسروں کو اپنے تابع رکھنے کی خواہش والی تھیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو اُن کے قریب ہوتے اُن سے بڑے رعب داب سے بات کرتیں۔ ڈلکامارا

کے مریض بڑے ہٹ دھرم اور اپنے نقطۂ نظر پر ڈٹ جانے والے ہوتے ہیں اور جب اُن کے اردگرد کے لوگ اُن کی خواہش کے مطابق اُن کے احسان مند نہیں ہوتے تو وہ ناخوشگواری اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس دوا کے مخصوص مریض حاکم بننے اور دوسروں پر تسلط جمانے کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اپنے خاندان پر حکمرانوں کی طرح رعب ڈالتے ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کا رویہ اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو۔ اپنی اس طرح کی طبیعت کی وجہ سے وہ دوسروں پر غلبہ پانے اور اُن پر اپنا نقطۂ نظر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاہم اپنے حلقہ ارباب سے باہر وہ شکی مزاج ہوتے ہیں اور دوسروں پر شک کرتے ہیں۔ ایسے مریض بے حد محتاط ہوتے ہیں۔ عورت ہو تو وہ اپنے آپ کو اپنے خول میں بند رکھتی ہے لیکن اُس میں دوسروں میں عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے۔ وہ اپنے طور پر یہی سمجھتی ہے کہ دوسرے اُسے نہیں سمجھ سکتے اور وہ اُس کے جذبات اور رویئے کو یا تو سمجھ نہیں پا رہے یا پھر اُن کا غلط تجزیہ کرتے ہیں۔

مریضہ جب شروع میں آپ کے پاس آئے گی تو وہ بڑی سنجیدہ اور کم گو ہو گی۔ آپ کو صرف اپنی واضح اور بظاہر دکھائی دینے والی علامات دے گی۔ مثال کے طور پر کہ اُسے بار بار نزلہ ہو جاتا ہے۔ اُسے کاہی کا بخار ہے یا پھر یہ کہ اُس کے جوڑوں میں درد ہے۔ وہ کھل کر آپ کو تمام علامات نہ دے گی نہ ہی اپنی مکمل تکلیف آپ پر آشکارا کرنا چاہے گی۔ اُس وقت تک اُس کا رویہ ایسا ہی رہے گا جب تک کہ اُسے یقین نہ ہو جائے کہ آپ اُس کے مزاج کو سمجھ رہے ہیں اور اُس کی سمجھ کے مطابق بات کر رہے ہیں۔ جب وہ اپنے اندر سے آپ کے متعلق پُراطمینان ہو جائے گی تب وہ مزید معلومات فراہم کرے گی۔ یہ علامت اتنی مضبوط ہے کہ ایک عورت نے تو اسی وجہ سے ڈاکٹر تبدیل کر لیا کہ وہ اُس کی اصل بات کو سمجھ ہی نہیں رہا حالانکہ ڈاکٹر نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی تھی کہ اُسے غصہ آتا۔ بہرحال اُس نے پُرزور طریقے سے اپنے لوگوں کو ڈانٹ کر کہا: خبردار اب میں اُس ڈاکٹر کے پاس کبھی نہیں جاؤں گی۔ مزید پوچھنے پر اُس نے اپنے لواحقین کو بتایا کہ ''ڈاکٹر ایک اچھا آدمی ہے لیکن وہ مجھے سمجھ نہیں پایا۔'' اس کی شاید یہ وجہ تھی کہ ڈاکٹر اسے اس طرح متاثر نہیں کر سکا تھا کہ وہ مریض کے اس خیال کو رد کر پاتا کہ وہ اُسے سمجھ نہیں پایا۔

اس طرح کے مریض اپنے نقطۂ نظر پر اڑ جانے والے ہوتے ہیں۔ اس دوا کی مریض عورتیں چاہتی ہیں کہ دوسرے اس بات کو تسلیم کر لیں کہ وہ ہمیشہ ٹھیک بات کہتی اور ٹھیک کام کرتی ہیں۔ (یعنی اُن کی ذات بالکل بے عیب ہے)۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ کیس لیتے وقت آپ خاموشی سے سنتے اور علامات لکھتے جاتے ہیں اور کسی قسم کا جواب نہیں دیتے لیکن ڈلکامارا کا مریض چاہے گا کہ آپ اُسے باور کروائیں کہ آپ نے اُس کی علامات ٹھیک سے لے لی ہیں۔ ورنہ وہ ناخوش ہو جائے گا۔ جب آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ آپ سے اس طرح کی تصدیق چاہتا ہے تو آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اُن کو یقین دلائیں کہ جو کچھ اُس نے کہا آپ نے اچھے طریقے سے سن اور سمجھ لیا ہے تاکہ آپ اُس کا اعتماد حاصل کر سکیں اور مریض کھل کر مزید علامات دے سکے اور اپنی اصلی حالت بیان کر سکے۔

ڈلکامارا کے مریضوں میں موجود دوسروں پر غلبہ رکھنے کی عادت سے اُن میں دوسروں کے متعلق تشویش بھی اُبھرتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مریضہ کے خاوند کو کسی اہم میٹنگ میں جانا ہے تو وہ خود کو اس بات پر مجبور پائے گی کہ وہ اپنے خاوند کو سمجھائے کہ اُسے میٹنگ میں کیسے جانا ہے۔ کیا کہنا ہے۔ کیسا رویہ رکھنا ہے وغیرہ وغیرہ۔

فاسفورس کی مریضہ کی طرح یہ محض مشاورت والی نصیحت نہ ہو گی بلکہ اس کے پیچھے بھی ہٹ دھرمی ہو گی کہ وہ جو کہہ رہی ہے اُس کا خاوند بالکل ویسا ہی کرے اور اُس کے نقطۂ نظر کی تقلید کرے۔ اگر اُس کا خاوند ایسا نہیں کرے گا تو وہ رنجیدہ اور پریشان ہو جائے گی۔ ایسی مریضہ ضد کرتی ہے کہ اُس کا بیٹا شادی نہ کرے اور اُسے شادی کرنا ہے تو اُس کی مرضی کی لڑکی سے کرے۔ مریضہ خدائی فوجدار (ہر کام میں ٹانگ اڑانے والی) طبیعت کی مالک ہوتی ہے۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے دوسروں کو زچ کر دیتی ہے جیسا کہ آپ محسوس کر سکتے ہیں ایسی مریضہ خودغرض ہوتی ہے۔ اُس کی ہر بات کا دائرہ اُس کی اپنی سوچ کے گرد گھومتا ہے۔ اس طرف تو وہ دھیان دیتی ہی نہیں کہ دوسروں کے بھی حقوق ہیں اور انہیں بھی آزادی رائے کا حق ہے۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کو وہ اپنے زیرتسلط رکھتی ہے اور چاہتی ہے کہ دوسرے بالکل وہی کریں جو وہ کہتی ہے یا چاہتی ہے۔

ڈلکامارا میں دوسروں کے متعلق تشویش دراصل خاص طور پر مریضہ کے رشتہ داروں کی صحت کے متعلق تشویش ہوتی ہے۔ وہ اس تشویش میں اتنا آگے بڑھ جاتی ہے کہ

معمولی سی بات کو بڑھا کر بیان کرنے میں حقیقت کی تمام حدوں کو عبور کر جاتی ہے۔ (رائی کا پہاڑ بنا دیتی ہے۔) معمولی سا مسئلہ بھی اُسے اِس قدر خوفناک دکھائی دیتا ہے کہ وہ مریضہ کو پاگل پن کی حد تک لے جاتا ہے۔ یہ حالت کلکیر یا کارب سے ملتی جلتی ہے لیکن جب بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والی علامت کو مدنظر رکھتے ہوئے (مریضہ) کو مزید کریدیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس کے پس پشت دراصل دوسروں کو اپنے زیرتسلط رکھنے کا جذبہ کارفرما ہے۔

ڈلکامارا کی مریضہ کی ایک ٹھوس مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ وہ آپ کے پاس اپنے خاوند کے نزلے کی دوائی لینے آتی ہے اور علامات دیتے ہوئے بڑی تشویش سے پُراثر انداز میں کہتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اُس کی ناک شدید بہہ رہی ہے۔ اس کی تکلیف اس قدر مجھ پر تسلط کر گئی ہے کہ لگتا ہے اگر ٹھیک نہ ہوئی تو میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گی۔ آپ سمجھنے سے قاصر ہوں گے کہ اتنی معمولی سی بات اُس کے لئے اتنی گھمبیر کیوں کر ہو سکتی ہے مگر ایسا ہی ہے کیونکہ ذرا ذرا بات اُس میں مایوسی پیدا کر کے اُس کے لئے سوہان روح بن جاتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ اس دوا کی مریضہ کا خاوند کسی دن اپنے ضروری کاموں کے خیالوں میں گم اُسے خداحافظ کہے بغیر کام پر چلا جائے۔ ایسے وقت میں مریضہ اُس کے اس رویئے کے متعلق یوں تبصرہ کرے گی: ”میں نے اپنی تمام زندگی اس کے لئے وقف کر دی۔ اس کے لئے کھانا پکاتی رہی۔ اُس کے کپڑوں کو دھو سنوار کر استری کر کے رکھتی رہی لیکن اس نے آج تک مجھے کبھی کوئی توجہ ہی نہ دی۔“

ایک دوسری مثال لیتے ہیں۔ مریضہ کا بیٹا اُس کی تمام تر کوششوں کے باوجود گھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور اپنی مرضی سے ایسی لڑکی سے شادی کر لیتا ہے جو کہ اُس کو پسند نہیں۔ اِس بات سے وہ مایوسی کی حد تک اُداس ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات سے اس قدر ناراض ہو جائے کہ خودکشی کے متعلق سوچنے لگے۔ ایسے حالات میں وہ کہہ سکتی ہے کہ ”بس میں مزید زندہ رہنا نہیں چاہتی۔“

ان شکایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہو سکتا ہے کہ آپ اُس کی اِس قدر پریشانی کو نہ سمجھ سکیں اور سوال کر بیٹھیں کہ ”بھئی کیا مسئلہ ہے یہ تو کوئی بات نہیں۔ آپ کا خاندان اتنا اچھا ہے۔ آپ کے خاوند نے آپ کو اتنا اچھا گھر لے کر دے رکھا ہے۔ آپ کا بیٹا ایسی

لڑکی ہی سے تو شادی کرنے جا رہا ہے جس سے وہ بے انتہا محبت کرتا ہے۔ اس سے آپ کو کیا تکلیف پہنچتی ہے۔ اس موقع پر وہ سوچتی ہے ہائے ہائے یہ سارے کے سارے ہی ناشکرے ہیں۔ جب وہ اپنے بچوں کو کنٹرول رکھنے کی ازحد کوشش کرتی ہے مگر آہستہ آہستہ وہ سب اپنا راستہ لیتے ہیں اور چل دیتے ہیں۔ ان حالات میں وہ خود کو شدید ذہنی جکڑن میں محسوس کرتی ہے۔ جکڑن ڈلکامارا کے مریض کی خاص علامت ہے۔ اگر مریض اسی جکڑن کا شکار رہے تو آگے چل کر مریض حقیقی بلند فشار خون کا مریض بن جاتا ہے۔ اسی لئے خیال رکھیں کہ ایسے مریضوں کے بلند فشار خون کے لئے ڈلکامارا بہترین دوا ہے۔

جب کوئی دوسرا ڈلکامارا کے مریض کے حلقہ اثر سے نکل جاتا ہے تو اس کے بعد مریض مسلسل اس جدوجہد میں رہتا ہے کہ وہ ثابت کر سکے کہ اُس کا خیال یا نقطۂ نظر بالکل ٹھیک تھا۔

اوپر بیان کئے گئے کیس کی مریضہ اپنی کینہ پروری کی بدولت دوسروں سے کہتی پھرے گی کہ اُس کی بہو اپنے خاوند سے بڑے بُرے انداز میں پیش آتی ہے۔ یا اُس کی بہو اُس کے بیٹے کے ساتھ ظالمانہ رویہ روا رکھے ہوئے ہے۔ مزید تفصیل میں جاتے ہوئے کہے گی۔ ''اُس کی بیوی نہ تو اُس کا کھانا پکا کر دیتی ہے اور نہ ہی گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے۔ دیکھو نا' اب میرا بیٹا کس قدر عذاب میں زندگی گزار رہا ہے۔'' اگر آپ کو اصل حقیقت کا پتہ نہ ہو گا تو اُس کی باتیں سن کر آپ محسوس کریں گے کہ اُس کا بیٹا کسی اُجڑے سے گھر میں زندگی بسر کر رہا ہے لیکن اگر آپ اُس کے بیٹے کے گھر جا پہنچیں تو تب آپ کو اندازہ ہو گا کہ مریض (مریضہ) نے کس قدر بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ دیکھیں گے کہ گھر تو صاف ستھرا رکھا ہوا ہے اور رہنے والوں کی زندگی بھی خوش و خرم ہے۔ لیکن مریضہ نے ذرا سی بات کو پکڑ کر اس قدر بڑھا چڑھا کر اس لئے پیش کیا تاکہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ اگر وہ اپنے بیٹے کو اُس لڑکی سے شادی نہیں کرنے دے رہی تھی تو ٹھیک ہی کر رہی تھی۔

بے شک ڈلکامارا کے مریض کی جسمانی علامات بہت سی دوسری کتابوں میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں جن میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں:

گرم موسم سے سرد موسم میں تبدیلی کے وقت اسہال کی تکلیف' جوڑوں کے دردوں یا نزلے کا ہونا۔ تپ کاہی (Hay Fever) میں یہ ایک قیمتی دوا ہے۔ نزلہ و زکام

کے دب جانے کے بعد دردسر اس دوا کی بہت اہم اور نمایاں علامت ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں چہرے کے دانے یا پھوڑے پھنسیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اگر انہیں دبا دیا جائے تو مریض چہرے کے درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب آپ کسی ڈلکامارا کے مریض کا پہلی مرتبہ مطالعہ کریں گے تو آپ کو محسوس ہو گا کہ یہ دوا بہت سے معاملات میں کلکیر یا کارب سے بالکل ملتی جلتی ہے۔ مثال کے طور پر اس دوا کے مریض موٹے ہونے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ وہ سرد مزاج ہوتے ہیں اور خاص طور پر گرم موسم سے سرد موسم کی طرف تبدیلی کے وقت اُن کی تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔ اُن میں میٹھے کی خواہش بھی پائی جا سکتی ہے۔ کئی سال تک میں اِس الجھن اور مغالطے میں رہا کہ یہ کلکیر یا کارب کی علامات ہیں لیکن کلکیر یا کارب نے میری کوئی مدد نہ کی۔ آج بھی مجھے یاد نہیں کہ ڈلکامارا میرے ذہن میں کیسے آئی لیکن شاید کسی معمولی سی جسمانی علامت نے میری توجہ اس طرف مبذول کروائی جب ڈلکامارا نے حیران کن طریقے سے ایسے چند کیسوں میں مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا تو تب جا کر میں اس کی ان خاصیتوں سے آشکارا ہوا۔ ڈلکامارا کے استعمال سے ایسے مریض پُرسکون ہو جاتے ہیں۔ اُن کا بلند فشار خون ختم ہو کر اپنی اصلی حالت میں آ جاتا ہے اور وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تمام غصے اور گلے شکوے کو بھول جاتے ہیں۔

ایک اور دوا جو اِن علامات پر ذہن میں آتی ہے وہ کالی کارب ہے۔ اس میں بھی مریض کو جکڑن کا احساس، سردی کا برداشت نہ کیا جانا اور میٹھی اشیاء کھانے کی خواہش پائی جاتی ہے لیکن اس کے مریض ڈلکامارا کی نسبت زیادہ خودمختار ہوتے ہیں اور اُنہیں اپنے رشتہ داروں سے اتنا کوئی سروکار نہیں ہوتا اور نہ ہی دوسروں کی باتوں سے اتنا غمگین ہوتے ہیں۔ ایک اور دوا جس کا اِس کے ساتھ موازنہ ضروری ہے وہ آرسینکم البم ہے۔ اس میں بھی دوسروں کے متعلق بہت زیادہ تشویش پائی جاتی ہے اور اس کے مریض بھی سردی سے گھبراتے ہیں۔ تاہم آرسینکم میں اپنے تعلق داروں کے لئے تشویش مریض کے اُن پر انحصار کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ انہیں اپنے تحفظ کے لئے دوسروں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جبکہ ڈلکامارا کی تشویش اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ دوسروں کو اپنے زیرتسلط رکھنے اور اُن پر غلبہ پانے کے احساس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ڈلکامارا کے مریض زیادہ مضبوط قوت ارادی کے مالک اور زورآور ہوتے ہیں بہ نسبت

آرسینکم البم کے۔

19— فلورک ایسڈ

﴿پیدائشی ساخت کی تصویر﴾

یہ زیادہ تر مردوں کی دوا ہے۔

ایسے مادہ پرست لوگوں کی دوا جو کہ پکے پکے دنیادار ہوں۔

یہ زندگی کو اپنی پوری استطاعت کے ساتھ گزارتے ہیں اور مذہبی یا اخلاقی باتوں' دینی آگہی اور قانون کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

غیر مہذب قسم کی طاقت اُنہیں ابتدائی عمر میں ہی جماع کی طرف راغب کر دیتی ہے۔ یہ اس کام میں 13-14 سال کی عمر میں ہی لگ جاتے ہیں۔ پھر روزانہ جماع کرتے یا کرنا چاہتے ہیں۔

ان کی شناخت آسان نہیں ہوتی۔ بہت سے مریض بالوں کے گرنے کی شکایت لے کر آتے ہیں۔ یا بے خوابی کی یا پھر وہ اس تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ خود پر قابو نہیں پا سکتے۔ پہلے چند نسخے ان پر کچھ کام نہ کریں گے۔ پھر جیسے جیسے آپ کو اُن کو بہتر طریقے سے جانتے جائیں گے اُن کی قدرے واضح شکل اُبھر کر سامنے آنے لگے گی۔

چھوٹی عمر میں جماع' پھر چھوٹی عمر میں شادی مگر مختصر وقت کے لئے (جلد بیوی کو چھوڑ دینا) پھر بار بار لوگوں (عورتوں) سے تعلقات قائم کرنا لیکن عدم اطمینان کا شکار رہنا۔ خوبصورت لڑکیوں سے دوستی قائم کرنا مگر مصنوعی تعلقات رکھنا۔ (سبز باغ دکھانا اور اپنا مطلب نکالنا) حقیقی اور دلی تعلقات (محبت بھرے جذبات) کی ذرا پرواہ نہ کرنا ایسے مریضوں کا خاصا ہوتا ہے۔

بے حس اور پُرتشدد ہونے کی وجہ سے نہ تو کوئی اُن کا دوست ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی قسم کی حساسیت کو سمجھتے ہیں۔

ان میں احساس برتری پایا جاتا ہے جو اُن کے دوسروں کو نیچا دکھانے کی حرکات سے واضح ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ چاہیں گے کہ ان کی تمام دوست لڑکیاں ایک نیلی

شرٹ پہنیں۔
ان کی دوسروں پر رحم دلی بھی کسی اور نوعیت کی ہو گی۔ وہ دوسروں کی صرف مالی مدد کرنا چاہیں گے۔
ان کیلئے دوپہر 1 تا 2 بجے جماع یا جنسی اعمال کرنے کا بہترین وقت ہوتا ہے۔
دوسروں کے ساتھ ان کے حقیقی روابط نہیں ہوتے بلکہ ہر تعلق مصنوعی ہوتا ہے۔
صرف اپنے خودساختہ لذت حاصل کرنے کے احساسات کو ہی پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔
اگر بیوی اور بچے انہیں خوش نہ کر سکیں تو وہ اُن سے لاتعلق ہو جاتے ہیں۔
دوسروں کی تکالیف کے لئے بڑے حساس ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کو کینسر کے مرض کا شدید خوف ہوتا ہے۔ دوسرے (کینسر کے مریضوں کی) مدد کرکے وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ کینسر کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔
انہیں بیمار پڑ جانے کا شدید خوف ہوتا ہے۔ اسی لئے ڈاکٹروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ وہ زندگی سے اُس کی تمام رعنائیوں کے ساتھ لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں اور بغیر کسی تکلیف کے مرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

دوسرا درجہ:
جب ان کی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے تو اِن کی یادداشت اُن کی جنسی کامیابیوں سے بھری پڑی ہوتی ہے۔
جوان لڑکی کا تصور کرتے ہی بغیر ایستادگی کے اُن میں شہوت اور ہیجان اُبھر آتا ہے۔
انہوں نے بہت سے بیماروں کو دیکھا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بیماریوں سے بہت خوف زدہ رہتے ہیں۔
سوال جواب کے دوران شروع میں بڑے اُجڈ اور اُکھڑ سے محسوس ہوتے ہیں اور محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ بہت جلدی میں ہیں۔ اُن کی اس علامت کو دیکھ کر ڈاکٹر نکس وامیکا یا سلفر تجویز کر سکتا ہے۔ سوال جواب کے دوران آخر تک اُن کے چہرے سے تشویش نہیں جھلکتی۔

جب وہ کسی تکلیف (بیماری) سے دوچار ہوتے ہیں تو اُسے بڑے اچھے طریقہ سے برداشت کرتے ہیں لیکن انہیں خوف ہوتا ہے کہ یہ تکلیف کسی بڑی بیماری میں نہ بدل جائے جسے ہم مستقبل میں بیماری کا خوف بھی کہہ سکتے ہیں)۔

ٹھنڈی چیزوں کے لگنے (ٹھنڈی ٹکور) سے' ٹھنڈے پانی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے سے تکالیف کم ہوتی ہیں۔

گرم ٹکور سے اور گرم گرم مشروبات لینے سے تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔

ناخن ٹوٹے پھوٹے ہوتے ہیں۔

اُن کے بال آپس میں چپک جاتے ہیں اور گر جاتے ہیں۔ (Epithelioma)

کمزوری (ڈھیلا پن) پیدا ہو جاتا ہے خاص طور پر رگ و ریشہ کے نظام میں۔

وریدیں پھول جاتی ہیں۔ بڑی آنت کا آخری حصہ اور رحم گر جاتے ہیں۔

(Uterus Prolapus)

قبض شدید ہوتی ہے۔ اپنی قبض کے لئے مریض تشویش کا شکار ہوتا ہے۔

عورتیں حیض کے دیر سے آنے پر پُرتشویش ہوتی ہیں اور کینسر کا خوف ان میں پایا جاتا ہے۔

پراسٹیٹ گلینڈ (غدہ مذی) بڑھ جاتے ہیں جس کے ساتھ مریض کو بار بار پیشاب آتا ہے۔

اگر پیشاب کی حاجت پر توجہ نہ دیں (پیشاب نہ کریں) تو سر درد ہو جاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں پیشاب روکنے سے سر درد کی تکلیف پیدا ہو جاتی ہے۔

رات کو بار بار تکلیف دہ ایستادگیاں ہوتی ہیں۔ (کارسی نوسن' سٹافی سیگریا)

نیند:

لیٹنے پر فوراً سو تو جاتے ہیں مگر تین چار گھنٹے کے بعد جنسی خیالات اور ایستادگی انہیں جگا دیتی ہے۔ یہ ایسے مریضوں کی بھی دوا ہے جو عرصہ دراز تک نہ سو سکے ہوں۔

20— گریفائیٹس

اہم بات جو اس دوا کے خیال سے ذہن میں آتی ہے وہ سستی ہے۔ اس دوا کی تینوں سطحوں (دماغ، جذبات، جسم) پر ہمیں سستی اور بھاری پن ملتا ہے۔ ایسے مریضوں کی جلد موٹی اور سخت ہوتی ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی ایسی رکاوٹ ہے جو بیرونی دنیا کے اثرات اُن کے اندر سمانے نہیں دیتی جس کے نتیجے میں تمام نظام نزاکت اور سستی کا شکار رہتا ہے۔

جسمانی ساخت کے حساب سے اس دوا کے مریض موٹے اور تھل تھل کرتے ہوئے جسم والے ہوتے ہیں۔ اُن کی جلد مٹی رنگی اور بال سیاہ ہوتے ہیں۔ مطب پر مشاہدہ کی جانے والی ساخت کے حوالے سے ان میں بہت سی ایسی علامات ملتی ہیں جو صرف ایسی بیماریوں میں ملتی ہیں جن میں جلد پھٹ جاتی ہے۔ اس دوا کے مریض اتنے پلپلے نہیں ہوتے جتنے کلکیر یا کارب کے مریض۔ اس دوا کے مریض بلاشبہ زیادہ تر مزدور ہوتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں کی جلد بھی اس قدر سفید نہیں ہوتی جتنی کہ کلکیر یا کارب کے مریض کی ہوتی ہے۔ ان میں قوت حیات بہتر دکھائی دیتی ہے۔ عام فہم قانون کے مطابق گریفائیٹس زیادہ تر مزدوروں، دیہاتیوں اور ٹرک چلانے والوں میں تیزی سے مرضیاتی تبدیلیاں لاتی ہے۔

گریفائیٹس ہر قسم کی حس کی کمی کا اظہار کرتی ہے۔ جسم، جذبات، دماغی استعداد (یعنی فہم و ادراک)۔ اس دوا کے مریض کے لئے کسی قسم کا تجزیہ کرنے کا کام یا سائنسی کام بہت مشکل ہوتا ہے۔ معلومات حاصل کرنے کے لئے دماغی صلاحیت سستی اور کاہلی کا شکار ہوتی ہے۔

مریض کی فہم و ادراک کی سستی کی نشانیاں ہمیں خود اُس کی اپنی معلومات کے متعلق سوجھ بوجھ (آگاہی) کے حوالے سے ملتی ہیں۔ سوال و جواب کے دوران یہ حالت مریض کے رویئے سے بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ وہ کچھ علامات اپنی خوشی سے دے تو دیتا ہے لیکن اُس کے دیئے ہوئے سوالوں کے جواب سطحی سے ہوتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں جیسے کہ اُس کا دماغ سخت ہے اور وہ باہر سے اُس میں کسی چیز کو گھسنے ہی نہیں دیتا۔ اس ناسمجھی سے کسی کے (ڈاکٹر) کے ذہن میں خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ گریفائیٹس

کمزور یادداشت کی دوا ہے۔ دراصل یہ تھوڑی دیر کی یادداشت کی کمی کی دوا ہے (موجودہ واقعات کو یاد رکھ سکنے کی صلاحیت میں کمی جیسا کہ اکثر کتابوں میں درج ہے)۔ روزمرہ کے واقعات مریض کے دماغ میں پوری طرح اپنے نقش نہیں چھوڑ پاتے۔ اس لئے وہ آسانی سے یاد نہیں کئے جا سکتے۔ تاہم یہ یادداشت کی کمی اُن واقعات کے لئے نہیں ہوتی جو مریض کے دماغ میں گریفائیٹس کی مرضیاتی تبدیلی پیدا ہونے سے پہلے ہوئے ہوتے ہیں۔

مرضیاتی تبدیلی پیدا ہونے کے بعد دماغ بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ یہ دماغ کا خالی پن فاسفورس کے دماغ کے خالی پن کی طرح نمایاں نہیں ہوتا۔ فاسفورس کے دماغ کا خالی پن دراصل جسمانی کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ گریفائیٹس میں روزمرہ کے واقعات کے دماغ پر پوری طرح نقش نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دوا میں مریض اپنے دماغ میں خالی پن محسوس کرتا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ خیالات کی عدم موجودگی ہوتی ہے جو مریض اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ (دماغ خالی از خیالات) بعض اوقات مریض اس کی تفصیل یوں بھی بیان کرتا ہے کہ جیسے اُس کے سر کے اندر بھراؤ محسوس ہو رہا ہو جو کہ سوچوں کا دھارا بند کر دے۔ ہومیوپیتھی میں پائی جانے والی اجتماعی ضدوں کی طرح گریفائیٹس میں ہر طرح کی متضاد اور شدید ترین کیفیات پائی جاتی ہیں۔

کند ذہنی کی وجہ سے مریض تذبذب کا شکار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ معمولی ترین فیصلہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اگر وہ سٹور پر چیز خریدنے چلا جائے تو بہت سا وقت صرف اس لئے اُدھر ہی گزار دیتا ہے کیونکہ وہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ چیزوں کی قیمتیں ٹھیک ہیں یا نہیں۔ چونکہ وہ اپنے دماغ کو کسی ایک فیصلے پر نہیں لا پاتا اس لئے آخرکار وہ خالی ہاتھ ہی سٹور سے باہر آ جاتا ہے۔

آخرکار مریض کو سمجھ آنے لگتا ہے کہ اس کا دماغ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔ جب اُس پر اپنی یہ دماغی حالت آشکارا ہو جاتی ہے تو پھر وہ مختلف قسم کی تشویشوں میں گھر جاتا ہے۔ خاص طور پر یہ خوف اُس کے دماغ میں گھر کر جاتا ہے کہ کوئی بُرا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ لیکن کیا واقعہ پیش آ سکتا ہے وہ اس کا اندازہ لگانے سے قاصر ہوتا ہے اسی لئے وہ صرف اتنا محسوس کر پاتا ہے کہ ناگہانی آفت آنے والی ہے۔ یہ پاگل پن کا خوف نہیں ہوتا جس طرح کہ کلکیر یا کارب میں ملتا ہے بلکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ بیرونی دنیا سے اُن پر

کوئی مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔

یہ تمام دماغی اور جذباتی علامات صبح سویرے بڑھ جاتی ہیں۔ خاص طور پر صبح آنکھ کھلنے پر مثال کے طور پر فہم و ادراک کی کمی، تشویش، خوف، تذبذب وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ جسمانی علامات بھی صبح جاگنے پر بڑھ جاتی ہیں۔ وہ اپنا کام سرانجام دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے خاص طور پر اگر فہم و فراست سے کرنے والا ہو۔ تاہم شام کو دن کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور انہیں کچھ سکون محسوس ہوتا ہے۔ شام کو اُن میں چستی آ سکتی ہے اور مریض کے جذبات بھی جاگ اُٹھتے ہیں لیکن جیسے ہی اگلا دن آئے گا اُس کی تمام تکالیف پھر سے لوٹ آئیں گے یا ظاہر ہو جائیں گی۔

جب اس دوا کے مریض ناخوش ہوں تو میوزک سُن کر وہ اور بھی رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ علامت نیٹرم میور کے مریض کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ اُس کی حساسیت گریفائیٹس کے مریضوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے نیٹرم میور کے مریض زیادہ رومان پسند اور جذباتی ہوتے ہیں اور وہ میوزک سن کر اپنی اُداسی کو ختم کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں لیکن گریفائیٹس میں یہ حقیقی تکلیف ہوتی ہے یعنی میوزک اُن کو واقعی خستہ حال کر دیتا ہے اور وہ خود پر افسوس کرتے ہوئے چیخ اُٹھتے ہیں۔

جسمانی تکالیف میں مرضیاتی تبدیلی زیادہ تر جلد پر نظر آتی ہے جیسا کہ ہم اس دوا کے مریضوں میں موٹاپن اور کھردراپن جلد پر بھی نمایاں طور پر دیکھتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں میں زخموں کے بعد Keloids بن جاتے ہیں۔

مجھے دو کیس یاد ہیں جن کو اسی علامت پر گریفائیٹس سے صحت یابی ہوئی تھی۔ اسی طرح سے گریفائیٹس کے مریض کے جسم سے نکلنے والی رطوبات بھی بہت گاڑھی ہوتی ہیں۔ صرف گاڑھی ہی نہیں بلکہ چپکنے والی بھی۔ جس طرح دماغ گاڑھا اور سخت ہوتا ہے اور اُس میں بیرونی دنیا کے اثرات اندر نہیں جا سکتے اسی طرح جلد اور رطوبات بھی سخت اور گاڑھی ہوتی ہیں اور ان میں بیرونی عوامل کا داخل ہونا مشکل ہوتا ہے۔

تاہم گریفائیٹس جلدی اُبھاروں اور پھوڑے پھنسیوں کے لئے اہم دوا ہے۔ خاص طور پر زیادہ شدید جلدی تکالیف میں۔ ان تکالیف میں ایگزیما جو تمام جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لے، جگر کی سوزش، چھلکے دار اُبھار وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

جسم کے جو حصے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، اُن میں Anticubital اور

Popliteal Fossa کھوپڑی کے کنارے اور کان اور اُن کا پچھلا حصہ شامل ہیں۔ متاثرہ حصوں میں جلد کا پھٹ جانا بھی پایا جاتا ہے۔ (خاص طور پر بچوں کے کانوں کا حصہ)۔ جلد کے ان پھٹے ہوئے حصوں سے گاڑھی چپکنے والی رطوبات خارج ہوتی ہیں۔ یہ رطوبات سیرم کی طرح دکھائی دیتی ہیں اور بدبودار ہوتی ہیں۔ یہ جلدی تکالیف گریفائیٹس کے لئے مخصوص ہیں۔ گریفائیٹس کی ایک نمایاں علامت مریض کے ناخنوں کا پھٹنا اور بھدے ہو جانا ہے۔

گریفائیٹس وہ واحد دوا ہے جس میں جلدی اُبھاروں کے دب جانے سے مریض بہت زیادہ تکلیف میں چلا جاتا ہے۔ ایگزیما کو دبانے کے لئے کارٹی سون یا اسی طرح کی دیگرادویات جلد پر لگا کر دبایا جائے تو مریض دمہ کی تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے یا پھر مستقل سر درد کی شکایت کرے گا یا پھر وہ ڈیوڈینم کے زخم (Duodenal Ulcer) کا شکار ہوسکتا ہے۔ جلدی اُبھاروں کو دبانے کے بعد معدہ مرضیاتی تبدیلیوں کا پہلا نشانہ بنتا ہے۔ مریض معدہ میں اینٹھن اور جلن کی شکایت کرتا ہے جس کو کھانا کھانے سے فوراً سکون مل جاتا ہے۔ چونکہ یہ معدہ کے زخم کی ایک اہم علامت ہے اس لئے اسے مریض کی اس قدر اہم علامت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس علامت کو مرض کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال اس علامت کو گریفائیٹس کی دیگر علامات کے ساتھ مدنظر رکھنا چاہئے۔ مریض معدہ میں اینٹھن محسوس کرتا ہے اس کے ساتھ اُس کے اندر جو کام سب سے زیادہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے وہ لیٹ جانا ہے۔ یعنی خاموشی سے لے کر کچھ نہ کچھ کھا لینا۔

گریفائیٹس کے مریض کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ عام حالات میں تو اُس کی جلد مٹی رنگی ہوتی ہے مگر جب جسمانی تکالیف اُبھرتی ہیں تو جلد کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ (تپ جاتا ہے)۔ روشنی سے خوف کی تکلیف اس دوا میں بھی پائی جاتی ہے جیسے کہ نیٹرم کے مرکبات میں ملتی ہے۔ نیٹرم کے مرکبات میں روشنی سے خوف کی سب سے بڑی دوا نیٹرم سلف ہے لیکن گریفائیٹس سے بھی اس کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ اس دوا کی جسمانی تکالیف میں سے ایک اور رہنما علامت جوارح (بازو اور ٹانگوں) کا سُن ہونا ہے۔ عام طور پر اس علامت کے لئے گریفائیٹس اہم دوا ہے۔ یہ سُن ہونے کی علامت بازوؤں میں، ہاتھوں میں، پاؤں میں، انگلیوں میں، یا پاؤں کے پنجوں میں محسوس ہوتی ہے لیکن یہ تکلیف بار بار بازوؤں کے اگلے حصے میں پیدا ہوتی ہے۔ عموماً اس سُن ہونے کی تکلیف

کے ساتھ اینٹھن بھی پائی جاتی ہے۔ جب سُن ہونے کی تکلیف ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں میں پائی جائے تو ہمیں فاسفورس کے متعلق سوچنا چاہیے۔

گریفائیٹس عموماً بائیں طرف کی دوا ہے اور مریض سردی سے حساسیت محسوس کرتا ہے۔ کند ذہنی کی وجہ سے مریض میں یہ ٹھنڈک سے حساسیت اس قدر محسوس نہیں ہوتی کہ وہ برداشت نہیں کر پاتا۔ یہ ٹھنڈک مریض کے جسم میں نہیں بلکہ صرف مریض کے اندر ہوتی ہے۔

گریفائیٹس میں غذا کے متعلقہ علامات بھی بہت نمایاں ہیں۔ اس دوا کے مریض نمک، مٹھائیوں اور مچھلی سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ واحد دوا ہے جس میں یہ تین چیزوں کی ملاوٹ ملتی ہے۔ (یعنی تینوں چیزوں سے نفرت کی علامت) نمک اور میٹھی اشیاء کے حوالے سے اس کا موازنہ ارجنٹم نائٹریکم سے کرنا چاہیے جو اس کے بالکل برعکس ہے۔ (ارجنٹم نائٹریکم کا مریض نمکین اور میٹھی اشیاء دونوں کا دلدادہ ہوتا ہے، بہت زیادہ چست ہوتا ہے اور گرم مزاج ہوتا ہے۔) دوسری جانب گریفائیٹس کا مریض سرد مزاج ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ گریفائیٹس کا مریض مُرغی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔

صرف انہی غذائی علامات پر دوا تجویز نہ کی جائے بلکہ ان کو مریض کی دوسری علامات (سستی، تعلقات کی کمی، مریض کی عمومی شباہت) کے ساتھ فٹ کرکے دیکھنا چاہیے۔

جب کوئی ڈاکٹر مریض کی تھکن، موٹاپے، سردی، غدودوں کی تکالیف، چہرے کی تپکن وغیرہ کو مدنظر رکھ کر دوا تجویز کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ گریفائیٹس اور فیرم میٹ میں اُلجھ جائے۔ تاہم تفریق کے لئے خوف کی علامات لے لینا چاہیے کیونکہ گریفائیٹس کے خوف صبح سویرے جاگنے پر بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ گریفائیٹس کے مریض میں صبح سویرے عدم اطمینان، تذبذب اور ناگہانی آفت کے آنے کا خوف وغیرہ بھی بڑھ جاتے ہیں۔ چند علامات کے حوالے سے گریفائیٹس اور پلساٹیلا بھی ایک جیسی محسوس ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر تذبذب بعض اوقات مزاج کی تبدیلی کی شکل میں بھی واضح ہوتا ہے جو کہ پلساٹیلا کی طرح ہے۔ تاہم پلساٹیلا گرم مزاج دوا ہے اور شام کو ملگجے کے وقت مریض کی علامات بڑھتی ہیں۔

بہت سے کیسوں میں ہم مخمصے میں پڑ جاتے ہیں کہ کیا یہ گریفائیٹس کا مریض ہے' فیرم کا مریض ہے یا پلساٹیلا کا مریض ہے۔ ایسے موقع پر تفریق کے لئے یہ علامات لے لیں۔ کھلی ہوا کے مریض پر اثرات کیا ہوتے ہیں۔ مریض کتنا تیزی سے چلنا چاہتا ہے اور کون سی غذا پسند اور ناپسند کرتا ہے۔ یہ علامات آپ کو درست دوا تک پہنچنے میں مدد دیں گی۔

گریفائیٹس سے ملتی جلتی ایک اور دوا کلکیر یا کارب ہے جس کے مریضوں میں سردی سے حساسیت' موٹاپا اور ذہنی مشقت سے جلد تھک جانا پایا جاتا ہے جبکہ گریفائیٹس کے مریض میں تھکن نہیں بلکہ ذہنی کام سے نفرت پائی جاتی ہے۔ جو عقل و فہم کے متضاد کیفیت ہے۔ کلکیر یا کارب میں اگرچہ ذہنی مشقت تکلیف دہ ہوتی ہے تاہم مریض کام کے مکمل ہونے تک اسے کرنے کی جدوجہد میں لگا رہتا ہے۔ گریفائیٹس کے مریض کلکیر یا کارب کے مریضوں سے زیادہ فربہ اندام ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ زیادہ اُجڈ اور اکھڑ مزاج ہوتے ہیں۔ دیہاتیوں کی طرح مگر وہ جسمانی کام زیادہ کر سکتے ہیں۔

گریفائیٹس کے مریض کی عقل و فہم کی سستی کا موازنہ کرتے ہوئے یہ دلچسپ بات سامنے آتی ہے کہ مرضیاتی تبدیلیاں مریض کے دماغ میں گہرائی تک نہیں جاتیں۔ وہ بڑی عمر تک بغیر دماغی توازن کی خرابی کے زندگی گزارتے ہیں۔ ہاں اُن میں صرف عقل و فہم کا فقدان ضرور ملتا ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ شہری' جدت پسند اور ذہنی دباؤ کے شکار ماحول سے پیدا ہونے والی ابتری سے بچے ہوئے ہوتے ہیں۔

21— گریشی اولا

زیادہ تر عورتوں کی دوا ہے۔ پیٹ اور انتڑیوں کے نظام پر اثرانداز ہوتی ہے۔ پیٹ کی خرابی' ڈیوڈینم کے زخم' پیٹ کا پھولنا اور پیٹ کی گڑگڑاہٹ پیٹ کی تکالیف کی اہم علامات ہیں۔

اعصابی نظام بھی اس دوا سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے مریضہ اعصابی کمزوری کا شکار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اُس میں عدم اطمینان اور چڑچڑاپن پایا جاتا ہے۔ (کیمومیلا' نکس وامیکا) دم خم کی کمی کی وجہ سے اُداسی بھی مریض میں دیکھنے میں آتی ہے۔ لیکن

مریضہ میں شدید نفسانی خواہش پائی جاتی ہے۔ وہ جماع کی شدید خواہش رکھتی ہے جو پوری نہیں ہوتی۔ اس غیر طبعی نفسانی (جنسی) خواہش کے پورا نہ ہونے پر اُس کی تھکن میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

دائیں طرف کی بیضہ دانی، دائیں طرف کے درد، دائیں طرف کا گردے کا درد اس دوا کے مریضوں میں پایا جاتا ہے۔ ان علامات کی وجہ سے بہت سے ڈاکٹر اُلجھ جاتے ہیں اور مریضہ کو پلاٹینا کی مریضہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

مریضہ اپنے اندر کارکردگی کا فقدان محسوس کرتی ہے لیکن اُسے چھپانے کی کوشش کرتی ہے۔

مریضہ کو اپنا سر چھوٹا محسوس ہوتا ہے۔ یہ علامت اسے پلاٹینا سے الگ کرتی ہے کیونکہ پلاٹینا کی مریضہ کو اس دوا کے برعکس سر نہیں بلکہ دوسرے لوگ چھوٹے نظر آتے ہیں۔

مریضہ جنسی اعضاء کے مقام پر تحریک محسوس کرتی ہے۔

مریضہ معدہ اور پیٹ میں ٹھنڈک محسوس کرتی ہے۔

اس کے مریض کھانا کھانے کے دوران چکر محسوس کرتے ہیں۔ (نکس وامیکا' کھانا کھانے کے بعد چکر)

22—ہیپر سلفر

ہیپر سلفر کو اگر صرف دو الفاظ میں بیان کرنا ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ اس دوا کا مریض ضرورت سے زیادہ حساس اور منہ پھٹ ہوتا ہے۔ مریض محسوس کرتا ہے کہ اُس کے اعصاب اپنے کناروں پر ہیں جیسے اعصاب کناروں (سروں) پر کھردرے اور پھٹ گئے ہوں۔ اس حالت میں وہ خود کو بکھرتا ہوا محسوس کرتا ہے اور معمولی سا دباؤ بھی برداشت نہیں کر پاتا۔ خواہ یہ دباؤ جسمانی ہو یا نفسیاتی۔ پھر اس دباؤ کے بعد وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ فحش کلامی کرتا ہے۔ بدنیت بن جاتا ہے اور منہ پھٹ لوگوں کی طرح منہ میں جو آئے بک دیتا ہے۔

مرضیاتی تبدیلی کے اس پہلے درجے میں مریض میں عام کمزوری اور حساسیت پائی

جاتی ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر چڑچڑا ہو جاتا ہے لیکن یہ قابل کنٹرول حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد مریض کے اعصاب بھڑک اُٹھتے ہیں اور وہ ہر کام تیزی سے کرتا ہے۔ وہ تیز بولتا ہے، تیزی سے کھانا کھاتا ہے، تیزی سے مشروبات پیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مریض کا اعصابی نظام انتہائی درجے کی برانگیختہ حالت میں چلا جاتا ہے۔ شدت کے لحاظ سے یہ جلدی جلدی کام کرنے کی حالت کا سلفیورک ایسڈ کے مریض کی حالت سے موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

جیسے جیسے اعصابی نظام میں مرضیاتی تبدیلیاں زیادہ انتہا کی طرف چلی جاتی ہیں تو ضرورت سے زیادہ حساسیت واضح ہونے لگتی ہے۔ سب سے پہلے مریض ہیپر سلفر کی مخصوص سردی کے احساس کا اظہار کرتا ہے کیونکہ اس دوا کا مریض اپنی تکالیف میں خشک سرد ہوا (خصوصاً خشک سرد آندھی) میں اضافہ محسوس کرتا ہے۔ سرد مرطوب موسم جو کہ کئی لوگ برداشت نہیں کر پاتے، ہیپر سلف کے مریض کے لئے اتنے شدید نہیں ہوتے۔

ہیپر سلفر کی یاد رکھنے والی مخصوص علامت اس کے مریض میں پائی جانے والی ٹھنڈی سطحوں سے حساسیت (یعنی ٹھنڈی چیزوں کے جسم سے چھونے سے حساسیت) ہے۔ اس علامت میں بھی اصل وجہ جسم کا دوسری اشیاء کے تکلیف پہنچانے کے لئے کھلا رہ جانا اور مریض کے اعصاب کے سروں پر حساسیت کا ضرورت سے زیادہ ہونا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں مریض کی انگلیوں کے پورے ٹھنڈی سطح پر چھوتے ہی مریض کو فوراً یا تو کھانسی شروع ہو جاتی ہے یا پھر کپکپی۔ یہ پوروں کے چھونے کا عمل معکوس ہوتا ہے۔

اس دوا کا مریض کھلی ہوا، ہوا کے جھونکوں اور خشک سرد آندھی سے تکلیف میں اضافہ محسوس کرتا ہے۔ اس طرح کی تمام ٹھنڈک مریض کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے اور مریض کی تکلیف میں مخصوص قسم کا اضافہ پیدا کرتی ہے۔ اس لئے اس دوا کو بڑھے ہوئے درجے کے نزلہ و زکام کی دوا کہا جاتا ہے۔ لیکن عام نزلہ و زکام کے لئے اس دوا کو دینا فضول ہوگا۔ اگر آپ نے ایکونائٹ، برائی اونیا، جلسی میم وغیرہ دے رکھی ہوں لیکن نزلہ زکام نے ابھی اعضاء پر گہرے نشان نہ چھوڑے ہوں۔ نواسیر یا مزمن برونکائیٹس اور کھانسی مریض کی خصوصی علامت ہو تو بھی آپ ہیپر سلفر تجویز کر سکتے ہیں۔ اس کو نزلہ و زکام یا انفلوئنزا میں تیسرے درجے کی دوا گنا جاتا ہے۔ اس دوا کے مریض عموماً تکالیف کو برداشت کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ جسمانی تکلیف بھی اُن کے ذہن پر

دباؤ ڈالتی ہے اور نا قابل برداشت محسوس ہوتی ہے۔ مریض کا تمام اعصابی نظام اذیت محسوس کرتا ہے جس سے وہ ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ بدکلامی کرتا ہے اور گالم گلوچ پر اُتر آتا ہے۔ عورت ذرا سی بات پر اپنے خاوند سے بدکلامی کرتی ہے۔ وہ جان رہی ہوتی ہے کہ جس بات پر وہ بدکلامی کر رہی ہے، یہ معمولی بات ہے تاہم بدکلامی کرنے سے باز نہیں رہ پاتی کیونکہ وہ اپنے آپے میں نہیں ہوتی۔ خاوند قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اُس کی اس حالت کے ذمے دار اُس کے بیوی بچے نہیں ہیں۔ اس دوا کا مریض دباؤ برداشت نہیں کر سکتا اس لئے اپنی ذاتی تکلیف (بیماری) کی وجہ سے دوسروں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے مریض دوسروں کو اپنی ہر تکلیف کا ذمہ دار ٹھہرا رہا ہو۔

جب ان کو بیرونی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ مریض بکھر جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہیپر سلفر کی ایک عورت کو ہی لے لیتے ہیں۔ ایسی عورت جس کا خاوند کما کر گھر نہیں لا سکتا۔ وہ مسلسل اذیت میں زندگی گزارتی ہے۔ وہ سو نہیں پاتی۔ وہ ہر وقت ذرا ذرا سی بات پر تشویش کا اظہار کرتی ہے۔ جب آپ اُس کا کیس لیتے ہیں تو آپ سمجھ نہیں پاتے کہ اس کو کون سی دوا دی جائے کیونکہ وہ اتنی تیزی اور جوش سے علامات بیان کر جاتی ہے جو آپ کے پلے ہی نہیں پڑتیں۔ وہ آپ کو سینکڑوں چھوٹی چھوٹی علامات دیتی ہے مگر کوئی واضح خاکہ پیش نہیں کرتی۔ وہ مسلسل التجا کرتی ہے کہ آپ اُس کی مدد کریں۔ وہ کہتی ہے میری تکالیف اتنی شدید ہیں کہ آپ کو میری ضرور مدد کرنا چاہئے۔ میں درد سے بُری طرح گھائل ہو رہی ہوں۔ میں اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ اُس کی ان علامات میں آپ تکلیف کی کمی زیادتی کی علامات لینا چاہیں گے مگر وہ جو کچھ بھی بتائے گی یا تو تکلیف کی شکایت ہو گی یا پھر التجا ہو گی۔ آخرکار جو بات آپ کو مدد دے گی وہ یہ کہ مریض کو معمولی تکلیف بھی بہت شدید محسوس ہو رہی ہے۔ تب آپ کی توجہ فوراً ہیپر سلفر کی طرف مبذول ہو گی۔

بدکلامی، بدزبانی، بُرا بھلا کہنا ہیپر سلفر کی بہت اہم اور نمایاں علامت ہے۔ آپ کا واسطہ ایسی وفاشعار بیوی سے بھی پڑ سکتا ہے جس کے خاوند نے اُسے ہمیشہ اپنے رعب داب کے ساتھ دبا کر رکھا ہو چونکہ ایسی عورت اپنی زبان سے بھڑاس نہیں نکال سکتی اور اپنی زبان کو کنٹرول کر کے رکھتی ہے اس لئے اُس کی جسمانی تکالیف اُسی نسبت سے زیادہ اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔

غصے کو دبا کر رکھنے کا ایک اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض میں دوسروں کو مار دینے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی عورت جس نے عرصہ دراز تک اپنے غصہ کو اپنے اندر ہی جذب کیا ہو اُس میں قتل کرنے کی خواہش اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ہی بچے کو قتل کر دینا چاہتی ہے۔ (یہ علامت سیپیا اور نکس وامیکا میں بھی ملتی ہے) اور جب کبھی اُس کے ہاتھ میں تیز چاقو ہو تو اُس کی قتل کرنے کی خواہش عروج پر ہوتی ہے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایسے مریض نے کبھی کوئی قتل کیا ہو مگر اُس میں قتل کرنے کی خواہش بہت شدید ہوتی ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ چھوٹا بچہ جب ایسی کیفیت میں ہو تو کسی کو چاقو گھونپ دے۔

ایک اور جذبہ جو میں نے ہیپر سلفر کے مریضوں میں اُبھرتے دیکھا ہے وہ چیزوں کو آگ لگانے یا انہیں آگ میں پھینکنے کا ہے۔

آخرکار جیسے جیسے مرضیاتی کیفیت گہرائی میں اترتی جاتی ہے، مریض پر اُداسی چھانے لگتی ہے۔ وہ دوسروں کو بُرا بھلا کہنے کا سوچتا ہے۔ قسمیں کھانے کی کوشش کرتا ہے اور اُس میں افراتفری کے جذبات اُبھرتے ہیں لیکن وہ اپنے اندر بہت ہی شدید کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس لئے وہ ان سوچوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر مریض خودکشی کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ تاہم اس دوا میں حقیقی خودکشی کی سوچ نہیں ہوتی جیسا کہ اورم میٹ میں ملتی ہے۔ یہ صرف خودکشی کی سوچ تک ہی محدود رہتا ہے جو کہ اورم میٹ کی بجائے نائٹرک ایسڈ میں پائی جاتی ہے۔ تاہم نائٹرک ایسڈ میں پایا جانے والا موت کا خوف اور صحت کے متعلقہ تشویش ہیپر سلفر میں نہیں پائی جاتی۔ یہ بس خودکشی کے خیال پر ہی اکتفا کر لیتا ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔

جسمانی سطح پر بھی ہیپر سلفر کی چند مخصوص علامات ہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مریض کی عمومی طور پر دھات کی ٹھنڈی سطح کو چھونے سے ہی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ یا جسم کا کوئی حصہ لحاف (چادر) سے باہر نکال لے تو تکلیف میں اضافہ محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا کا جھونکا بھی اُس کی تکالیف کو بڑھا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایئر کنڈیشنر کی ہوا سے بھی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ مریض میں کھانسنے سے ذرا پہلے رونے کی رغبت بھی ملتی ہے۔ یہ رغبت تکلیف میں مبتلا ہونے کی توقع کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف رونے کی طرف میلان ہی پر موقوف ہوتی ہے۔ بلاشبہ ہیپر سلفر بھالے لگنے کے سے دردوں کے

لئے مشہور دوا ہے۔ خاص طور پر جب یہ تکلیف مریض اپنے گلے میں محسوس کرے۔ آخر میں یہ بتاتا چلوں کہ ہیپر سلفر میں تیزابی چیزوں کی خواہش ہوتی ہے خصوصاً سرکہ کی نہ کہ لیموں کی۔

ہیپر سلفر دبا دی جانے والی تکلیفوں اور دیر تک بہنے والی رطوبتوں کے لئے بھی مشہور ہے۔ یہ علامت کلکیر یاسلف کے ساتھ مشابہت کا اشارہ دیتی ہے جو کہ کیلشیم کا سلفیٹ ہے جبکہ ہیپر سلفائیڈ ہے۔ ان میں کیسے تفریق کی جائے جبکہ ان دونوں ادویات کے مریضوں میں سردی برداشت نہیں ہو پاتی۔ تاہم اس تفریق کے لئے ہمیں ان علامات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ کلکیر یاسلف میں سردی کی شدت اتنی نہیں ملتی جتنی کہ ہیپر سلفر میں۔ تفریق کے لئے ایک اور اہم علامت یہ ہے کہ کلکیر یاسلف کا مریض سرد مرطوب موسم میں زیادہ تکلیف اُٹھاتا ہے جبکہ ہیپر سلفر کا مریض خشک سرد موسم میں۔ مزید یہ کہ کلکیر یاسلف کا مریض اتنا تیز اور جوشیلا نہیں ہوتا جتنا ہیپر سلفر کا۔ ان نقاط کے باوجود کچھ مریضوں میں ہم ان ادویات میں تفریق نہیں کر پاتے۔

نکس وامیکا کا بھی ہیپر سلفر سے موازنہ ہوسکتا ہے۔ دونوں میں شدید چڑچڑاپن پایا جاتا ہے۔ دونوں میں بڑے شدید ردعمل اور بدکلامی دیکھی جاتی ہے۔ تاہم عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ نکس وامیکا کا مریض قدرے خود پر بہتر کنٹرول رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ نکس وامیکا کا مریض اپنی تکالیف کا اُس زور شور سے واویلا نہیں کرتا جس زوروشور سے ہیپر سلفر کا مریض کرتا ہے۔

بعض اوقات سیپیا بھی ہیپر سلفر سے مشابہت رکھتی ہے۔ خاص طور پر اپنے بچوں کو قتل کر دینے کی خواہش کے حوالے سے۔ تاہم سیپیا کا مریض اتنا پریشان (Nervous) نہیں ہوتا جتنا کہ ہیپر سلفر کا۔ سیپیا کے مریض کا دماغ اس سے کہیں زیادہ کند ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ سیپیا زچ ہونے کی کیفیت کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ ہیپر سلفر غیر متوازن کیفیت کی۔

---

23 — ہائیڈروفوبینم

جب میں نے اس دوا کا پہلی دفعہ استعمال کیا تو وہ کیس بڑی شدید نوعیت کا تھا۔
یہ ایک امیر عورت تھی جو اس قدر بیمار تھی کہ دفتر تک بھی نہ جا سکتی تھی۔
وہ اپنی رول رائیس کار پر بھی گھر کے بلاک سے آگے نہیں جا سکتی تھی۔
اسے Agrophobia زراعت کا خوف اور ٹڈی دل کا خوف تھا۔
اُس کی آنکھوں میں چمک دمک کے باوجود خوف جھلک رہا تھا۔
وہ میرے کلینک میں پسینہ سے شرابور داخل ہوئی اُس وقت وہ شدید تشویش میں مبتلا تھی۔

کہنے لگی میں پچھلے پندرہ (15) سال سے گھر سے نہیں نکل سکی۔
کہنے لگی کہ اگر کار اُس کے سامنے آ کر رکتی ہے تو اس کی حالت بڑی نازک ہو جاتی ہے۔ اسے کار سے باہر آ جانا پڑتا اور اُسے کسی اور کو اپنی جگہ بھیجنا پڑتا۔
اُسے خوف تھا کہ اگر کچھ کھائے گی تو وہ غذا اُس کے گلے کے ساتھ چمٹ جائے گی۔ ایک مرتبہ سیب کا ایک ٹکڑا گلے میں اٹک بھی گیا تھا۔
میں نے ڈیڑھ سال تک تقریباً اوپر تلے دس ادویات دیں جن سے وہ قدرے بہتر تو ہو جاتی مگر صحت یاب نہ ہو سکی۔
وہ بہت تیزی سے سوچتی تھی، بڑی چوکس تھی اور اُس کی تمام حسیات اپنے عروج پر تھیں۔

جب وہ میرے کلینک پر آنے کی عادی ہو گئی تو وہ ہفتے میں ایک بار آنے لگی۔
تب ایک دن اُس نے کہا کہ اُس سے پانی کا نل کھلا رہ گیا۔ اُس کی آواز سن کر اُسے فوراً پیشاب کی حاجت ہوئی اور پیشاب کے لئے جانا پڑا۔
اُس سے پوچھا گیا کہ کیا اُس کو کبھی کتے نے کاٹا تھا اور اُس نے کتے کے کاٹے کی ویکسین (Rabies Vaccination) لگوائی تھی۔ کہنے لگی بچپن میں جب وہ پانچ سال کی تھی تو ایسا ہوا تھا۔
اُس کے لئے ہائیڈروفوبینم دی گئی جس سے اُس کے کندھوں، بازوؤں اور کمر پر (پھنسیاں) پھوٹ پڑیں۔

وہ محسوس کرنے لگی جیسے زبان سے اُس کا پورا منہ بھر گیا ہے اور اُس کا دم گھٹ رہا ہو۔
اُسے خودکشی یا تشدد کرنے کے خیالات آنے لگے۔
ذہنی اُداسی محسوس ہونے لگی۔ مخبوط الحواسی محسوس ہونے لگی۔ وہ کسی چیز پر توجہ مرکوز نہیں کر سکتی تھی جبکہ کسی وقت اُس کے حواس بحال ہو جاتے اور اُس میں جوش جذبے لوٹ آتے۔
بڑی مضبوط تھی، دوسروں کو بُرا بھلا کہنے والی۔ یہ بھی سوچتی کہ دوسرے اُسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔
بڑی نکتہ چین اور زبان دراز ہو گئی۔
پانی دیکھنے اور بہتے پانی کی آواز سے اُس کی تکالیف بڑھنے لگیں۔
اب بغیر کچھ کھائے ہی گلا گھٹنے کا خوف محسوس ہونے لگا۔
گلا یا سانس گھٹنے کے احساس کے وقت ساتھ پانی کی بوتل رکھنے لگی۔ جب گلا گھٹتا محسوس ہوتا گھونٹ گھونٹ پانی لیتی۔
جب اسے احساس ہوتا کہ اُس کے پاس پانی کی بوتل نہیں ہے تو اس خیال سے بے ہوش ہو جاتی۔ اس لئے وہ بوتل ساتھ رکھتی تھی خواہ اس دوران اُسے پانی کی ضرورت نہ بھی پڑے۔
پاؤں کی ایڑی میں تکلیف کی شکایت کرتی۔
پاگل ہو جانے کا خوف رہنے لگا۔ سوچتی واقعی وہ پاگل ہو جائے گی۔
تنہائی سے خوفزدہ رہنے لگی۔ چاہتی کہ ہر وقت کوئی اُس کے ساتھ رہے۔
مریضہ دوسروں سے جلد اثر قبول کر لیتی۔
جذباتی طور پر سرد اور سخت تھی مگر جلد دوسروں کی بات کا اثر قبول کر لیتی۔
ذہنی طور پر تیز، چوکس اور باخبر تھی۔
چہرے پر چمک دکھائی دیتی تھی۔
بڑی گولیاں نگلنے میں اُسے بے حد دقت محسوس ہوتی تھی۔

24—ہائیوسائیمس

بیلاڈونا اور ایکونائٹ کی طرح یہ شدید تکالیف کی دوا ہے۔ تاہم یہ مزمن امراض میں بھی بہت زیادہ مفید ہے۔

اس دوا کا مالیخولیا بہت سی دوسری ادویات سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا مالیخولیا دوسری ادویات کی نسبت بہت ہی سست ہوتا ہے۔ اسی لئے مریض اس قدر چست، طاقتور اور تشدد کرنے والا نہیں ہوتا۔ وہ اپنی اندرونی کیفیت سے مغلوب ہوتا ہے اور بیٹھا اپنے آپ میں بڑبڑاتا رہتا ہے یا پھر غیر موجود لوگوں سے باتیں کرتا ہے یا پھر مُردہ لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ یہ ایسا مالیخولیا ہے جو کہ بڑی عمر کے پاگل لوگوں میں دکھائی دیتا ہے۔ جو اکیلے بیٹھے بے معنی باتیں کہتے رہتے ہیں۔ اپنے کپڑوں کو نوچتے ہیں اور اپنے گردونواح سے غافل ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر اُن کو دھکیلا جائے تو وہ دوسری ادویات کے مریضوں کی طرح تشدد پر اُتر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے ریپرٹری میں تشدد (Violent) کی فہرست کی ادویات میں اسے بڑے حروف میں لکھا گیا ہے۔

سب سے بنیادی بات جو کہ ہائیوسائیمس کی مرضیاتی کیفیت کے تمام درجوں میں ملتی ہے وہ حسد اور شک ہے۔ حسد مریض کے رویوں میں ترغیب پیدا کرتا ہے۔ اس ترغیب میں گاہے بگاہے مریض کا تشدد پر اُتر آنا بھی شامل ہے۔ یہ بیوی سے حسد کی وجہ سے بھی شروع ہوسکتا ہے یا پھر اس وجہ سے کہ مریض شک کرتا ہے کہ ہر شخص جو اُس کے ساتھ کام کرتا ہے اُس کی عدم موجودگی میں اُس کی باتیں کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ مریض اس شک کے زمرے میں اپنی سوچ کا دائرہ دوسرے لوگوں تک بڑھاتا جاتا ہے۔ یہ دائرہ قریبی لوگوں سے، اکٹھے کام کرنے والوں سے ہوتا ہوا تمام اجنبی لوگوں تک پھیل جاتا ہے۔ اس کا انجام آخرکار دماغی خرابی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت سے اس کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ رنگین مزاج دماغی خلل (شیزوفرینیا) میں بدل جائے۔ اس میں چند کیس ہیبت ناک قسم کے ہذیان کے بھی ملتے ہیں۔ شک سے بھرے ہوئے۔ یہ تصور کرتے ہوئے کہ اُن کے تمام جسم پر کیڑے رینگ رہے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ کھڑکی کے باہر کوئی کھڑا ہے جو انہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ آج کل ایسے لوگ پاگل خانوں میں ملتے ہیں جو ہر شخص سے ڈرتے ہیں۔ اس بات پر کہ کوئی انہیں زہر

دینا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ کھانا اور دوا دونوں کو زہر سمجھتے ہوئے کھانے سے انکار کر دیتے ہیں۔

ہائیوسائیمس کے دماغی عمل میں ایک خاص علامت وہم یا کسی خیال کا دل میں بس جانا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اعضاء کا دفاع کرنا ہو۔ اسی لئے جب مریض کا بڑھتے ہوئے پاگل پن سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ اپنے دماغ کو مستی میں ڈال کر اس سے فرار چاہتا ہے۔ وہ ذرا ذرا بات پر وہم کرتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی بے ضرر چیزیں ہی کیوں نہ ہوں۔ کینٹ نے اس بات کی بڑے اچھے انداز میں وضاحت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

''ہائیوسائیمس کی ذہنی کیفیت میں ایک اور طرح کی پریشان خیالی ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دیوار پر کوئی مشتبہ سی تصویر آویزاں ہو اور اگر مریض ان اشکال کو قطار میں بدلنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اُنہیں قطار میں ترتیب دینے کے لئے دن رات مصروف رہے گا۔ وہ چاہے گا کہ وہاں روشنی ہوتا کہ وہ اُن اشکال کو ترتیب دیتا رہے۔ اسی کیفیت میں وہ سو جائے گا۔ اسی کیفیت کے خواب دیکھے گا۔ جاگنے کے بعد پھر اُسی کام میں لگ جائے گا۔ بعض اوقات وہ تصور کرے گا کہ چیزیں کیڑے ہیں۔ حشرات الارض یا چوہے، بلیاں وغیرہ اور وہ بچوں کی طرح اُن کے آگے آگے چل رہا ہے جیسے بچے اپنے کھلونا، ویگن کے آگے چلتے ہیں۔ اس سے آپ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ مریض کا ذہن اس طرح سے کام کر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی دو دماغ ایک ہی طرح سے کام کرتے نہیں ملیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بیان کی گئی دماغی علامات ہو بہو آپ زندگی بھر کسی مریض میں نہ دیکھ سکیں لیکن اسی طرح کی اور اس سے ملتی جلتی علامات جن میں حیران کن اور مضحکہ خیز چیزیں دیکھنے میں آئیں۔ آپ ہائیوسائیمس کے مریضوں میں ضرور مشاہدہ کریں۔

ایک مریض تصور کرتا ہے کہ کھٹمل دیوار پر چڑھ رہے ہیں اور وہ ان کو دھاگے سے باندھتا جا رہا ہے مگر ایک آخری کیڑا باندھنے میں ناکام ہو گیا ہے جس پر وہ چڑھ جائے گا۔ اس طرح کی دوسری چیزوں کو اپنے زیر تسلط رکھنے کے خیالات آپ عام مریضوں میں شدید ہذیان کے دوران اور پاگل پن میں دیکھیں گے۔

جیسے جیسے پاگل پن آگے بڑھتا ہے، یہ جنسی اعضاء کی طرف مبذول ہوتا جاتا ہے جس سے مریض جنسی مالیخولیا میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے وہ بے شرم بن جاتا ہے۔ ہر ایک کے سامنے اپنے جنسی اعضاء کو ننگا کر دیتا ہے اور اپنے جنسی اعضاء سے کھیلتا ہے۔

مریض کے رویئے سے اور خواہش میں جنسی مالیخولیا ملے گا۔ اُس کی بات چیت' گانا گانے اور گالم گلوچ میں بھی جنسی اعضاء کا تذکرہ ملے گا۔ دوسری ادویات میں بھی ایسی ہی علامات ملتی ہیں مگر ہائیوسائیمس کی طرح منفرد اور شدید نہیں ہوتیں۔

آہستہ آہستہ سابقہ غالب رہنے کی سوچ اور مالیخولیائی خیالوں کی جگہ لاشعوریت لے لیتی ہے جو آخرکار مریض کی فطرت بن جاتی ہے۔ لیکن مریض اس لاشعوریت ہی پر قائم رہتا ہے۔ سٹرامونیم کے مریض کی طرح اُس میں تشدد نظر نہیں آتا۔ یہ بات حقیقت پر مبنی نظر آتی ہے کہ ہائیوسائیمس ایسے لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے جو اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی فطری جبلت پر قائم رہنا چاہتے ہیں جو کہ اُن کی فوری ضرورت کی تحریک کے تابع ہوتی ہے۔ یہ حد سے زیادہ مذہبی لوگوں کو بھی فائدہ دیتی ہے جو کہ جنسی رغبت کو چھوڑ دیں یا جن میں جنسی یا جبلتی ترغیبات میں جائے رفتن نہ پائے ماندن والی کیفیت ہو۔

جب مریض اپنی اس لاشعوریت سے باہر نکلتا ہے تو اُس کے جسم کا نچلا حصہ متاثر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اُس کی پاخانہ اور پیشاب کرنے کی صلاحیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ دن ہو یا رات مریض کا پاخانہ اور پیشاب بلاارادہ خارج ہو جاتا ہے۔ بالکل ویسی ہی کیفیت ہوتی ہے جیسے پاگل اور دیوانے پن میں کوئی مریض اپنے پاخانے سے کھیلتا رہے یا پھر اُس پر بے خبری میں لیٹا رہے۔ یہ علامت ہائیوسائیمس کی دوسری علامتوں کے بغیر بچوں میں بھی مل سکتی ہے۔ بچہ بلاارادہ پیشاب کر دیتا ہے۔ اُسے ایک ڈاکٹر کے بعد دوسرے ڈاکٹر کے پاس لے جایا جاتا ہے۔ بہت سے ٹیسٹ کروائے جاتے ہیں لیکن سب نارمل ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ نفسیاتی تکلیف میں مبتلا ہے کیونکہ اُس میں کوئی جسمانی نقص نہیں ملتا۔ ایسے کیسوں میں ہائیوسائیمس پر غور کریں۔

وریٹرم اور ایگریکس کی طرح ہائیوسائیمس میں بھی پٹھوں کی بہت زیادہ پھڑ پھڑاہٹ پائی جاتی ہے۔ یہ تشنجی کیفیت میں بھی وسیع اثر رکھنے والی دوا ہے۔ اس دوا کے مریض میں بہت سی غیر ارادی جسمانی حرکات ملتی ہیں۔ مثلاً مریض کا بستر کے کپڑوں کو نوچنا' ہوا میں سے چیزوں کے پکڑنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔

ہائیوسائیمس کی شدید دیوانگی کی اہم خصوصیات پٹھوں کا بہت زیادہ پھڑ پھڑانا اور غیر متحرک، دیوانگی ہے۔ اس دوا میں بیلاڈونا اور سٹرامونیم سے کہیں کم تشدد اور بخار کی شدت پائی جاتی ہے۔ اس دوا کے مریض دیوانگی کی حالت میں خواب غفلت میں پڑے

ملیں گے۔ یا پھر مخبوط الحواسی کی حالت میں ملیں گے۔ آپ کے جگانے سے ہوسکتا ہے کہ وہ جاگ جائیں مگر آپ کے سوال کا مناسب جواب دے کر پھر وہ اپنی مخبوط الحواسی یا خواب غفلت میں چلے جائیں گے۔ اس دوا کی شدید تکلیف میں ہائیڈروفوبیا بھی پایا جاتا ہے۔ یہ پانی سے خوف بھی ہوسکتا ہے اور چلتے (بہتے) پانی کی آواز کا خوف بھی ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بہتے پانی کی آواز سُن کر مریض کا پیشاب یا پاخانہ بے اختیار نکل جاتا ہے

موازنہ کیا جائے تو ہائیوسائیمس کا مریض زیادہ تر غیر متحرک ہوتا ہے اور بہت کم تشدد پر اُترتا ہے جبکہ دوسری ادویات میں مریض زیادہ متحرک اور تشدد کرنے والے ہوتے ہیں۔ تاہم شدید ترین پاگل پن کے دورے کے دوران یہ بھی تشدد کرنے والے اور متحرک مریض بن جاتے ہیں۔ دوسری ادویات کی نسبت ان کی حرکات کا اصل محور جنسی اعضاء ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ پیشاب اور پاخانے کے اعضاء بھی دوسری ادویات کی نسبت ہائیوسائیمس میں زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس دوا کے مریض بہت زیادہ شکی مزاج، حاسد ہوتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی بات پر مخصوص قسم کی دل میں بس جانے والی سوچوں میں گھر جاتے ہیں۔ اس دوا میں ایگریکس اور وریٹرم کی طرح پٹھوں میں پھڑپھڑاہٹ اور سٹرامونیم اور بیلاڈونا کی طرح تشنج پایا جاتا ہے۔

25—اگنیشیا امارہ

پہلا نقطۂ نظر

عورتوں کی آزادی کی تحریکوں کی وجہ سے یہ دوا آج کل عام تجویز کی جارہی ہے۔ اس دوا کا استعمال عورتوں میں مردوں کی نسبت 15 سے 20 گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس دوا کی عورتیں آزادی اور اپنا حق منوانا چاہتی ہیں۔ اس دوا کی عورتیں حساسیت کے ساتھ ساتھ رومانوی مزاج بھی ہوتی ہیں۔ اُن کی صلاحیتیں تیز ہوتی ہیں۔ وہ چالاک اور آج کل کی فنکارانہ صلاحیت رکھنے والی عورتیں ہوسکتی ہیں۔ اگرچہ وہ مؤدب دکھائی دیتی ہیں مگر اس کے پیچھے گہرائی میں کہیں رومانس چھپا ہوتا ہے۔ آخرکار رومانس کا حقیقت سے

تضاد اُبھر کر سامنے آ جاتا ہے کیونکہ ایسی عورتیں اپنا حق منوانا چاہتی ہیں تاکہ خود کو مردوں کے برابر لاسکیں۔ وہ خود پر مدلل قسم کے نتائج مسلط کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ وہ یہ کر سکتی ہیں اور ہر کام کرنے کی اہل ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ وہ یہ کام کر سکتی ہیں وہ بہت سا کام اپنے اوپر لے لیتی ہیں۔ اس طرح وہ زائد مشقت کا شکار ہو جاتی ہیں اس لئے اُنہیں مشقت سے جو کہ وہ عام زندگی میں کرنے کی اہل ہوتی ہیں' سے بہت زیادہ مشقت کرنا پڑتی ہے۔ تمام دنیا میں عورتیں جو کہ حساس ہوں' رومانس میں مبتلا ہوں' باصلاحیت ہوں اور ساتھ ہی مایوسی و محرومی کا شکار ہوں اس دوا کے زمرے میں آتی ہیں۔ تاہم یہ مغرور اور خود پر فخر کرنے والی ہوتی ہیں۔ وہ خود کو قابل فخر و ستائش تصور کرتی ہیں کیونکہ وہ حالات اور وقت کی نزاکت سے نمٹنا جانتی ہیں۔ یہ چڑچڑی' جلدمزاج کی تبدیل کرنے والی تیز عورتیں ہونے کے باوجود حساس اور گہری رومانٹک ہوتی ہیں لیکن جب جب یہ زائد دباؤ' غم' رنجیدگی اور مایوسی و محرومی کا شکار ہوتی ہیں تو وہ ٹوٹنے لگتی ہیں۔ اس ٹوٹ پھوٹ کے دوران اُن کو دورے پڑنے لگتے ہیں۔ ہسٹریا کے دورے۔ وہ بولنے اور سوچنے کی صلاحیت کھوبیٹھتی ہیں۔ اُن کی رنگت پیلی ہو جاتی ہے اور وہ لمبے سانس لے کر ہوکے بھرتی ہیں جو کہ ہسٹریا کے دوروں اور اس کے دوران بے ہوشی کا خاصہ ہیں۔ ایسی حالت میں وہ کسی بھی شخص کی بات کا جواب نہیں دیتیں۔ مزید یہ کہ اس صدمے کے دوران وہ چیخ بھی نہیں سکتیں۔ رونا اور چلانا آخرکار تشنجی دورے میں بدل جاتا ہے۔ حقیقت سے جب رومانوی تصورات ٹکراتے ہیں تو بھی وہ ٹوٹتی ہیں۔ اُن کے رومانوی خیالات ہوتے ہیں جو کہ آزادی کی تحریکوں کی ضرورت پر پورا نہیں اُتر رہے ہوتے۔ تب انہیں صدمے سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور وہ کہتی ہیں: ''میں نے یہ کیا بیہودگی کی ہے۔'' وہ خدشات مین گھری اپنے رومانوی خیالات کو اپنے تک محدود رکھتی ہے اور دوسروں سے تذکرہ نہیں کرتی (نیٹرم میور' فاسفورس وغیرہ)۔ خاموشی' غمگینی ان کی خاص علامت ہے۔ غم کے دوران وہ بے بنیاد اور پاگلوں جیسی باتیں کرتی ہیں۔ ان لمحوں میں وہ مدلل وجوہات پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کرتیں۔ اُن کے اندر سوچوں کا ہجوم ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں کہ اُن کے ساتھ کیا بیتی۔ صدمے کے گزر جانے کے بعد اکثر اُن کے جسم میں اینٹھن دار درد ہوتے ہیں۔ ایسے درد جن کا مرضیاتی تبدیلیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن یہ دباؤ اور غم سے دوچار ہوتے ہی جسم کو متاثر کرنا شروع کر دیتے

ہیں۔ تکلیف

جذباتی کیفیت سے باہر نکلنے پر جسمانی عوارض پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ عوارض اُن کی شکل و شباہت میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی نسوانیت کھو بیٹھی ہیں۔ اُن میں سختی جھلکنے لگتی ہے۔ چہرے پر ہلکے ہلکے بال اُگنے لگتے ہیں۔ صدمے کے بعد اُن میں سختی جھلکتی ہے اور وہ بے وقار و بے رونق سی دکھائی دیتی ہیں اور مرد اُن میں پسندیدگی کا اظہار نہیں کرتے اور اُن سے سختی اور سرد مہری سے پیش آتے ہیں۔

آپ کو اُن کے ساتھ آہستگی سے بات کرنا چاہئے (نرم رویئے سے علامات لیں) ورنہ وہ آپ کی بے عزتی بھی کر سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ جلد چڑ جاتی ہیں۔ اگر آپ اُن سے جذباتی معاملات پر سوال کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ مریضہ چیخنا چلانا شروع کر دے لیکن جلد ہی وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرے گی۔ وہ فوراً اپنے جذبات پر قابو پا کر سنجیدہ نظر آنے لگے گی۔ لیکن اگر وہ خود پر قابو نہ پا سکی تو وہ ہسٹریائی انداز میں چیخے گی لیکن جب وہ اپنی ہمت مجتمع کر لے گی تو ایسے دکھائی دے گی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ وہ محسوس کرے گی کہ چیخنا چلانا بُری بات ہے۔ اگر وہ رونا اور چیخنا بھی چاہے گی تو اُس کے لئے وہ ایسی جگہ ڈھونڈے گی جہاں وہ تنہا ہو (ہسٹریکل رونا اور چیخنا نیٹرم میور کے مریضوں کے لئے بھی مخصوص ہے جو کہ اگنیشیا کے مریض سے کہیں زیادہ آسانی سے اپنے صدمے پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔) اگنیشیا کی مریضہ زیادہ چھوئے جانے سے خود کو بچائے گی۔ اس دوا کی مریضاؤں میں اچانک صدمے ایسی حالت پیدا کر دیتے ہیں جن میں وہ خاموش ہو جاتی ہیں اور نہ رُو سکتی ہیں، نہ بات کر سکتی ہیں۔ اکثر ایسی حالت تب ہوتی ہے جب خاندان میں کوئی فوتگی ہو جائے یا رشتوں میں کوئی تلخی پیدا ہو جائے۔ اس دوا کے مریض جذباتی طور پر یکسانیت رکھنے والے نہیں ہوتے۔ اُن کے مزاج تیزی سے بدلتے رہتے ہیں۔ ایسی مریضائیں خود کو آسانی سے ماں باپ کی مرضی کی بھینٹ چڑھا دیتی ہیں۔

وہ اپنے خیالات کی تردید پر غصے مین آ جاتی ہین۔ لیکن ماں باپ کے لئے اپنے جذبات کی قربانی دے دیتی ہیں۔ ایسی مریضاؤں پر جب موت وارد ہوتی ہے تب بھی وہ خود کو قصوروار ٹھہراتے ہوئے بغیر کسی سے کوئی بات کئے خاموشی سے جان دے دیتی ہیں۔ باہمی رشتوں کے لحاظ سے وہ ذرا ذرا بات پر دکھی ہو جاتی ہیں۔ یہ عورتیں ذرا سی بات پر

بدکلامی پر اُتر آتی ہیں۔ پھر شرافت کا لبادہ اوڑھ لیتی ہیں لیکن پھر بدکلام ہو جاتی ہیں اسی طرح یہ بدکلامی اور شرافت ادل بدل کر آتی جاتی رہتی ہے۔ اُن کی فطرت میں جس چیز کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا وہ ان کا تیزی سے بدلتا ہوا رویہ اور مزاج ہے۔ غم کے دوران نامناسب باتیں کہنا اور بے جا قسم کے الزام تراشنا اُن کا معمول ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ اپنے دماغ پر محسوس ہونے والے دباؤ کی وجہ سے کرتی ہیں۔

جسمانی طور پر وہ اپنے معدہ میں خالی پن محسوس کرتی ہیں جس میں کھانا کھانے سے بہتری نہیں آتی۔ یہ معدہ کے خالی پن سے زیادہ معدہ کی اینٹھن ہوتی ہے جو کہ سانس لینے پر ویگس نرو کو متاثر کرتی ہے۔ اسی وجہ سے مریضہ گہرا سانس لینا چاہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے آہیں بھر رہی ہو۔ یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ اُن کے معدہ میں اینٹھن ہے یا کہ آہیں بھری جا رہی ہیں۔ مریضہ کھانا کھانا چاہتی ہے لیکن کھانے سے معدہ کا درد کم نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ اس دوا کی مریضہ بند اور اندھیرے کمرے میں رہنا چاہتی ہے۔ اچھی غذا سے مریضہ کے معدہ پر بوجھ محسوس ہوتا ہے جبکہ بھاری (Heavy) غذا سے مریضہ معدہ میں سکون محسوس کرتی ہے۔ (اگر مریضہ میں پھلوں سے نفرت کے ساتھ انڈوں سے بھی نفرت ہو تو فاسفورس سے موازنہ کریں۔) مریضہ میں اینٹھن نروس سسٹم سے گہرائی اور پھر مزید گہرائی میں چلی جاتی ہیں۔ مریضہ اپنے جسم میں نروس سسٹم کا برقی بہاؤ رُکتا ہوا محسوس کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بچوں میں دیکھا جائے تو اُن میں رعشہ کی سی علامات واضح ہوتی ہیں۔ یہ علامات تب اُبھرنا شروع ہوتی ہیں جب اُن کا سکول ٹیچر اُن کی تضحیک کرتا ہے۔ (اتنی سی بات اگنیشیا کے مریض میں رعشہ پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے)۔ یہ ایک قسم کا فطری ہسٹریا نہیں ہوتا۔ (ہسٹریا' اپنی سزا پر یا دوسروں کو سزا ملنے پر۔ اپنی خواہش اور صلاحیت کے مطابق کامیابی نہ ملنے پر۔ اس علامت کے لئے ماسکس' وریٹرم اور لیلیم ٹگ سے موازنہ کریں۔) اینٹھن' درد یا سُن ہونے کا احساس کسی مقام سے نیچے کی طرف پھیلتے ہیں۔ کھانسی میں بھی ہسٹریا کا عنصر نظر آتا ہے کیونکہ کھانسی کرنا مزید کھانسی کو اُبھار دیتا ہے۔ یہ کھانسی اتنی شدید ہوتی ہے کہ سانس لینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ کھانسی کا دورہ اتنا مسلسل ہوتا ہے کہ پانی پینے کا وقت بھی نہیں ملتا۔ بعض مریضوں میں بعض اعضا کا عارضی فالج بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ جسم کے کچھ حصے سوج جاتے ہیں' سرخ ہو جاتے ہیں اور دباؤ ان حصوں پر محسوس نہیں ہوتا۔ مریض ٹھوس غذا نگلنے

گلے میں تکلیف محسوس نہیں کرتا لیکن جب مائع گلے سے نیچے اُتارتا ہے تو تکلیف محسوس کرتا ہے۔

اکثر مریضوں میں علامات کی ابتدا محبت کی ناکامی یا کسی عزیز کی اچانک موت کے صدمے سے شروع ہوتی ہیں۔ مریض بہت جلد غم سے ہمکنار ہو جاتا ہے اور اُداس ہو کر اپنے آپ میں گم ہو جاتا ہے۔ (تنہائی پسند اور اُداسی کے دورے) اس حالت میں وہ اپنے ساتھ بات کرنے والوں کی طرف سے کی گئی اپنی بات کی تردید برداشت نہیں کرتا۔ مریض جب محبت میں مبتلا ہو گا تو وہ اُسے دبانے کی کوشش کرے گا اور اس کے نتیجے میں آخرکار وہ اسی محبت کو دبانے کی وجہ سے ہسٹریا کا شکار ہو جائے گا۔ اگر وہ مریض عورت ہے تو وہ مرد (جس سے محبت کرتی ہے) کی طرف سے سرد مہری کا گلا کرے گی کہ اُس نے اُسے مناسب توجہ نہیں دی۔ ہمارے معاشرے کی حساس عورتیں تشدد کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ وہ آزادی کی تحریکوں سے تکلیف اُٹھاتی ہیں۔ آخرکار ایسی عورتیں اپنے خول میں بند ہو جاتی ہیں۔ اُن پر اُداسی کے دورے پڑتے ہیں اور وہ اپنی حفاظت پر ضرورت سے زیادہ توجہ دینے لگتی ہیں اور دوسروں پر تنقید کرنے لگتی ہیں۔ جب اکیلی ہوں تو تنہائی اُن پر غالب آ جاتی ہے۔ غمگین اور دکھی رہتی ہیں۔ اکثر مریضہ اپنے پرانے تعلقات کو بحال کرنا چاہتی ہے۔ (اکثر آپ کو محبوب اور محبّ دونوں کے لئے ایک ہی دوا استعمال کرانا پڑتی ہے) کاسٹی کم اور فاسفورس اس کی دشمن دوائیں ہیں۔ مریض اندر سے حساس ہوتے ہیں اور ہر چیز کو حقیقی معنوں میں مکمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن حقیقت پسند نہیں ہوتے۔ اسی لئے ہمیشہ اپنی جذباتی زندگی سے غیر مطمئن رہتے ہیں۔ اُن کے غمگین رہنے سے اُن میں یہ سوچ اُبھرتی ہے کہ اُن کی زندگی فضول ہے اور وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں۔ اسی لئے خودکشی کرنے پر غور کرنے لگتے ہیں چونکہ وہ منطقی مزاج ہوتے ہیں اس لئے خودکشی نہیں کرتے لیکن اُس کے بارے میں سوچتے بہت ہیں۔ اگر ذہنی سطح مرضیاتی تبدیلی سے متاثر ہو چکی ہو تو صدمے کے دوران مریض میں ایک قسم کی دیوانگی نظر آنے لگتی ہے۔ اگر علامات جسمانی سطح پر شدت سے اُبھریں تو رعشہ، اینٹھن اور اندرونی اور بیرونی محرکات کے خلاف غیر متوقع ردعمل پیدا ہوتے ہیں۔ اگنیشیا کے مریضوں میں ایسے غیر متوقع ردعمل کا احتمال ذہن میں رکھیں۔ غیر متوقع ردعمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ تو اُس کے ساتھ بڑی شائستگی سے بات کرتے ہیں جبکہ مریض آپ کے ساتھ

بدکلامی پر اُتر آتا ہے۔ مریض ہمیشہ ایسے غیر متوقع ردعمل کا مظاہرہ کرے گا جس کی آپ اُس سے توقع نہیں رکھتے۔ ایسے مریض میں مزاجی سختی' دوسروں پر تنقید کرنا اور جنسی علامات میں بے اعتنائی (صرف بے اعتنائی) نفرت نہیں پائی جائے گی۔

اکثر مریض ہم جنس پرستی کا بھی شکار ملتے ہیں اس علامت کے لئے سیپیا' پلساٹیلا' پلاٹینا' میڈورینم سے موازنہ کریں۔

26—اگنیشیا

دوسرا نقطۂ نظر

یہ دوا ٹیکنالوجیکل سولائزیشن (ٹیکنیکل تہذیب و تمدن) کی وجہ سے بلا دریغ استعمال ہوتی ہے۔ مردوں اور عورتوں میں ایک اور پندرہ کی نسبت سے یہ دوا تجویز ہو رہی ہے۔ کئی مرتبہ اس دوا کے بعد سلفر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح ایپس ملفیکا' نیٹرم میور اور سیپیا اگنیشیا کی معاون ادویات ہیں۔ ایک نیٹرم میور کے مریض کو صدمے کے بعد دیکھیں گے تو اگنیشیا تجویز کریں گے۔ جبکہ اگر آپ نے اُسی مریض کو صدمے سے پہلے دیکھا ہوتا تو ضرور نیٹرم میور ہی تجویز کرتے۔

اگنیشیا کے مریض بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ اس دوا کا مریض ایسی شخصیت ہوتا ہے جو کہ تہذیب کی پیداوار ہوتا ہے۔ اُس نے بہت عمدہ تعلیم حاصل کر رکھی ہوتی ہے۔ فنکارانہ صلاحیت رکھتا ہے۔ میوزک سے متعلق ہوتا ہے۔ تھیٹر میں کام کرنے والا ہوتا ہے۔ یا تہذیب نے اسے نکھارا ہوتا ہے۔ ایسے مریض مندرجہ بالا معیار کے ساتھ ساتھ چیزوں کو بہت جلد قبول کرنے اور اُن پر جلد عمل درآمد کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ قابل اور اہل لوگ ہوتے ہیں۔ جب ان لوگوں کو موجودہ معاشرے کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اُن کی دل آزاری ہوتی ہے اور وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ آزادی کی تحریکوں میں شامل ہوتے ہیں لیکن ان تحریکوں کی ضرورت کے مطابق وہ سخت اور ظالم نہیں ہوتے۔ مندرجہ بالا عناصر مل کر اگنیشیا کا مریض بناتے ہیں۔ تاہم مریض اہل اور قابل ہوتا ہے اور دوسروں سے کسی قسم کا تقاضا بھی نہیں کرتا۔

ایسے اشخاص ایک خاص عمر (18 سے 19 سال کی عمر میں) بہت زیادہ جسمانی کام کرتے ہیں اور اپنی پہلی محبت سے دوچار ہوتے ہیں۔ خصوصاً عورت مکمل طور پر اپنے محبوب پر بھروسہ کرتی ہے۔ اگر اُس کا محبوب کچھ بے اعتنائی برتے یا اُس کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو تو وہ خاموش طبع اور مغموم ہو جاتی ہے جس سے نظریاتی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ عوامل اور مریضہ کی حساس طبیعت آئندہ زندگی میں مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔ مریضہ اپنے خول میں بند ہو جاتی ہے اور بات چیت ترک کر دیتی ہے اور کسی خاص وقت میں مریضہ ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے اور ہسٹریا کا شکار ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مریضہ اپنے آپے سے باہر ہو جاتی ہے۔ اس ہسٹریکل حالت کے بعد مریضہ میں مرضیاتی تبدیلیوں کی ابتدا ہو جاتی ہے۔

مریضہ خود کو گولی مار کر مر جانا چاہتی ہے مگر خاموشی سے اپنے کمرے میں پڑی روتی ہے۔ اُس کے ذہن میں بہت سے خیالات اُبھرتے رہتے ہیں۔ وہ محسوس کرتی ہے کہ اُس کے محبوب نے اُس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور فیصلہ کرتی ہے کہ آئندہ وہ اُس سے کبھی نہیں ملے گی۔ مریضہ میں کوئی حوصلہ اور صبر نہیں ہوتا۔ وہ اپنے کیئے گئے شور شرابے پر معافی مانگنے سے بھی پُرسکون نہیں ہوتی۔ مریضہ میں شدید اور ناقابلِ بیان تشویش پائی جاتی ہے جس کا اظہار اُس کے آہیں بھرنے کے انداز سے ہوتا ہے۔ مریضہ سوال و جواب کے وقت بھی کئی مرتبہ آہیں بھرے گی۔

جب مریضہ معافی مانگتی ہے تو بھی وہ منطقی استدلال پر منتج ہو گا نہ کہ جذباتی سوچ پر۔ مریضہ دماغی طور پر زیادہ متاثر نہیں ہوتی بلکہ جذباتی سطح سب سے پہلے متاثر ہوتی ہے۔

صدمے مریض کے تمام نظام (جذباتی اور اعصابی نظام) میں اینٹھن پیدا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ صدموں سے ویگس نرو متاثر ہو سکتی ہے۔ اسی لئے مریضہ مناسب طریقے سے سانس نہیں لے پاتی اور اُسے گہرے گہرے سانس لینے پڑتے ہیں۔ بعض اوقات مریضہ چیخ نہیں پاتی اور ڈاکٹر کو بتاتی ہے کہ وہ چیخ نہیں سکتی۔ (یہ ایک قسم کی جذباتی سطح پر اینٹھن ہوتی ہے۔) جذبات بہت شدید ہوتے ہیں لیکن یہ مریض کے اندر ہی ہوتے ہیں۔ وہ انہیں مناسب طریقے سے بیان نہیں کر پاتی۔ (اس کے برعکس فاسفورک ایسڈ جذباتی فالج کے ساتھ مکمل طور پر آزردگی کا شکار ہو جاتا ہے۔) اگنیشیا کی

مریضہ جب بھی چیخے گی روتے ہوئے چیخے گی۔ یہاں تک کہ اس کیفیت میں اُس کا تمام جسمانی نظام تشنج کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ ایسے وقت میں مریضہ میں عدم استقامت اور غیر مستقل مزاجی ملتی ہے اور وہ فضول (غیر منطقی) باتیں کرتی ہے (پاگلوں جیسی باتیں) اور کوئی مدلل گفت وشنید بھی اُس کو مطمئن اور پُرسکون نہیں کر پاتی۔ یہی غیر یقینی کی کیفیت مریضہ کی جسمانی تکالیف میں بھی ملتی ہے۔ (سادہ غذا کھانا مگر ہضم نہ کرسکنا مگر بھاری غذا کھانا اور ہضم کر لینا) اس دوا میں صدمے کا اثر اس گہرائی تک ہوتا ہے کہ ہارمون کا نظام بھی تباہ ہوسکتا ہے اور مریضہ میں مردانہ خصوصیات اُبھر سکتی ہیں مثلاً چہرے پر بالوں کا اُگنا۔

بہت زیادہ صدمے کی صورت میں مریضہ بیٹھ جائے گی اور اپنی کرسی کو میز سے بہت پیچھے کی طرف لے جائے گی۔ اگر وہ کچھ منطقی طور پر بیان کرنے کے قابل ہو گی بھی تو شکی مزاج ہو جائے گی اور شک سے بھری باتیں کرے گی۔

اگر مریضہ کا ایسی حالت میں کافی عرصے تک علاج نہ کیا جائے تو وہ خود کو زیادہ سے زیادہ اپنے خول میں بند کر لیتی ہے۔ یہ ذہن کی ایسی کیفیت ہوتی ہے جو کہ مریضہ میں پراگندگی پیدا کرتی ہے۔ وہ شدید تذبذب کی بناء پر فیصلہ نہیں کر پاتی۔ ایسی حالت میں مریضہ میں پاگل ہونے کا خوف بھی ملتا ہے۔ بہت سی مریضاؤں میں صحت کے متعلقہ تشویش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ محسوس کرتی ہیں کہ وہ کینسر یا دل کی بیماری سے مر جائیں گے۔ یہ تشویش سورج غروب ہونے کے بعد بڑھ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی گلا گھٹنے کا احساس ملتا ہے۔ (تھائیرائیڈ کے عمل بڑھنے کی وجہ سے گلے میں گولا محسوس ہونا) یا (گلے کا گھٹنا)۔ ایسی خرابی کی صورت میں مریضہ کئی دن بستر پر گزار دے گی کیونکہ وہ محسوس کر رہی ہو گی کہ کوئی شدید تکلیف آنے والی ہے۔ اگر وہ شادی شدہ ہو تو وہ سوچے گی کہ اگر وہ مر گئی تو اُس کے بچوں کا کیا بنے گا۔ اگر یہ تکلیف بڑھ گئی تو وہ مستند ہسٹریا کا شکار ہو جائے گی۔ جو اُسے تشنج میں مبتلا کر دے گا۔ مریضہ میں کھانسی کے دورے پڑیں گے۔ اتنی شدید کھانسی ہو گی کہ مریضہ کے لئے سانس لینا دوبھر ہو جائے گا۔ کھانسی خشک ہو گی۔ مریضہ میں حساسیت نظر آئے گی اور اُسے بخار اتنا زیادہ نہیں ہو گا۔ یہ حالت مریضوں خاص کر بچوں میں رعشہ کی سی کیفیت پیدا کرسکتی ہے۔

صدمے کے بعد مریضہ مغموم ہو جاتی ہے اور ذرا سی سرزنش بھی برداشت نہیں کر

پاتی۔ رعشہ کی صورت میں اگنیشیا کی دوسری سطحوں کو بھی کریدنا چاہئے۔ رعشے کی حرکات کو دبانے سے مریضہ میں ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو کسی نہ کسی وقت مریضہ میں تشنجی اینٹھن یا حلیہ کے بگاڑ کی شکل میں اُبھر کر سامنے آ سکتی ہے۔ مریضہ فالجی کیفیت یا جسم کے سُن ہونے کا احساس بیان کرتی ہے۔ ایسی چیز جو کہ دوسرے مریضوں کو سکون دے اگنیشیا کے مریضوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ بہترین ہمدردی کے الفاظ بھی مریضہ کی تکلیف کو نیٹرم میور کی طرح خراب کر دیتے ہیں۔

مریضہ کے کردار اور مزاج میں تبدیلی اور حسد (ہائیوسائیمس، لیکیسس) اگنیشیا کے مریض کی اہم علامات ہیں۔ تفریق کے لئے یہ جان لیں کہ لیکیسس کی مریضہ اپنے ذہن میں اپنے خاوند کو دوسری عورت کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے بہت سی کہانیاں دہرائے گی (ہر وہ کہانی جو کہ اُس کا خاوند کر سکتا ہے) اور وہ اُن باتوں کا اپنے خاوند پر برملا اظہار کرے گی۔ اس کے برعکس اگنیشیا کی مریضہ یہ سب کچھ اپنے تک محدود رکھے گی اور اظہار نہیں کرے گی۔ وہ ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہ کرے گی مگر وہ اپنے اندر شدید ترین ہتک عزت کا احساس پائے گی۔ ہائیوسائیمس کی مریضہ کو ایسی بات اس طرح جکڑ لے گی جیسے کہ اُس پر مکمل فالج کا حملہ ہو گیا ہو۔ یا پھر اُسے کسی نے پکڑ لیا ہے اور اُسے وہاں سے جنبش نہ کرنے دے رہا ہو۔ وہ اپنے اندر کے حسد کو بیان نہیں کر پاتیں بلکہ فالج یا سروائیکل ریجن میں جکڑن، کھنچاؤ محسوس کرتی ہیں۔ ایسی حالت اگر نکس وامیکا میں ملے تو مریض کو جھگڑا کرنے اور چڑچڑے پن کے دورے پڑتے ہیں۔

اگنیشیا میں ایک ایسی حالت بھی اُبھرتی ہے جس میں مریضہ کی ہر چیز دب جاتی ہے۔ وہ بولتی نہیں اور خودکشی کی سوچوں میں مگن ہو جاتی ہے۔

اہم علامات:

ہر قسم کے پھلوں سے نفرت، اگنیشیا کے 40 فیصد مریضوں میں یہ علامت ملتی ہے۔ یہ علامت دوسری بہت کم ادویات میں ہے جن ادویات میں ہے اُن میں فاسفورس اور برائٹا کارب شامل ہیں۔ اس دوا کی تصویر کسی عزیز کی اچانک موت، محبت کے جذبات کو دبانے اور شادی کے بعد جذباتی ابتری سے اُبھر کر سامنے آتی ہے۔

27— کالی بائیکرام

تمام کالی (پوٹاشیم) کے مرکبات کی طرح کالی بائیکرام کو بھی ذہنی اور جذباتی سطح پر بیان کرنا مشکل ہے (البتہ کالی آرسینکم' آرسینکم البم کے بہت زیادہ مماثل ہے) کیونکہ پوٹاشیم کے تمام مرکبات شخصیت کے لحاظ سے ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ (اپنے خول میں بند' سنجیدہ' لائق فائق' سخت مزاج اور بہت زیادہ مکمل قسم کے انسان)۔

Narrowness (تنگی) شاید مریض کی تمام (تینوں) سطحوں (جسم' دماغ' جذبات) پر نمایاں نظر آتی ہے۔ اس دوا کے مریض فطرتاً تنہائی پسند اور اپنے خول میں بند رہنے والے ہوتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کہ بہت محتاط اور لائق فائق ہوں۔ اس کے برعکس یہ **Conservative** نہیں ہوتے۔ وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر رہنے والے ہوتے ہیں اور اپنے قوانین میں بڑے سخت ہوتے ہیں اور وہ خول جو انہوں نے اپنے لئے بنا رکھا ہوتا ہے اس پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے راستے متعین کر رکھے ہوتے ہیں اور خیالی باتوں پر اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر کالی بائیکرام کا شخص نوجوانی میں ہی سیاسی پارٹی میں شامل ہو جائے گا اور تمام زندگی اپنی اُس پارٹی کے موقف پر قائم رہے گا۔ وہ کم ظرف اور چھوٹی سوچ رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں اسی لئے دوسروں کے موقف پر توجہ دینا پسند نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے وہ **"Squares"** بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

کالی کے دوسرے مرکبات کی طرح کالی بائیکرام کے مریض بھی بظاہر مادہ پرست قسم کے لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اپنے گھر' خاندان' کاروبار وغیرہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ خوش خوراک ہوتے ہیں اور لذیذ کھانے کھاتے ہیں۔ وہ جنس پرست (نفسانی خواہشات والے) ہوتے ہیں اور باقاعدگی کے ساتھ جماع کے پروگرام پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ تاہم یہ معاشرتی اور اخلاقی قدروں کو بھی پہچانتے ہیں۔ اس لئے نوجوانی میں ہی جنسی معاملات میں نہیں پڑتے پھر بھی کالی بائیکرام کے مریض زیادہ تر مادی قدروں کو قبول کرتے اور انہی پر بضد رہتے ہیں۔ آخرکار یہ غیر فطری طاقت حاصل کرنے کے خواہش مند ہو جاتے ہیں۔ جب اس دوا کا مریض اس نوعیت کی خواہشات میں پڑ جاتا ہے تو بھی وہ عملی اور سائنسی توجیہات کے ساتھ چیزوں کو قبول کرتا ہے کیونکہ

وہ خیالی دنیا میں رہنے والا نہیں ہوتا۔

چونکہ اس دوا کے مریض اپنے خول سے باہر نہیں آنا چاہتے اس لئے وہ نہ تو ساتھیوں (محفل) کو تلاش کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

بلاشبہ ان میں جذباتی کیفیات پیدا ہوتی ہیں مگر وہ ان کا اظہار نہیں کرتے۔ اس دوا کا مریض یا تو بالکل اکیلا رہنا پسند کرتا ہے یا پھر بیوی کے ساتھ۔ ایسے مریض ادبی ذوق رکھنے والے اور پڑھے لکھے ہوتے ہیں اس لئے زیادہ توجہ اپنی بیوی کے کاموں یا مصروفیات (Field) پر رکھتے ہیں اور انہی میں بہتری لانے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ اپنے کاموں میں کسی طرح کی بھی مداخلت پسند نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی آ کر دروازے پر دستک دے یا گھنٹی بجائے تو وہ اسے اپنی تنہائی میں بے جا مداخلت تصور کرتے ہوئے دستک یا گھنٹی کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ وہ اپنا تمام وقت (شادی شدہ ہوں تو) اپنی بیوی کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں۔ تاہم خاندان سے باہر اُن کے بہت سے دوست ہوتے ہیں جن سے وہ لمبے وقفوں کے بعد ملنا پسند کرتے ہیں۔ جب ان کی یہ تنک مزاجی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو وہ غیر مہذب بن جاتے ہیں اور خود کو اپنی چھوٹی سی دنیا میں قید کر لیتے ہیں۔

سوال و جواب کے وقت ایسے مریض ڈاکٹر کے لئے بہت مشکل ثابت ہوتے ہیں۔ وہ مخصوص اور پکی تکلیف کا اظہار کریں گے مگر اس کی تفصیل میں جانا پسند نہیں کریں گے۔ اگر آپ اُن کے جذباتی اور ذہنی معاملات کو کریدنا چاہیں گے تو وہ ہر قسم کی تکلیف سے انکار کرتے جائیں گے جس سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مریض اس موضوع پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔ بہت کوشش کے بعد آپ پر وہ اپنی معمولی اور فضول قسم کی چڑی چڑی طبیعت کا اظہار کریں گے جس کے ساتھ وہ یہ بتائیں گے کہ یہ چڑچڑا پن اس میں تب پیدا ہوتا ہے جب وہ محسوس کرتے ہیں کہ دوسرے اُن کی معمول کی زندگی میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔

مریض بلاشک اپنی تینوں سطحوں (دماغ، جذبات، جسم) میں کمزوری محسوس کرتا ہے۔ جسمانی طور پر وہ جس عام کمزوری کا احساس کرتا ہے وہ ذہنی طور پر حوصلہ شکنی اور اُداسی، افسردگی کا پایا جانا ہے۔ مریض خود کو تنہا اور دوسری دنیا سے الگ تھلگ محسوس کرتا ہے اور جب کالی بائیکرام کی مرضیاتی تبدیلی ان میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ اپنی کیفیات کا

کسی سے بھی ذکر نہیں کرنا چاہتے جس کے نتیجہ میں وہ افسردہ اور تنگ مزاج ہو جاتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر ناراض اور پریشان ہونے لگتے ہیں۔

آخرکار یہ کیفیت بڑھ کر "Sullen Indiffrence" میں تبدیل ہو جاتی ہے لیکن یہ کیفیت بالکل فاسفورک ایسڈ (.Ph. Ac) کی طرح نہیں ہوتی۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر پست حوصلگی' تنہا پسندی اور Sullen Indiffrence کا معاملہ ہوتا ہے۔

اس دوا میں عموماً دماغ اس قدر متاثر نہیں ہوتا جس قدر دوسری ادویات میں ہوتا ہے۔ اپنے آپ میں بند اور غیر معاشرتی ہونے کے باوجود مریض اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرتا ہے البتہ جن مریضوں میں دماغ متاثر ہوتا ہے' اُن میں پہلی علامت یادداشت کی کمی ہے۔ بعد میں کچھ توجہ مرکوز کرنے میں کمی اور دماغی سستی کا اظہار ہوتا ہے جس کی وجہ سے سینوسائیٹس کے مریضوں میں دماغ پر ابرآلودگی کا احساس ملتا ہے۔ اس سے زیادہ میں نے کسی مریض میں دماغی علامات نہیں دیکھیں۔ ایسے مریض آخرکار شدید Misanthropic کیفیت میں چلے جاتے ہیں۔

جو خاص علامت مجھے کالی بائیکرام کی دماغی تکالیف میں ملی ہے' وہ یہ کہ وہ اپنے آپ میں مگن رہنے اور معاشرے سے کٹ کر رہنے کی وجہ سے اپنا مؤقف بیان کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس دوا کا مریض وکیل ہے۔ وہ آپ سے کہتا ہے کہ فلاں فلاں کاغذ ضرور لے کر آنا' یہ ضرور لانا کیونکہ یہ اُس مخصوص معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اگرچہ آپ کو یہ معمولی سی بات لگے گی تاہم آپ محسوس کریں گے کہ وہ ہر ہر کاغذ کو بڑی تفصیل سے بیان کرے گا اور اُس کی اہمیت ذہن نشین کرانے کی کوشش کرے گا۔ اس دوا کے مریض کا یہ مسئلہ نہیں ہوتا کہ ایسا کرکے وہ کسی نظم و ضبط کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ ایسا کرکے آپ کو یہ باور کروانا چاہتا ہے کہ وہ اپنا کام احسن طریقے سے کر رہا ہے چونکہ ایسا مریض آہستہ آہستہ تنہائی کا شکار ہو رہا ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ دوسرے بھی بالکل وہی سوچتے ہیں جو وہ خود سوچ رہا ہے۔ اسی لئے اگرچہ آپ اہمیت نہ دے رہے ہوں پھر بھی وہ بات کو اس قدر تفصیل سے بیان کرنا اور آپ کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ آپ اُس کی اس حالت پر ششدر رہ جاتے ہیں کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ میں نے یہی ذہنی کیفیت ایک 30 سال کے شخص میں دیکھی تھی

کالی کارب میں زیادہ مرضیاتی تبدیلی جسمانی سطح پر نظر آتی ہے جو کہ بہت سی اہم علامات کو جنم دیتی ہے۔ سالہا سال کے تجربے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس دوا کے مریضوں کی تکالیف کبھی میوکس ممبرین میں نظر آتی ہیں تو کبھی بدل کر جوڑوں میں چلی جاتی ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ مریض کبھی نزلہ زکام کا شکار ہوگا پھر دو تین یا چار ماہ بعد وہ جوڑوں کی تکلیف لے کر آپ کے پاس آئے گا۔

جب جوڑوں کے درد شروع ہوتے ہیں تو اُن کی نمایاں خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جوڑ جوڑ گھومتے ہیں (یعنی کبھی ایک جوڑ میں درد کبھی دوسرے میں) ایک ہفتہ ایک جوڑ میں درد ہوتا ہے تو دوسرے ہفتے یا ایک ماہ بعد کسی دوسرے جوڑ میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ دردوں کے دوران جوڑ سوج بھی جاتے ہیں یہ سوجن میوکس ممبرین (لعاب دار جھلیوں) کی حقیقی تکلیف کو ظاہر کرتی ہے۔ اس سوجن میں گھٹنے کے جوڑ کی جھلی زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

اس دوا کے مریض گرم ٹکور سے سکون محسوس کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ گرمی میں سکون محسوس کرتے ہیں جبکہ سردی سے یہ بہت حساس ہوتے ہیں۔ ان کے جسمانی درد خاص طور پر گرمی سے کم ہوتے ہیں۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ اگرچہ مریض کو گرمی سے سکون ملتا ہے پھر بھی ان کے درد زیادہ گرمیوں میں ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ دراصل یہ گرمی سے زیادتی نہیں ہوتی بلکہ موسم تکلیف کی وجہ بنتا ہے۔ اس کے برعکس پلساٹیلا میں بھی جگہ بدلنے والے درد پائے جاتے ہیں جو کہ حرارت سے بڑھتے ہیں جیسے موسم گرما کی حرارت سے، گرم کمرے کی گرمی سے، چولہے کی حرارت سے وغیرہ۔

کالی بائیکرام کی ایک اور رہنما علامت درد کا چھوٹی سی جگہ پر ہونا ہے۔ اتنی چھوٹی جگہ کہ وہ انگلی کے نیچے ڈھانپ سکے۔ میرے تجربے میں ان دردوں کا مقام زیادہ تر Scapula کا بیرونی اوپر والا زاویہ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ رسٹاکس Scapula کے اندرونی زاویئے کے درد کو ٹھیک کرتی ہے۔ کالی بائیکرام کا مقام اس کا بیرونی زاویہ ہوتا ہے۔ کالی بائیکرام بلاشک نزلہ زکام اور رطوبات پیدا کرنے والی جھلیوں میں خرابی کی دوا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ اس دوا کی مرضیاتی کیفیات جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہیں، اُتنا ہی جسم کے اعضاء میں گہرا اُترتی جاتی ہیں۔ اگر کسی مریضوں کو بار بار نزلہ رہنے لگے تو یہ 80 فیصد مریضوں میں سائنوسس (Sinuses) میں بدل جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے تکلیف

Eustachian Tube تک پہنچ کر اُس میں بندش پیدا کر دیتی ہے۔ ناک کے آخری پچھلے حصے میں نزلے کی رطوبات کثرت سے رہنے لگتی ہیں۔ یا پھر کچھ مریضوں میں نزلہ برونکائیٹس اور دمہ (Asthma) میں بدل سکتا ہے۔

اس دوا کے مخصوص مریض وہ ہوتے ہیں جو کہ اپنی سائنوسائیٹس کی تکلیف لے کر ڈاکٹر کے پاس آتے ہیں۔ ان مریضوں کی ہسٹری میں آپ کو ملے گا کہ پہلے کئی سالوں سے وہ نزلہ زکام کے مریض رہے۔ تب بھی ہر مرتبہ نزلہ اُن کے سائینس میں منتقل ہو جاتا تھا جیسے ہی نزلہ شروع ہوتا' سائنوسس کی جھلیاں سوج جاتیں اور ناک کثیر مقدار میں رطوبت سے بھر جاتا۔ ذہن کند سا ہو جاتا اور مریض پہلے سے بھی زیادہ تنہائی پسند ہو کر معاشرے سے کٹ جاتا۔ اس دوا کے مریضوں کے سائی نس کا سامنے کا حصہ کم متاثر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں مریض کثیر مقدار میں نزلے کی رطوبت کا شکار ہوتا ہے۔ رطوبت کا اخراج بھی کافی زیادہ مقدار میں ہوتا ہے اور اکثر تاردار ہوتا ہے۔ رطوبت گاڑھی لیسدار اور دھاگوں کی طرح خارج ہوتی ہے۔ اس دوا کی مخصوص رطوبت خواہ وہ معدہ سے خارج ہو یا ناک سے خارج ہو' اتنی چپکنے والی ہوتی ہے کہ ناک یا منہ سے اسے گراتے وقت فرش سے منہ یا ناک تک ایک تار سی بن جاتی ہے جو کہ بعد میں واپس آ کر منہ یا ناک سے چپک جاتی ہے۔ تاہم رطوبت کچھ گاڑھی لیسدار اور زیادہ چپکنے والی ہو گی۔ تشخیص دوا کے دوران یہ علامت بڑی ڈرامائی شکل میں سامنے آتی ہے اور جب یہ علامت سامنے آتی ہے تو کالی بائیکرام اس کی بالکل صحیح دوا ہوتی ہے۔ لیکن ایسا بالکل نہیں ہے کہ یہ علامت مریض میں نہ پائی جائے تو کالی بائیکرام کو بالکل مریض کے لئے استعمال ہی نہ کرایا جائے۔ دوسری علامات کی بناء پر اس کو تجویز کیا جا سکتا ہے۔

یہاں تک کہ بہت ضدی قسم کے زخم جو کہ کالی بائیکرام میں ملتے ہیں' اُن کی رطوبات میں بھی یہی علامت ملتی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک مریض ہے جس کی ظاہری حالت بتاتی ہے کہ وہ اپنی دنیا میں مگن ہے اور دوسروں سے کٹ کر زندگی گزارنے کا عادی ہے۔ Arteriosclerosis ہونے کی وجہ سے اُس میں Vesicular زخم بن جاتے ہیں جو جلد مندمل نہیں ہو پاتے۔ جب آپ ایسے زخم کو صاف کرنے لگتے ہیں تو اُس پر سے کھرنڈ اُتارنے کی کوشش میں دیکھتے ہیں کہ کھرنڈ کے نچلی طرف بہت سے لچک دار رطوبت کے دھاگے سے اس کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں۔ اس مشاہدے سے آپ

کی توجہ فوری طور پر کالی بائیکرام کی طرف مبذول ہونا ضروری ہے۔ (خواہ ابتدائی درجے میں ہو۔) Arteriosclerosis کالی بائیکرام میں ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

ایسے مریض تنہائی کا شکار' اپنے تجربات' جذبات اور رویوں میں بڑے سخت مزاج ہوتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر اُن کی خون کی نالیاں (شریانیں) بھی سخت ہو جاتی ہیں۔ کالی بائیکرام کی اہم ترین علامات میں سے ایک علامت زبان کے آخری حصے پر بال کا احساس ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں گے کہ مریض کی زبان بڑی چمکیلی ہو گی برعکس اس کے کہ عام مریضوں کی زبان کھردری ہوتی ہے۔

ایک اور اہم علامت اس کی تکالیف کا مخصوص وقت ہے۔ جو کہ کالی کارب سے ملتی جلتی ہے۔ کالی کارب کی تکالیف صبح دو بجے سے چار بجے تک بڑھتی ہیں جبکہ کالی بائیکرام کی اس سے بھی کم وقت کے لئے یعنی صبح دو سے تین بجے تک بڑھتی ہیں چونکہ کالی بائیکرام کے درد بھی اچانک شروع ہوتے اور اچانک غائب ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی یہ علامت بیلاڈونا کے دردوں سے ملتی جلتی ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی دوسری علامت بیلاڈونا سے نہیں ملتی۔ کالی بائیکرام کے مریض کم طاقتور' سردی سے بچ کر رہنے والے اور شکل سے خون کی کمی (انیمیا) کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس لئے اس کے مریضوں میں وہ بات نہیں ملتی جو کہ بیلاڈونا کے مریضوں میں پائی جاتی ہے۔

اس دوا کے مریضوں میں غذا کے معاملے میں کوئی مخصوص پسندیدگی یا نفرت نہیں ملتی حالانکہ وہ کھانوں سے لطف اندوز ہونے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کسی مخصوص غذا کی چاہت یا کسی مخصوص غذا سے ناپسندیدگی ان میں نہیں ملتی۔ ان میں بیئر پینے کی خواہش بھی نہیں ہوتی مگر کبھی پی لیں تو اس سے ان کی تکالیف میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن یہ بھی نہ سمجھ لیا جائے کہ دوسری ادویات کے مریضوں کی طرح بیئر پینے سے اس دوا کے مریضوں میں پیٹ کا اپھارہ اور تناؤ پیدا ہو جاتا ہے بلکہ اس دوا کے مریض بیئر پینے کے بعد اپنے تمام جسم کی تکالیف میں ابتری محسوس کرتے ہیں۔ سائنوسائیٹس یا جوڑوں کی تکالیف اپنے عروج پر پہنچ سکتی ہیں یا پھر مریض اسہال کی تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

آخری بات جو میں بیان کرنے جا رہا ہوں وہ اس دوا کے مریضوں کے خوف اور تشویش کے بارے میں ہے۔ اس دوا کے مریضوں کا خوف یا تشویش ان کے سینے سے

اُبھرتا (اُٹھتا) محسوس ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کالی کارب میں یہی خوف اور تشویش Solar Plexus سے اُٹھتا محسوس ہوتا ہے۔ کالی بائیکرام میں تشویش کا عنصر بڑا گہرا اور اونچے درجے کا ہوتا ہے۔ مریض اپنے سینے کی گہرائی میں ٹھنڈک کا احساس بیان کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ کہتا ہے کہ اُس کے دل میں ٹھنڈک کا احساس اُجاگر ہو رہا ہے۔

28— کالی کارب

جیسا کہ کینٹ نے کہا ہے یہ ایسی دوا ہے جسے مریض اور میٹریا میڈیکا دونوں میں سمجھنا بہت مشکل ہے۔ پروونگ (ادویاتی آزمائش) سے مریض کی ابتدائی علامات نہیں ملتیں۔ اس لئے یہ صرف منجھے ہوئے تجربہ کار ہومیوپیتھس ہیں جو کہ اپنی مشاق نظروں اور مسلسل تجربات سے اس کی علامات تک پہنچتے ہیں۔ تاہم اس دوا کو سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ ایک بہت اچھی، گہری اور دیر تک تندرستی عطا کرنے والی دوا ہے۔ بشرطیکہ یہ ایسے مریضوں میں جن کے بارے میں یہ طے ہو کہ وہ مستقل ٹھیک نہیں ہو سکتے، اُس وقت دے دی جائے جب ابھی مرضیاتی کیفیات نے پورے طور پر مریض پر غلبہ نہ پالیا ہو۔

اس دوا کے مریضوں کی اپنی الگ سی شخصیت ہوتی ہے۔ یہ لوگ فرض شناس، اپنے ارادے کے پکے اور اپنے فرائض کو پورا کرنے میں کسی قسم کی لچک برداشت نہ کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے فرائض کی تکمیل کے لئے سخت قسم کے بااصول لوگ نظر آتے ہیں۔ یہ ایک سخت قسم کی حالت ہوتی ہے جس میں مریض کا ذہن اپنے جسم پر آہنی کنٹرول حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ذہنی کنٹرول اس کے تجربات، جذبات اور رویوں پر ہوتا ہے۔ ایسا شخص دنیا کو دو اور دو چار کی طرح واضح دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے رویئے میں درست سخت اور مکمل ہوتا ہے۔ وہ مستقل مزاج، کسی قسم کی شکایت زبان پر نہ لانے والا اور اپنے اصولوں پر سختی سے کاربند رہنے والا شخص دکھائی دیتا ہے۔ نفسیاتی معاملات میں اس دوا کا مریض اپنی تمام توجہ اپنے مقصد کے حصول پر مرکوز رکھتا ہے۔ ایسے شخص کو زندگی بڑی ٹھوس واضح، غیر متغیر اور عملی دکھائی دیتی ہے۔ پیشے کے لحاظ سے ایسے لوگ پولیس آفیسر، پراسیکیوٹر اٹارنی (Prosecutor Attorney)، مترجم اور کتابیں بیچنے والے بنتے ہیں۔ (ایسے لوگ ...) ہر چیز سیاہ سفید میں مکمل نظر ... کے معمولات ہوں۔ ... روزمرہ ...

آئے اور فرائض کو انجام دینے کی کوئی واضح اہمیت نظر آئے۔)

اس لحاظ سے مریض حد سے زیادہ ذہنی صلاحیت رکھنے والا ہوتا ہے مگر یہ ذہنی صلاحیت فلسفیوں، سائنسدانوں، ایجادات کرنے والوں اور تجزیہ نگاروں جیسی نہیں بلکہ یہ صلاحیت دماغ کو تکنیکی طور پر اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھنے اور جسمانی کاموں کو کرنے پر سختی سے کاربند رکھنے کے متعلق ہوتی ہے۔

اس دوا کے مریض کا دماغ منتظم، مکمل اور باضابطہ ہوتا ہے۔ وہ واضح، سیاہ و سفید اور بااصول اعمال کی بنیاد پر ترقی پاتا ہے۔ اسی لئے ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو ایسا شخص جذبات سے عاری نظر آئے کیونکہ یہ جذبات کا اظہار بھی ایسے اصولوں کی بنیاد پر کرتا ہے جو کہ جذباتی کیفیات سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مریض اندر سے جذباتی طور پر بہت زیادہ حساس ہو لیکن وہ دوسروں پر اس حساسیت کو واضح نہیں ہونے دیتا۔ مثال کے طور پر اگر آپ اس دوا کے مریض کو کبھی اپنی مشکلات بتائیں تو اس کے رویئے سے آپ کو پتہ چلے گا کہ اس نے آپ کے مسائل پر توجہ نہیں دی لیکن چند دن کے بعد آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ وہ خاموشی سے آپ کے مسائل کے حل کے لئے کوشاں رہا ہے اور آخرکار اُن کا حل نکال لایا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اندر ہی اندر خاموشی سے جذباتی معاملات پر غور کرتے ہیں تاہم لوگ اُن کی شخصیت کو مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت کی بنا پر سراہتے ہیں اور اُن کی صلاحیتوں پر فخر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس دوا کی علامات رکھنے والی ایک بیوی بڑے صبر و تحمل سے اپنے خاوند کے بگڑے ہوئے رویئے کو برداشت کرے گی مگر دوسری جانب اس دوا کا مرد اس طرح کی بیوی کے رویئے کو دیکھ کر اُس کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھے رہنے سے تنگ آ جائے گا۔ ہاں اگر بیوی اُسے اچھی طرح سمجھتی ہو اور اُسے خوش رکھنے کے دیگر طور طریقے جانتی ہو تو معاملہ مختلف ہو گا۔ مرد مریض جذبات سے عاری ملے گا اس کی وجہ اُس کی اپنے جذبات پر قابو پا کر رکھنے کی عادت ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ دوسروں کی جذباتی کیفیات کو خوب سمجھتا ہے۔ (اس کے برعکس ایسڈ فاس اور اورم میٹ کا مریض دوسروں کے جذبات کو اس لئے نہیں محسوس کرتا کیونکہ وہ اندر سے جذباتی طور پر ساکن و جامد ہو چکا ہوتا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اُس کی جذباتی حسیات مر چکی ہوتی ہیں۔)

انہی وجوہات کی بنا پر اس دوا کے مریض کا علاج کرنا ہومیوپیتھک ڈاکٹرز کے

لئے بے حد مشکل ہوتا ہے چونکہ مریض سختی سے اپنے معاملات پر توجہ دینے سے گریزاں ہوتا ہے اس لئے وہ ڈاکٹر کے پاس اُس وقت تک نہیں جاتا جب تک کہ وہ خطرناک ترین حالت میں نہ پہنچ جائے۔ مزید یہ کہ جب وہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے پاس آتا ہے تو اُس کے سوالوں کا ڈھنگ سے جواب نہیں دیتا۔ وہ صرف اپنی تکلیف بیان کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سوال کے جواب میں کندھے جھٹک کر لاپرواہی کا اظہار کرتا ہے جیسے کہہ رہا ہو کہ اسے احساس نہیں کہ جو سوال آپ کر رہے ہیں اس کے ساتھ بیتتے بھی ہیں یا نہیں۔ ایسا مریض جو آپ کو بالکل کسی سوال کا جواب نہ دے۔ آپ اُس کے لئے کیسے دوا تجویز کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اُس سے سوال کریں گے کہ کیا آپ کو اندھیرے سے خوف آتا ہے تو بھی مریض اپنے کندھوں کی جنبش سے اظہار کرے گا جیسے کہ اُسے اس کی اہمیت کا کچھ اندازہ نہ ہو جبکہ سچ یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھیرے سے بے انتہا خوفزدہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ ہر وہ علامت جو ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے لئے انتہائی اہم ہوتی ہے (جیسا کہ جذباتی اور دماغی علامات) مریض اُن کا یا تو بالکل جواب نہیں دیتا یا پھر اچھے طریقے سے جواب نہیں دیتا کہ ڈاکٹر کچھ سمجھ سکے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ہومیو پیتھک ڈاکٹر فضول سا ڈھیر سارا مواد حاصل کر کے بھی اصل دوا کی روح تک نہیں پہنچ پاتا اور اُس کی تمام صلاحیت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ مریض ڈاکٹر کو علامات بتانے کی بجائے اُسے اپنی رائے سے نوازنے لگتا ہے اور ڈاکٹر کے اس کی جذباتی کیفیات تک پہنچتے پہنچتے مریض خطرناک ترین مرضیاتی کیفیت میں جا پہنچتا ہے اور موت کا گھنٹہ جا بجتا ہے۔ اس طرح کے مثالی کیس بتاتے ہیں کہ مریض کیسے اپنی ذہنی صلاحیت سے اپنے جسم پر قابو رکھتے اور اپنی ذہنی اور جسمانی تکالیف کو بیان کرنے سے گریزاں رہتے ہیں۔

اس دوا کی مریض ایک بیوی نے اپنے دوستوں کے سامنے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ اُس نے کبھی بھی اپنی زبوں حالی اور عدم اطمینانی کا اظہار اُن کے سامنے نہیں کیا تھا حالانکہ اس دوران اس کا خاوند کئی سال تک مشکل ترین پاگل پن کا شکار رہا اور آخر مر گیا تھا۔ پھر اُس کے مرنے کے بعد اُسے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو وہ گردوں کے درد میں مبتلا ہو گئی جس کا وہ ایک ٹیکے کے ذریعے علاج کرتی رہی۔ پھر وہ تیزی سے بیمار ہوئی اور ہارٹ فیل ہوا اور مر گئی۔

یہی دماغ پر آہنی کنٹرول ہے جو کہ مریض کو دوسرے اہم راستوں پر چلنے سے

روکتا ہے اور اپنی علامات کو بیان نہیں کرنے دیتا اور نہ ہی وہ اپنی ذہنی اور جذباتی کیفیات کا اظہار کرتا ہے۔ لہٰذا علامات بیماری کی شکل میں اپنی راہ ہموار کر لیتی ہیں اور پوری قوت کے ساتھ جسمانی حالت کو غارت کر دیتی ہیں۔ خاص کر مرضیاتی کیفیات اندرونی اعضاء رئیسہ پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا اثر جسم کے نچلے حصے میں بھی ہوتا ہے۔ ذہنی کیفیات کو اس شدت سے دبایا گیا ہوتا ہے کہ اس سے جسمانی خدوخال میں تبدیلی واقع ہونے لگتی ہے۔

یہ دماغی کنٹرول مریض کے خلیوں تک کو تباہ کرنے لگتا ہے۔ اس لئے ہڈیوں میں بھدا پن آنے لگتا ہے۔ خاص کر ریڑھ کی ہڈیاں اور جوڑوں کی ہڈیاں ٹیڑھی ہونے لگتی ہیں۔ (اس لئے کالی کارب آرتھرائیٹس (گنٹھیا) کے ایسے مریضوں کے لئے مفید سمجھی جاتی ہے جن کے جوڑوں میں ٹیڑھا پن آنے لگے۔)

بڑھا ہوا دماغی کنٹرول علامات کا رُخ Solar Plexus کی طرف موڑ دیتا ہے۔ اس لئے اگر مریض کسی احساس کو قبول کرے بھی تو وہ بتاتا ہے کہ یہ احساس اُسے معدہ میں ہوتا ہے۔ تشویش، خوف یہاں تک کہ ماحول کی طرف سے ملنے والے صدموں کا احساس بھی مریض اپنے معدہ میں محسوس کرتا ہے۔ کینٹ نے اس کی تصدیق یوں پیش کی ہے:

"کالی کارب کے مریض کی ایک خاص حالت یہ ہے کہ وہ اپنی تشویش کو معدہ میں محسوس کرتا ہے۔ خواہ یہ تشویش ہو یا خوف۔"

سب سے پہلا مریض جس نے کتابوں سے بھی بہتر طریقے سے اس بات کا اظہار کیا، وہ یہ تھا: "کم یا زیادہ مگر میرا خوف دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اُن سے اس لئے مختلف ہے کیونکہ مجھے یہ اس جگہ محسوس ہوتا ہے (اس نے اپنے معدہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا)۔" ایک اور مریض جس سے مجھے یہ علامت ملی جو کہ ڈرتا تھا اور ہر قسم کا ڈر اُس کے معدے میں جا پہنچتا تھا۔ ہوا یوں کہ میں اُس مریض کو دیکھنے گیا تو اُس کا پاؤں بستر کے کنارے پر ذرا اُٹھا ہوا تھا۔ میری بے احتیاطی سے میرا گھٹنا اس کے پاؤں کو لگا تو اس نے "اوہ" کی آواز کے ساتھ معدہ پر ہاتھ رکھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کالی کارب کا مریض ہے کیونکہ جب ایسے مریض کی جلد کو بھی چھوا جائے تو مریض تشویش یا خوف کا احساس اپنے معدہ میں محسوس کرتا ہے۔ ایک اور مریض جو مجھے یاد پڑتا ہے وہ

ہے جو کہ بتایا کرتا تھا کہ وہ جیسے ہی سونے کے لئے لیٹتا ہے اُس کے Solar Plexus میں کسی چیز کے ٹکرانے کا احساس ہوتا تھا جس سے وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا اور تمام رات سو نہیں سکتا۔ اُسے اس احساس کو ختم کرنے کے لئے اپنے بستر کے قریب چلنا پڑتا۔ ایک اور دوا جس میں یہی علامت اسی شدت سے پائی جاتی ہے وہ مزریم ہے۔ اس میں بھی شدید طور پر تشویش معدے میں محسوس ہوتی ہے لیکن مزریم کی تشویش معدے سے اُٹھتی ضرور ہے مگر اس کے بعد پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور مریض کو باور کرا دیتی ہے کہ اب وہ مر جائے گا جبکہ کالی کارب میں ایسا نہیں ہے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ کالی کارب کا مریض جذباتی کیفیات اور ماحول کی تبدیلی سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے لیکن ان احساسات کو سختی سے اپنے اندر دبا لیتا ہے۔ اسی وجہ سے اس دوا کے مریضوں میں شدید بے خوابی پائی جاتی ہے۔ نیند کے دوران مریض کے ذہن کا اپنے جسم پر کنٹرول کم ہونے لگتا ہے اور کالی کارب کا مریض اپنے ذہن کا کنٹرول جسم پر ڈھیلا ہوتے نہیں دیکھ پاتا۔ لہٰذا وہ کئی کئی ہفتے بغیر سوئے گزار دیتا ہے۔ تب بھی آپ کو اُس کی بے خوابی کی وجہ نہیں ملتی۔ مریض تشویش سے بھی انکاری ہوتا ہے کہ اسے کسی قسم کی تشویش ہو جو اسے سونے نہ دے رہی ہو۔ نہ وہ یہ بات مان رہا ہوتا ہے کہ کام کی زیادتی اسے سونے نہیں دیتی اور نہ ہی ایسی بات نظر آتی ہے کہ شور سے حساسیت اسے سونے نہیں دیتی۔ یہ صرف مریض کی اپنی مرضی ہوتی ہے جو اسے سونے سے روکے ہوئے ہوتی ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مریض نہایت ہی باضابطہ زندگی گزارتا ہے۔ اس کی زندگی اتنی پُراسلوب اور مکمل دکھائی دیتی ہے کہ اس کے ذہن پر دباؤ کا کوئی شائبہ تک نہیں ملتا بلکہ اس طرح وہ اپنی طاقت کو اتنے مؤثر طریقے سے محفوظ کرتا ہے کہ وہ نیند کو اپنے لئے ضروری ہی نہیں سمجھتا۔ اس کے باوجود اس بے خوابی سے اس کا جسم متاثر ضرور ہوتا ہے۔ بے سکون نیند کے لئے کالی کارب ایک اچھی دوا ہے لیکن اس طرح کی بے سکون نیند کی علامت دیگر ادویات (نکس وامیکا، لائیکوپوڈیم، سلفر، فاسفورس، نائٹرک ایسڈ، میگنیشیا اور لیکیسس میں بھی ملتی ہے)۔

کالی کارب کی تکالیف کے بڑھنے کا مخصوص وقت صبح دو بجے سے چار یا پانچ بجے تک ہے۔ بے خوابی، کھانسی، قلبی تکالیف کی وجہ سے سانس کا مشکل سے آنا۔ یہ سب

صبح کے اس مخصوص وقت میں بڑھتی ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ذہن کا جسم پر کنٹرول بہت ہی کم ہوتا ہے۔ نیند کی وجہ سے جیسے جیسے ذہن کا کنٹرول ڈھیلا پڑتا جاتا ہے' علامات اپنی شدت سے اُجاگر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے وہ علامات کے اضافے کے مخصوص وقت یعنی دو سے پانچ بجے صبح تک مریض کو تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

جیسے جیسے مرضیاتی تبدیلی ذہن کو اپنے زیراثر لاتی ہے اس دوا کا مریض اتنا ہی چڑچڑا ہوتا جاتا ہے۔ یہاں ہم پھر دیکھیں گے کہ یہ چڑچڑا پن مریض اپنی بے ضابطگی' فرائض ناشناسی وغیرہ سے اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اس دوا کا مریض خصوصیت سے جانتا ہے کہ کیا درست ہے اور کیا غلط۔ یا پھر یہ کہ کسی کام کو بہتر طریقے سے کرنے کے کیا اصول وضوابط ہیں اور وہ اصولوں سے انحراف برداشت نہیں کرتا۔ یہ مریض کے ذہن کی غیر لچکدار کیفیت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس ذہنی سطح کے ساتھ مریض اپنی بیماری کو تسلیم نہیں کرتا۔ بیماری کی علامات اسے غصہ دلاتی ہیں اور اسے رنجیدہ اور نہایت ہی چڑچڑا بنا دیتی ہیں۔ اس دوا کی مریض بیوی جو کہ اندرونی طور پر اپنے خاوند کا سخت رویہ برداشت کرتی ہے' وہ اُس کے رویئے پر غصے کا اظہار کرنے کی بجائے اس کی ذرا ذرا بات پر ناراضگی کا اظہار ضرور کرتی ہے اور اس ناراضگی کے اظہار کے لئے یا تو وہ اپنی ملازمت والے کام میں کچھ گڑبڑ کرے گی یا پھر اپنے گھریلو کام کاج کو خراب کرے گی۔

اگر کوئی پراسیکیوٹنگ اٹارنی یہ فیصلہ کر لے کہ ملزم بے قصور ہے تو وہ کیس کو اپنے سے بڑے آفیسر کے پاس لے جائے گا اور اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نہ تو کوئی سیاسی دباؤ برداشت کرے گا اور نہ ہی کوئی عذر قبول کرے گا۔ وہ اپنی فرض شناسی پر اپنی ملازمت تک کو داؤ پر لگا دے گا۔ یہ سب کچھ اس کے ذہن کی غیر لچکدار ہونے کی غیر منطقی کیفیت ہو گی۔

جیسے جیسے ذہنی سطح پر مرضیاتی تبدیلی بڑھتی جائے گی' بہت سے خوف اور تشویش جو پہلے زندگی میں بے معنی سے تھے' اُبھر کر سامنے آنے لگیں گے۔ یہ خوف غیر یقینی حالات سے نبردآزما نہ ہو سکنے اور ذہنی کنٹرول کے کھو جانے کا ہوتا ہے۔ یہ خوف سوشل قسم کی محفلوں میں ذہنی کنٹرول کھو جانے کا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی محفلوں میں جہاں اُن کا عمل دخل کچھ زیادہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ اس دوا کے مریضوں میں اندھیرے کا خوف' مستقبل میں کسی قسم کے نقصان کا خوف اور وقوع پذیر ہونے والی بیماریوں کا خوف بھی اُجاگر

ہونے لگتا ہے۔ مریض میں صحت کے متعلق تشویش اتنی نہیں ہوتی جتنا کہ غیر یقینی قسم کی بیماریوں کا خوف ہوتا ہے۔ ایسی بیماریوں کا خوف جن پر وہ قابو نہیں پا سکتا۔ مرضیاتی تبدیلیاں جب مزید بڑھتی ہیں تو مریض کو بھوتوں کا خوف بھی ستانے لگتا ہے۔ وہ ان سے اس لئے بھی گھبراتا ہے کیونکہ وہ مادی دنیا کی طرح جسمانی طور پر پائے نہیں جاتے اور مریض اپنی پہلی زندگی میں ان پر یقین نہیں رکھا کرتا تھا بلکہ ایسی چیزوں کی سختی سے تردید کیا کرتا تھا۔

دیگر ادویات کے برعکس کالی کارب میں ذہنی مرضیاتی تبدیلی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے اور اس کی شدت بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ اُن کا ذہنی کنٹرول شدید ہوتا ہے اور مریض میں سے یہ کنٹرول جلد ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس ذہنی مرضیاتی تبدیلیوں کی بجائے مریض کے اعضاء رئیسہ زیادہ تر متاثر ہوتے ہیں اور بیماری اُن میں گہرائی تک اُتر جاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دماغ مرضیاتی تبدیلیوں پر اس قدر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ دماغ کی بجائے دیگر اعضاء میں گہرائی تک اثر کرتے ہوئے مریض کو ذہنی تکالیف میں مبتلا ہونے سے پہلے پہلے ختم کر دیتی ہیں۔

دو اہم عضو جو کہ کالی کارب کی مرضیاتی تبدیلیوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، وہ پھیپھڑے اور گردے ہیں۔ یہ دونوں عضو جسم سے فضلات کے اخراج کا کام کرتے ہیں۔ یہ اصولوں پر سختی سے پابندی، ہر معاملے میں مفاہمت اور لچک نہ دکھانا اور شدید باضابطگی ہے جو کہ برونکائی اور **Glomerular** جھلی میں خرابی پیدا کرتی ہے اور زہریلے مادے جسم سے باہر جانے کی بجائے جسم کے اندر ہی رہ جاتے ہیں جن کی جسم میں موجودگی کالی کارب کے مریض کو قابل قبول نہیں ہوتی۔

گردوں کی کارکردگی میں خرابی اسی وجہ سے کالی کارب میں پائی جاتی ہے۔ ایسی تکلیف کی صورت میں مریض کے پپوٹوں پر سوجن آ جاتی ہے۔ اوپر اور نیچے والے دونوں طرف کے پپوٹے سوجن سے متاثر ہوتے ہیں۔ خاص طور پر یہ سوجن تھیلیوں کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ (خصوصاً اوپر والے پپوٹے کا اندرونی حصہ۔)

اس دوا کے مریضوں کے پھیپھڑوں میں بڑی وسیع مرضیاتی تبدیلی دیکھنے میں آتی ہے۔ یہ مرضیاتی تبدیلی برونکائیٹس سے لے کر نمونیا تک اور اس سے بھی آگے ٹیوبرکلوسز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس دوا کے مریضوں کو ایسی حالت میں شدید کھانسی آتی ہے جو

کہ تمام جسم کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ کھانسی کے دورے پے در پے اُٹھتے ہیں۔ مریض کا گلا بند ہوتا ہے محسوس ہوتا ہے (آواز نکالنا مشکل ہو جاتا ہے) اور اسے قے آ جاتی ہے۔ اس کھانسی کا مخصوص وقت صبح دو سے پانچ بجے ہے اس کے علاوہ اس میں ہوا کے جھونکوں سے بھی اضافہ ہوتا ہے۔

کالی کارب جگر کو بھی متاثر کر سکتی ہے اور دل کو بھی۔ ان دونوں اعضاء میں مرضیاتی تبدیلی اتنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ دونوں اعضاء اپنا کام کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں (یعنی جگر اور دل فیل ہو جاتے ہیں)۔ ان کے فیل ہونے کی وجہ پھر وہی ذہنی کنٹرول ہوتا ہے جس کی وجہ سے مریض تکلیف کو انتہا تک پہنچا کر ہی تسلیم کرتا ہے کہ اُس میں کوئی مرضیاتی تبدیلی آ چکی ہے۔ کینٹ نے کالی کارب کی اس کیفیت کی تشریح کچھ یوں کی ہے:

"میں اپنے ماضی میں جھانک کر بہت سے ایسے مریضوں کو دیکھ سکتا ہوں جن کے دل میں چربی کا انحطاط ہوا اور میں نے اُن کی تمام تکالیف کو کالی کارب سے ٹھیک کیا۔ اگر مجھے ابتداء میں کیسوں کا بہتر علم ہو جاتا تو میں انہیں شروع میں ہی ٹھیک کر سکتا تھا۔ یہ تمام کیس علامات چھپانے والے مریضوں کے تھے اور یہ بات کالی کارب کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ ایسے کیسوں کو جلد سمجھ لیا جائے تو بہتر ہوتا ہے ورنہ اگر یہ کیس بڑھ کر اعضاء میں خرابی پیدا کرنے لگیں تو مریض ناقابل علاج ہو جاتا ہے۔ مریض اندر سے ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے اور اعضاء میں گہری تبدیلی آ جاتی ہے تب آپ ان کیسوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے کہتے ہو کہ اگر میں اس کیس کو شروع میں سمجھ گیا ہوتا (یا دیکھ لیا ہوتا) جیسے میں اب سمجھ رہا ہوں تو میں نے ان کو صحت یاب کر دیا ہوتا۔ ہومیوپیتھک ڈاکٹر کی عقلمندی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے کیسوں کا ازسرنو جائزہ لے اور دیکھے کہ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے وہ کیس کو ٹھیک کرنے میں ناکام ہوا ہے۔ کیسوں کا اس طرح سے مطالعہ ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے لئے اتنا ہی دلچسپ ہوتا جیسے کہ ایلوپیتھک سرجن کے لئے کسی مردہ لاش کا پوسٹ مارٹم کر کے اُس کے مرنے کی وجہ معلوم کرنا۔

کالی کارب کے مریض ہوا کے جھونکوں سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ مریض ان ہوا کے جھونکوں سے اس قدر حساس ہوتا ہے یا پھر تیز ہوا کے گھر کے اندر سے گزرنے سے اس قدر پریشان ہوتا ہے کہ وہ گھر کے کونے کونے کو دیکھتا پھرتا ہے کہ ہوا کمرے یا

گھر میں کہاں سے آ رہی ہے۔

جب اس قدر مکمل، باضابطہ، بااصول شخص سے سامنا ہوتا ہے تو ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو ایسی علامات مریض خود سے تو کبھی نہیں بتاتا بلکہ ہمیں یہ علامات مریض کی دیگر رہنما علامات مثلاً تکلیف کا صبح دو سے پانچ بجے تک بڑھنا وغیرہ کے پیش نظر مریض سے مزید سوال کر کے حاصل کرنا پڑتی ہیں۔ دیگر علامات جو کالی کارب کی طرف اشارہ دیتی ہیں۔ اُن میں ہوا کے جھونکوں سے حساسیت، اوپر والے پپوٹے کے اندر والے حصے کا سوجنا، تشویش کا معدہ پر محسوس ہونا، اعضاء رئیسہ کا ناکارہ ہونا اور میٹھی اشیاء کی شدید خواہش ہیں۔

دیگر ادویات جو کالی کارب کے قریب ترین ہیں، اُن سے اِن کی تفریق کچھ یوں کی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر نکس وامیکا کو سمجھے بغیر کوئی کالی کارب اور نکس میں فرق نہیں کر پائے گا۔ تاہم کالی کارب نکس وامیکا سے اس لئے مختلف ہے کیونکہ نکس کا مریض بہت زیادہ خواہشات رکھنے والا اور متحرک مزاج ہوتا ہے جبکہ کالی کارب کا مریض باضابطہ روزمرہ کے معمول پر قائم رہنے والا ہوتا ہے۔ کالی کارب کے مریض کے چڑچڑے پن کی وجہ اصولوں سے انحراف ہوتا ہے جبکہ نکس وامیکا کے مریض کے چڑچڑے پن کی وجہ اُس کی خواہشات کی عدم تکمیل ہوتی ہے۔ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کالی کارب کا مزاج رکھنے والا مریض بعد میں نکس وامیکا کے مریض کی طرح نظر آنے لگے۔ ایک اور دوا جو کہ کالی کارب کے بعد بہتر کام کرتی ہے، وہ فاسفورس ہے۔ خاص طور پر جب مریض کے اندر کی سختی اور سخت مزاجی ختم ہو جاتی ہے تو پھر فاسفورس جیسے خوف اور حساسیت پیدا ہو جاتی ہے۔

29— لیکیسس

اس دوا کا مرکزی خیال ضرورت سے زیادہ تحریک یا ہیجانی کیفیت ہے جو کہ ہر وقت جسم سے اس طرح باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہے جیسے کہ ایسے برتن سے مائع جو کہ ہر وقت آگ پر پڑا ہوا ہو۔ زیادہ حرارت سے یا تو پانی اُس سے باہر آ جائے یا پھر برتن ٹوٹ جائے گا۔

چونکہ یہ سانپ کا زہر ہے اس لئے یہ خون کے بہاؤ کے ساتھ جسم میں پھیلتا ہے اور سب سے پہلے تحریک (ہیجان) پیدا کرتا ہے۔ پھر مزید مخصوص جگہوں پر اپنا اثر دکھاتا ہے۔ اس کا بنیادی نشانہ خون کی گردش ہے۔ (میٹریا میڈیکا کے مطالعہ سے آپ کو ادویات کے مخصوص متاثر ہونے والے حصے مل جائیں گے) اس دوا کے زمرے میں ایسا بلند فشار خون جو کہ کسی دوسرے عضو کی خرابی سے پیدا نہ ہوا ہو بلکہ خون کے بہاؤ میں نقص کی وجہ سے ہو، عمر کے مختلف حصوں میں جسم سے حرارت کے بھبکے اُٹھنا، جسم کے مختلف حصوں سے خون بہنا، خاص کر سیاہ رنگت والا خون، سر کے درد، خون کی نالیوں کا سخت ہونا اور پھول جانا، بواسیر خونی اور ہر قسم کی دل کی تکالیف آتی ہیں۔ جلدی زخموں اور اُبھاروں میں رنگت گلابی، گہری پرپل (ارغوانی) یا بینگنی ہوتی ہے۔ مریض خون کی گردش محسوس کرتا ہے۔ نیند مشکل سے آتی ہے۔ خون کی گردش کے احساس کے ساتھ ساتھ صبح کے وقت مریض کی تکالیف بڑھتی ہیں۔ مریض زیادہ تر صبح کے وقت سوتا ہے اور صبح کا وقت ہی تکلیف میں اضافے کا ہوتا ہے۔ اس دوا کا مریض گرم جگہ برداشت نہیں کر پاتا کیونکہ اُس کی تکالیف میں شدت آ جاتی ہے۔ اگر اچانک اُس کا جسم گرم ہو جائے تو بھی تکلیف بڑھ جاتی ہے کیونکہ جسم کے گرم ہوتے ہی خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ گرم پانی سے نہانے یا اچانک گرم کمرے میں داخل ہونے سے مریض بے حال ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں میں حیض سے پہلے تکالیف کا پیدا ہونا یا بڑھنا اور حیض کے جاری ہوتے ہی تکالیف کا ٹھیک ہونا یا کم ہوتے جانا لیکیسس کی بہت ہی نمایاں علامت ہے۔ مزید برآں مریض گلے میں گھٹن کا احساس محسوس کرتا ہے جیسے کہ اُس کا گلا گھٹ رہا ہو۔ کبھی کبھی مریض گلے کے گھٹنے کے خوف سے نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور پھر اس خوف سے سو نہیں پاتا کہ اگر سویا تو سوتے میں اُس کا سانس بند ہو جائے گا۔ لیکیسس اخراجات کے دب جانے کے بعد پیدا ہونے والے خوف کے لئے سب سے پہلی دوا ہے۔ اکثر مریض کپڑوں کے دباؤ کی وجہ سے اخراجات کے راستوں میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ خاص طور پر گردن کے گرد کپڑا برداشت نہیں کر پاتا۔ اس کے علاوہ جہاں پر وہ کپڑوں کے دباؤ کی وجہ سے تنگی محسوس کرتا ہے۔ وہ مریض کا سینہ اور کمر ہے۔ نفسیاتی دباؤ سے بھی مریض میں وہی کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو کہ کپڑوں کے دباؤ سے وہ محسوس کرتا ہے۔ یعنی دونوں طرح کا دباؤ مریض کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

اگر اس دوا کے مریض کی بیوی سے خاوند اچانک اور فوری طور پر کوئی کام کرنے کے لئے کہے تو وہ دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس دوا کے مریض کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ نئے خیالات بھی تیزی سے پیش کرتا ہے۔ لیکن مرضیاتی کیفیت جب دماغ کو متاثر کرتی ہے تو مریض شیزوفرینیا (Schizophrenia) کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یا تو وہ مسلسل بولتا جاتا ہے یا پھر بولتے ہوئے بار بار موضوع بدلتا ہے۔ اُس کا کوئی فقرہ قابل فہم نہیں رہ جاتا۔ ہوسکتا ہے کہ مریض شروع میں دماغی دباؤ کی وجہ سے بالکل خاموش ہو جائے لیکن بعد میں لگاتار بولتا رہے۔ اس دوا کے مریض جنسی خیالات سے بھی بھرپور دکھائی دیتا ہے۔ وہ جنسی کاموں کی طرف زیادہ راغب رہتے ہیں اور یہ جنسی خیالات کی بھرمار مریض کو نفس پرست بنا دیتی ہے۔ فحش کلامی، شہوت پرستی (زنا کاری) ایسے مریضوں کا شیوا دکھائی دیتی ہے۔ یہ دوا مشت زنی کی بھی ایک اہم دوا ہے۔ (شہوانی تحریک کا ضرورت سے زیادہ پیدا ہونا مریض کو مشت زنی کی طرف راغب کرتا ہے۔) سٹافی سیگریا اور پلاٹینا میں بھی یہ علامت ملتی ہے جبکہ اگر مشت زنی (انگشت زنی) کی عادت جوان لڑکیوں میں ہو تو دوا اوری گینم ہوتی ہے۔ یہ اچانک اور شدت سے آنے والے ریاحی بخاروں کی بھی بہت اچھی دوا ہے۔ ایسے ریاحی بخاروں میں جو مریض کے دل کے کواڑوں (Vaulves) میں بگاڑ پیدا کر دیں، ایسی صورت میں یہ دوا ہر قسم کی تکلیف کو ٹھیک کر دیتی ہے۔ سانپ کے زہر سے بنے ہونے کی وجہ سے یہ دوا زیادہ تر دل اور خون کی گردش کو متاثر کرتی ہے۔ بعض مریض پہلے پہل اپنی جنسی خواہشات کو دبا کر رکھتے ہیں مگر بعد میں اس کے اثرات مابعد سے تکلیف اُٹھاتے ہیں۔

ایک کیس جس میں مریض نے اپنی جنسی خواہشات کو دبا کر رکھا تھا، بائیں طرف کے گردے کے درد کی شکل میں سامنے آیا۔ اسے بہت زیادہ الکحل لینے کی عادت پڑ گئی جس کی وجہ سے اُس کے خون کی گردش متوازن نہ رہی۔ اُس میں ہیبت ناک قسم کا ہذیان پیدا ہو گیا۔ یہ لیکیسس کے مریض کا مخصوص خاکہ تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لیکیسس ضرورت سے زیادہ الکحل کے استعمال سے اُس کے بعد ہیبت ناک قسم کے ہذیان کی بھی دوا ہے۔ نشہ کرنے والے مریضوں کو اس سے چھٹکارہ دلانے کے لئے بھی اس کا استعمال ہوسکتا ہے بشرطیکہ مریض کی دیگر علامات لیکیسس کی ہوں۔

اس دوا کا مریض جب بائیں کروٹ لیٹتا ہے تو اُس کی تمام تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔ ان تکالیف میں دل کی دھڑکن کا بڑھ جانا' سانس کا گھٹنا اور مریض کا بے ہوش ہو جانا اہم تکالیف ہیں۔ لیکیسس کی تکالیف زیادہ تر بائیں جانب دل کے اردگرد پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ تکالیف کا بائیں سے دائیں طرف منتقل ہونا بھی اس دوا کی اہم ترین علامت ہے۔ پسلیوں کے اندر کا درد خصوصاً بائیں جانب ہو تو یہ دوا ہوتی ہے مگر پسلیوں کے درد کی یہ علامت لیکیسس کے علاوہ سپائی جیلیا' نیٹرم میور اور برائی اونیا میں بھی پائی جاتی ہے۔ بائیں جانب کی حاد اور شدید تکالیف بھی اس دوا کے زمرے میں آتی ہیں۔ سر کا بھراؤ یا سر میں خون کا جماؤ اور جلد کا نیلا پن بھی اس دوا کی مخصوص علامات ہیں۔ جلد میں چھوئے جانے سے حساسیت یا جلد کا کھنچاؤ یہاں تک کہ جلد کے ساتھ معمولی سا مس ہونا (خواہ کپڑے کا ہو) درد کا باعث بن جاتا ہے۔ لیکن سخت دباؤ سے تکلیف نہیں بڑھتی۔ (بیلاڈونا کے مریض میں جہاں پر خون کا دباؤ (جماؤ) ہو' رنگت لیکیسس کی نسبت زیادہ سرخ ہوتی ہے (ارغوانی نہیں ہوتی) مزید یہ کہ بیلاڈونا کی تکالیف زیادہ تر دائیں جانب ہوتی ہے)۔ لیکیسس کی یہ علامت کہ سخت دباؤ سے مریض کی تکالیف میں کمی ہوتی ہے' بیلاڈونا میں بھی ملتی ہے۔

مریض کی جذباتی کیفیات بڑی شدید ہوتی ہیں۔ وہ لوگوں سے گھل مل کر رہتا ہے۔ اُس کا لوگوں کے ساتھ تعلق اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہمیں اُن میں حسد کی علامات دکھائی دینے لگتی ہیں۔ مریض کی اخلاقی بدحالی' حسد یا شہوت پرستی میں بدل سکتی ہے جس کی وجہ سے مریض بہت زیادہ شہوانیت پرست ہو سکتا ہے۔ مریض خود پسند' خود پرست اور صرف اپنی ذات پر توجہ مرکوز کرنے والا ہوتا ہے۔ ایسا مریض دوسروں سے جھوٹی محبت کے دعوے کرتا ہے اور دوسرا شخص (محبوب) جو اس معاملے میں ملوث ہوتا ہے' نقصان اُٹھاتا ہے۔ اگر اُسے خوف ہو کہ دوسرا شخص (محبوب) کسی اور سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ اُس سے حسد کرنے لگتا ہے۔ حسد کرنے کے زمانے میں مریض شکی مزاج ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ایسے لوگ جو شکی مزاج ہوتے ہیں اُن کی پہلی دوا لیکیسس ہوتی ہے۔ اگر حسد بڑھ کر شک میں تبدیل ہو جائے تو پھر یہ امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں یہ شک مزید ترقی کر کے مالیخولیا یا دماغی خلل کی شکل اختیار نہ کر لے۔ تب مریض سوچنے لگتا ہے کہ اس کے گھر والے اسے پاگل خانے بھیجنا چاہتے ہیں۔ اس دوا کے مریض شدید تشویش اور

اُداسی کی حالت میں بھی جا سکتے ہیں جہاں انہیں اپنی صحت کے متعلق تشویش؛ خاص طور پر دل کی بیماری کے متعلقہ تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔ مالیخولیا کی علامات ہوں تو پھر ہائیوسائیمس، کالی بروم، ٹیرنٹولا ہسپانیہ، پلاٹینا، وریٹرم البم کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ ان میں بھی مالیخولیا اور دل کی بیماری کے متعلقہ تشویش پائی جاتی ہے۔ تاہم اس سلسلے میں لیکیسس ایک نمایاں دوا ہے۔ اُداسی صبح سویرے شدید ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوتے سہ پہر کے وقت بالکل ختم ہو جاتی ہے اور مریض خود کو بالکل صحت مند سمجھتا ہے۔ اگر اس اُداسی کا علاج نہ کیا جائے تو یہ مستقل اُداسی (ڈپریشن) کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کسی خاص درجے میں جا کر یہ کیفیت پاگل پن کے خوف میں بدل جاتی ہے (کینابس انڈیکا کلکیر یا کارب)۔

یہ کیفیت مزید برقرار رہے تو مریض پاگل بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس دوا کی تکلیفات حیض سے پہلے بڑھ جاتی ہیں۔ محرک قسم کا مخصوص وقفوں کے بعد آنے والا پاگل پن اس دوا کی علامت ہے۔ یہ دوروں کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ مریض پاگل پن کے دوران باتونی اور شہوت پرست بن جاتا ہے۔ ایسا خاص کر تبھی ہوتا ہے جب مریض کی جنسی خواہشات کو دبا دیا گیا ہو۔ جو بھی ملتا ہے مریض اُس سے باتیں اور صرف باتیں ہی کئے جاتا ہے۔ مذہبی جنون کی بھی یہ ایک عمدہ دوا ہے۔ (اگر آپ کسی چیز کو دبائیں گے تو وہ اپنے نکلنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ ڈھونڈھ نکالے گی) باتیں کرنا اور بار بار موضوع پر موضوع بدل کر بولنا (جیسے کہ مختلف خیالات مریض کے ذہن سے تیزی سے گزر رہے ہوں اور وہ اتنی تیزی سے انہیں منہ سے ادا نہ کر پا رہا ہو) اس دوا کے پاگل پن کے مریضوں کی نمایاں علامت ہے۔ ایسے مریض بہت زیادہ تنقید کرنے والے ہوتے ہیں مگر اپنے اوپر دوسروں کی ذرا سی تنقید کو بھی برداشت نہیں کر پاتے۔

لیکیسس کے مریضوں میں ایک اور کیفیت بھی پائی جاتی ہے کہ اُن کے پاس کئی بڑے بڑے اور نئے نئے خیالات ہوتے ہیں جن کے پورا نہ ہونے یا اُن کو عملی جامہ نہ پہنا سکنے پر مریض شروع شروع میں بہت زیادہ کوفت کا شکار ہوتا ہے لیکن وہ رفتہ رفتہ ان کیفیات کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے لیکن یہ خواہشات کو دبانے کا عمل جسم کے اندر خلفشار پیدا کر کے مریض کے گردوں میں پتھری بنا دیتا ہے اور دل کی تکلیفات پیدا کر دیتا ہے۔ لیکیسس کا مریض بڑا حساس ہوتا ہے اور نہیں [illegible] کہ کسی کو اُس کی ذات کی وجہ سے کوئی

تکلیف پہنچے اس لئے وہ اپنی اندر کی کیفیات (دوسروں کو تکلیف دینے والی باتیں) ظاہر نہیں کرتا۔ ایسے مریض وہ ہوں گے جو کہ بالکل خاموش رہنے لگیں گے۔ آپ کو یہ ذہن میں رکھنا ہوگا کہ لیکیس کے مریض صرف باتونی ہی نہیں ہوتے بلکہ اس طرح کے گم صم مریض بھی لیکیس میں پائے جاتے ہیں جو کہ بالکل بات ہی نہیں کرتے۔

اس دوا کے مریضوں کو شراب زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ بہر حال یہ بہت اچھے مقرر ہوتے ہیں مگر اپنی بات کو دوسروں تک احسن طریقے سے نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن جب یہ مخصوص ذہنی خرابی کی کیفیت میں چلے جاتے ہیں تو ان میں توہم گھر کر لیتے ہیں۔ ان توہمات میں وہ مُردوں کو اپنے اردگرد موجود اور اپنے سے باتیں کرتے محسوس کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں آپ دیکھیں گے کہ وہ اُن کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ فلاں فلاں کام کریں۔ اس علامت کی ایک اور دوا اینا کارڈیم بھی ہے۔ اینا کارڈیم میں بھی مریض محسوس کرتا ہے کہ کوئی غیبی شخصیت (مردے) اُس سے باتیں کر رہے ہیں لیکن اُس کی کیفیت کچھ مختلف ہوتی ہے کیونکہ اُس میں دو غیبی شخصیتیں مریض سے باتیں کرتی ہیں۔ ایک اسے اچھائی کا راستہ دکھاتی ہے تو دوسری بُرائی کا۔

لیکیسس کی غذا کے حوالے سے پسند یا ناپسند کو دیکھا جائے تو مریض Oysters کو پسند کرتا ہے اور نشاستے دار غذائیں (غلہ، گندم، میکرونی، آلو اور پستہ) اس کی مرغوب غذائیں ہوتی ہیں۔

---

30 — لائیکوپوڈیم

تمام میٹریا میڈیکا میں لائیکوپوڈیم گہرا ترین اور وسیع ترین اثر کرنے والی دوا ہے۔ اس میں تقریباً انسانی جسم میں پیدا ہونے والی تمام قسم کی کیفیات مضمر ہیں اور اس کا دائرہ اثر بہت وسیع ہے۔ ایک مرکزی خیال جو کہ تمام مرضیاتی تبدیلیوں میں ملتا ہے اس دوا کے دلچسپ تصور کو اُجاگر کرتا ہے۔

لائیکوپوڈیم کی بڑی اور اہم علامت یہ ہے کہ مریض ہر کام بزدلی سے کرتا ہے۔ اندرونی طور پر اس دوا کے مریض میں اخلاقی، معاشرتی اور جسمانی کم ہمتی اور بزدلی ملتی ہے۔ مریض خود کو کمزور محسوس کرتا ہے اور خود کو زندگی میں اپنی ذمہ داریوں کو پورے

طریقے سے نبھانے کا اہل نہیں سمجھتا۔ اس لئے ہر طرح کی ذمہ داری لینے سے گھبراتا ہے۔ اس کے برعکس ظاہراً وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ ہر قسم کی ذمہ داری نبھانے کا اہل ہے۔ مزید یہ کہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لئے دوستی اور ہمت کا مظاہرہ کرتا ہے جس کی وجہ سے ہومیوپیتھک ڈاکٹر کے لئے صحیح دوا تک پہنچنا اور مریض کی صحیح کیفیت کو جاننا مشکل ہو جاتا ہے اور صرف بہت زیادہ کہنہ مشق ڈاکٹر ہی مریض کی بزدلی اور کم ہمتی کو بھانپ سکتا ہے۔

اس دوا کا مرکزی خیال جس میں مریض ابتدائی درجے میں ہی اس دوا کا مریض ہونے کی نشاندہی کر دیتا ہے وہ مریض کے جنسی تعلقات ہیں۔ اس دوا کا مریض اپنی جنسی تسکین کے لئے کوشش کرتا ہے کہ ایسا موقع محل ڈھونڈھے جس میں اُسے اپنی ذمہ داریوں سے کم از کم نبردآزما ہونا پڑے جو کہ اس طرح کے کام کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ ایسے مریضوں مٰیں یہ بات بہت راسخ ہو چکی ہوتی ہے اور عرصہ دراز سے وہ اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ وہ ایک رات جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں اور پھر مزید ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے پہلے ہی بھاگ جاتے ہیں۔ اگر فریق ثانی اسے کبھی شادی کے لئے کہہ دے تو لائیکوپوڈیم کا مریض اس سے خوف زدہ ہو جاتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کا خیال کرتے ہوئے شادی کرنے سے گھبراتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتا بلکہ صرف اس لئے کہ اسے خوف ہوتا ہے کہ شادی کے بعد کی ذمہ داریاں نبھا پائے گا یا کہ نہیں؟ اکثر اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسے لوگ شادی کے بندھنوں میں جکڑے جانے اور ذمہ داریاں پڑنے سے پہلے ہی اپنے فریق ثانی کو چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ وہ بچوں اور شادی شدہ زندگی کے دیگر جھنجھٹوں میں نہیں پڑنا چاہتے۔

جنسی تعلقات اس کی اہم مرضیاتی تبدیلیوں کی علامت ہے۔ لذت اس کی ابتدائی تحریک کا موجب بنتی ہے۔ مریض جنسی تسکین کو جلد، باآسانی، بغیر کسی مشقت کے اور بغیر بُرے نتائج کے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایسا مریض اگر کسی سیکرٹری (لیڈی) کو دیکھ لے جو اپنے دفتر کے کمرے میں تنہا ہو تو سب سے پہلی سوچ جو اُس کے دماغ میں آئے گی وہ یہ ہو گی کہ یہ جنسی تسکین کے لئے اچھا موقع ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فریق ثانی سے کوئی اشارہ ملے تو وہ مزید آگے بڑھ جائے اور جنسی تسکین حاصل کرے۔ ایسے لوگ رنڈی خانے (چکلے) میں بار بار جاتے ہیں کیونکہ وہاں پر اُنہیں جنسی تسکین کے بعد کسی قسم کی گھریلو

ذمہ داری پڑنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ لائیکوپوڈیم کے مریض کی جنسی خواہش پلاٹینا کے مریض سے بھی زیادہ شدید ہوتی ہے۔ ایسا اس لئے نہیں ہے کہ اس دوا (لائیکوپوڈیم) کا مریض اس شدت کو برداشت کرنے کے لئے جسمانی طور پر زیادہ کمزور ہوتا ہے لیکن جب خواہش اُبھر آئے تو پھر لائیکوپوڈیم کا مریض اُس لمحے مصنوعی طریقے سے لذت حاصل کرنے سے بھی باز نہیں رہتا۔ اس طریقے سے وہ ذمہ داری سے بھی بچا رہتا ہے۔

جب اس دوا کا مریض شادی کر لیتا ہے (خواہ مرد ہو یا عورت) تو وہ جنسی فعل میں عدم اطمینان اور جنسی فعل میں ناکامی کا سامنا کرتا ہے کیونکہ اُس میں خوف ہوتا ہے کہ وہ اس بے تکلفی میں پڑنے کے بعد ذمہ داریوں کو نبھا نہ پائے گا۔ اگر عورت ہوگی تو اسے شہوانی رغبت نہ ہو پائے گی اور اگر مرد ہوگا تو یا وہ سرعت انزال کا شکار ہو جائے گا یا پھر نامردی کا۔ نامردی میں اُس کا عضو تناسل محرک نہیں ہوگا اور اُس میں ایستادگی نہیں آئے گی۔ اندرونی طور پر لائیکوپوڈیم کا مریض خود کو ناقص اور کمزور محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اعلانیہ شادی کے تعلقات میں اُسے بہت ہی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر یہ کمزوری کا احساس مریض کو مضبوط بننے اور باہمت ہونے اور دنیا کو اپنے مکمل اور باصلاحیت ہونے کا ثبوت دینے پر اُبھارتا ہے تاکہ وہ خود کو مضبوط ثابت کر سکے لیکن جیسے ہی حالات اُس سے ذمہ داری نبھانے اور عملی کام کر کے دکھانے کا تقاضا کرتے ہیں اُس کی تمام ہمت دھری کی دھری رہ جاتی ہے (جیسا کہ شادی کی صورت میں)۔ پس یہ شادی کی صورت ہی ہے جس میں لائیکوپوڈیم کا عمل دخل کچھ فرحت بخش نتائج مرتب نہیں کرتا ہے۔

بہرحال مریض ہر وقت اس خوف میں مبتلا رہتا ہے کہ دوسرے اُس کے اندر کی کمزوری کو بھانپ لیں گے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اس بات کے لئے پریشان رہتا ہے کہ دوسرے اُس کے بارے میں کیا کہتے ہیں یا کیا کہیں گے۔ چونکہ لائیکوپوڈیم کے مریض بہت زیادہ ذہین اور عقلمند ہوتے ہیں اس لئے پیشے کے حوالے سے یہ زیادہ تر لوگوں کی فلاح کے کاموں والے پیشوں (مثلاً راہب، وکیل، سکول ماسٹر اور پولیس کے پیشوں) میں ملتے ہیں۔ ایک راہب خود کو مکمل طور پر چاک و چوبند محسوس کرتا ہے اور اُس کی یہ کیفیت تبلیغ کرنے سے پہلے تک تو قائم رہتی ہے مگر جیسے ہی اُسے احساس ہوتا ہے کہ بہت سی

آنکھیں اُسے دیکھ رہی ہیں تو وہ فوراً یا تو پیٹ کے درد کا شکار ہو جاتا ہے یا پھر تشویش اُسے آن گھیرتی ہے۔ ایسے لوگ کام کو بہتر طریقے سے کرنے کے قابل تو ہوتے ہیں مگر اُن کی جذباتی یا جسمانی تکلیفات اُن کے عملی کام میں بگاڑ پیدا کر دیتی ہیں۔ یہاں ہم پھر محسوس کرتے ہیں کہ مریض کی تشویش کے اظہار کے پیچھے دراصل ذمہ داری نہ نبھا پانے کا خوف ہے۔ اس لئے مریض اپنے پیشے کو بھی چھوڑ دینے کے درپے ہو جاتا ہے جس کے لئے بعض اوقات وہ اپنے بیمار ہونے کا بہانہ بھی بناتا ہے۔ لائیکوپوڈیم کا مریض اپنی اندرونی کمزوری کو چھپانے کے لئے اتنی مصنوعی باتیں کرے گا کہ دوسرے اُسے طاقتور اور قابل سمجھیں۔ وہ اپنی کامیابیوں کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کریں گے۔ یا پھر بڑے بڑے لوگوں اور بڑے بڑے عہدے رکھنے والے لوگوں کو اپنے ملنے والوں میں سے ظاہر کریں گے۔ اس سلسلے میں وہ اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ جھوٹ واضح طور پر جھلکنے لگتا ہے اور جب اُن کی کارکردگی کے نتائج سامنے آتے ہیں تو اُن کا بولا گیا جھوٹ اُن کی کوئی مدد نہیں کر پاتا۔ یہ تمام تصنع جو مریض بیان کرتا ہے، سب اپنی عزت نفس بچانے اور اندر کی کمزوری کو چھپانے کے لئے کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بڑھا چڑھا کر بیان کی گئی صلاحیتوں کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ اُن کی تعریف کریں اور انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔

یہ کیفیت یہاں تک پہنچتی ہے کہ آخر میں مریض تنہا رہ جاتا ہے۔ خود کو کنوارہ رہنے دیتا ہے یا پھر الہامی چیزیں حاصل کرنے کے لئے راہب بن جاتا ہے (خود ساختہ پیر)۔ ذمہ داریوں سے کنی کترانے اور فی الفور جنسی لذت حاصل کرنے کی خواہش کو دبانے یا اُس سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں مریض فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ تمام زندگی کنوارہ ہی رہے گا۔ یہ کنوارے پن کی بڑی نازک سی کیفیت ہوتی ہے تاہم ان سب سوچوں کے باوجود مریض جنسی تخیلات میں غرق رہتا ہے۔ کئی سالوں تک نظم و ضبط والی زندگی گزارنے کے باوجود ایسے بہت سے کنواروں کو جیسے ہی کوئی موقع ملتا ہے حیران کن انداز میں بڑی آسانی سے اپنی ریاضیت ضائع کر بیٹھتے ہیں لیکن بعد میں پھر واپس اپنی منظم حالت میں لوٹ آتے ہیں۔

لائیکوپوڈیم کی مرضیاتی تبدیلیوں کے دوسرے درجے میں بیرونی دھوکہ دہی مزید انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور مریض کا انداز حاکمانہ اور جابرانہ ہو جاتا ہے لیکن یہ مزاج صرف

انہی کے ساتھ ہوتا ہے جن کو وہ اپنے قابو میں کر سکے۔ اس دوا کا مریض کام پر (ایسے لوگوں کے ساتھ جن پر اُن کا کنٹرول نہ ہو) بڑا بزدل اور سست ہوتا ہے لیکن گھر پر بڑا جابر اور ظالم بن جاتا ہے۔ ایک ماں اپنے بچوں کے ساتھ تو بڑی ظالم ہو گی مگر ہمسائیوں کے ساتھ بڑی شائستہ مزاج، مریضہ دوسروں پر رعب جھاڑ کر وہ اپنی طاقت کا اظہار کرنا چاہے گی جبکہ پہلے درجے میں وہ بڑے بڑے بلند بانگ دعوے کر کے خود کو قابل تعریف اور لائق فائق بنا کر پیش کرے گی۔

دوسرے درجے میں بھی لائیکوپوڈیم کے مریض کی بزدلی بہت بڑھ جاتی ہے لیکن اس درجے میں مریض کو کئی قسم کے خوف لاحق ہو جاتے ہیں اور وہ تقریباً ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہے۔ اُسے تنہائی، اندھیرے، جن بھوت اور انجان کتوں سے بھی خوف آنے لگتا ہے۔ اسی وجہ سے اس دوا کا مریض تنہائی سے خوف زدہ ہونے کے باوجود تنہا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا ساتھ والے کمرے میں موجود رہے۔ اُسے ہر قسم کے مرض لاحق ہونے کا ڈر ہوتا ہے اسی لئے وہ صحت کے متعلقہ تشویش میں مبتلا رہتا ہے۔ اس دوا کی خاص علامت یہ ہے کہ مریض کا خوف اور تشویش جسمانی طور پر مریض کے نظام ہضم کو متاثر کرتا ہے۔

مرضیاتی تبدیلی کے تیسرے درجے میں ذہنی سطح پر پراگندگی آتی ہے جو یا تو جنسی تسکین کے حصول کے لئے کوشش کی وجہ سے ہوتی ہے یا پھر جنسی تسکین کی خواہش کو دبانے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ جب مریض اپنی جنسی تسکین کو دبانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مجرد زندگی گزارتا ہے اور ان تمام عوامل کا نتیجہ ذہنی کارکردگی میں کمی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس ذہنی کارکردگی کی کمی کی ابتداء ذہنی اُلجھاؤ یا صبح کے وقت یادداشت میں کمی کی صورت میں سامنے آتی ہے اور بڑھتے بڑھتے شدید یادداشت کی کمی اور فہم و ادراک کے زوال کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ آخر کار مریض کی یہ مرضیاتی تبدیلی ضعیف العقلی یا پاگل پن میں بدل جاتی ہے جس کی وجہ سے مریض کم عمری میں ہی خود کو گھر تک محدود کر لیتا ہے۔

جسمانی سطح پر اس دوا کی علامات بڑی واضح نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر مریض کا چہرہ، گردن اور اوپر والا دھڑ دبلا ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان حصوں کے ٹشو ضائع ہو رہے ہوں جبکہ کمر کے نچلے حصہ (چوتڑ)، پیٹ اور ٹانگوں کے گرد چربی اکٹھا ہونی شروع ہو

جاتی ہے۔ چہرے پر بہت زیادہ جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ یہ خاص طور پر ایسی جھریاں ہوتی ہیں جیسے لمبے عرصے تک غم اور تشویش میں مبتلا لوگوں کے چہرے پر نظر آتی ہیں۔ مریض یہ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ اُس کے بارے میں کیا باتیں کرتے ہیں۔ ایسے مریضوں کے بال کم عمری میں ہی سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور مریض اپنی اصل عمر سے زیادہ بوڑھا نظر آتا ہے۔ مریض کی ناک کی بیرونی حدود پنکھے کی طرح ہلتی ہیں۔ (جیسے تیزی سے ہاتھ کا پنکھا ہلایا جاتا ہے۔)

اس دوا کی ابتدائی جگہ جس پر مرضیاتی تبدیلیاں اپنا مرکز بناتی ہیں، مریض کے جنسی اعضاء ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ پیشاب کے اعضاء، جگر اور نظام انہضام بھی مرضیاتی تبدیلیوں کی ابتدائی سٹیج میں آتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں میں نامردی، نیفرائیٹس اور سردمہری پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مریض کی بیماریوں میں معدہ کا زخم (Colitis)، بواسیر اور جگر کے امراض شامل ہو سکتے ہیں۔ بہرحال نظام انہضام کی خرابیاں مریض میں لگاتار ملتی ہیں۔

جس طرح مریض میں اپنی خودبینی کا ابھار ملتا ہے بالکل اسی طرح مریض کے پیٹ میں بھی ابھار ہوتا ہے جو کہ مریض کے نظام انہضام کو تباہ کرتا رہتا ہے۔ مریض کے پیٹ میں بہت زیادہ ہوا ہوتی ہے جس میں کھانا کھانے کے بعد اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جس طرح مریض جنسی تسکین کے لئے ضرورت سے زیادہ کوشاں رہتا ہے اسی طرح وہ اپنے منہ کے ذائقے کی تسکین کے لئے بھی ضرورت سے زیادہ کوشاں رہتا ہے اور مریض اپنے ذائقے کے مطابق غذا کا حصول چاہتا ہے۔ اس کی پسندیدہ چیزیں (غذائیں) میٹھی اشیاء اور Oysters ہیں۔ نظام انہضام اور جنسی تسکین کی علامات کو آگے بڑھائیں تو ہمیں کچھ مریض ایسے ملتے ہیں جو جماع کے بعد بھی اپنے اندر خالی پن اور عدم اطمینان پاتے ہیں اسی طرح یہ مریض اپنی پسند کی غذائیں کھانے کے باوجود معدہ میں خالی پن اور بے اطمینانی محسوس کرتے ہیں۔ بہرحال اکثر اوقات لائیکوپوڈیم کے مریض اپنی ان خواہشات کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔

معدہ کی کمزوری اکثر اوقات جگر کی بیماریوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی لئے لائیکوپوڈیم اکثر جگر کی ناقص کارکردگی کے امراض میں تجویز کی جاتی ہے۔ یہ بات دلچسپ اور قابل توجہ ہے کہ جگر کی تکالیف کا عموماً تعلق ذہنی انتشار کی بدولت ہوتا ہے جو کہ لائیکوپوڈیم کی

علامات پر مکمل طور پر درست معلوم ہوتا ہے۔

بلاشبہ لائیکوپوڈیم کا موازنہ بہت سی دیگر ادویات سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ متوقع تشویش جو کہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے لائیکوپوڈیم کے مریضوں میں پائی جاتی ہے۔ جلسی میم میں بھی پائی جاتی ہے۔ تفریق کے لئے یاد رکھیں کہ لائیکوپوڈیم کی تشویش موقع پر (جب وہ کام کر رہا ہے یا خطاب کر رہا ہے) اُس کو آن گھیرتی ہے جبکہ جلسی میم کے مریض کی تشویش چند گھنٹے یا ایک دو دن (کام یا خطاب کرنے کے) پہلے سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ سلیشیا میں بھی خوداعتمادی کی کمی پائی جاتی ہے۔ لیکن اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے حالات و واقعات اور گردونواح کے مطابق پورا نہیں اُتر پاتا۔ اس کے ساتھ ہی اُس میں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کے نبھانے کا حوصلہ ہوتا ہے جبکہ لائیکوپوڈیم کے مریض میں ذمہ داریوں کو پورا نہ کرسکنے کا خوف ہوتا ہے۔

کلکیر یا کارب بھی کئی طرح سے لائیکوپوڈیم سے ملتی جلتی دوا ہے لیکن اس میں لائیکوپوڈیم جیسی بزدلی نہیں پائی جاتی۔ نیٹرم میور میں لائیکوپوڈیم کی طرح کی اندرونی کمزوری کا عکس ملتا ہے لیکن نیٹرم میور کی اندرونی حالت کی وجہ جذباتی اور زودحسی ہوتی ہے نہ کہ لائیکوپوڈیم جیسی کم ہمتی۔

31— میگنیشیا میور

اس دوا کے مریض زیادہ تر چڑچڑے مزاج کے حامل ہوتے ہیں۔ اُن میں ایک قسم کی کڑواہٹ پائی جاتی ہے جو زیادہ سخت اور دوسروں کو تکلیف دینے والی نہیں ہوتی۔ دراصل یہ اُن کے اندر کا عدم اطمینان ہوتا ہے جو ان میں اس قدر شدید چڑچڑاپن پیدا کرتا ہے جو کہ ان کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے واضح نظر آتا ہے۔ اُن کے عدم اطمینان میں اُن کی روح کے اندر کی تکلیف کی جھلک نظر آتی ہے جیسے وہ روحانی طور پر ہی تکلیف میں ہوں۔

اِس دوا کے مریض ہر قسم کے مقابلے یا دوسروں کے ساتھ اختلافات سے حساس ہوتے ہیں (گھبراتے ہیں) نہ تو وہ اس مقابلہ بازی میں خود کو اور نہ ہی دوسروں کو ملوث دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ وہ امن پسند ہوتے ہیں اور ہمیشہ امن کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بزدل ہوتے ہیں کیونکہ جنگ کی حالت میں وہ بڑی جوانمردی کے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ اُن کی مزاجی کڑواہٹ صرف اور صرف اُن کی جذباتی حساسیت ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے خوش و خرم اور مطمئن ہوں اور دوسروں کی خوشی اور اطمینان کے لئے بہت دور تک چلے جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کی خوشی کے لئے اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ سٹانی سیگریا کی طرح تو نہیں پھر بھی کافی سختی سے اس کام کو سرانجام دیتے ہیں۔ اگر والدین گھر میں لڑ رہے ہوں تو بچے کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور وہ اُن کے درمیان امن اور محبت دیکھنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ اگر اس دوا کے مریض کا کوئی لڑاکا ماتحت ہو تو وہ اُس کی جگہ خود کام کرنے لگتا ہے اور اُسے ڈانٹنے کی بجائے اُس کو سمجھانے یا اُس پر قابو پانے کا کوئی پُرامن حل تلاش کرتا ہے۔

اس دوا کے مریضوں میں فرائض کی انجام دہی کا ادراک موجود ہوتا ہے۔ اس لئے کام جاننے کی بناء پر کام کا بہاؤ اُن کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور مریض ضرورت سے زیادہ بوجھ خود پر لاد لیتا ہے اور پھر اُس پر تشویش میں بھی مبتلا ہوتا ہے کہ اب یہ کام وہ وقت پر پورا نہیں کر پائے گا۔ پھر وہ اس کام کو پورا کرنے کے لئے اعصابی قوت استعمال کرتا ہے جس سے وہ ذہنی تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے لیکن یہ اعصابی قوت کا استعمال نیند لانے کی بجائے اُس میں نیم خوابی کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے لیکن مریض مناسب طریقے سے سو نہیں پاتا۔

یہ ذمہ داری کا احساس اور دوسروں کے لئے جذباتی حساسیت مل کر مریض میں انتہا کی بے سکونی اور اضطراب پیدا کر دیتے ہیں۔ سالہا سال تک اس بے سکونی کا شکار رہنے کے بعد مریض بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کچھ کیسوں میں تو وہ صبح تک بھی سو نہیں پاتا جبکہ چند ایک ایسے بھی ہوتے ہیں جو کتے یا مردار کی طرح گہری اور پُرسکون نیند سو جاتے ہیں اور صرف چار سے پانچ گھنٹے کی نیند کے بعد بھی جب جاگتے ہیں تو خود کو تروتازہ محسوس نہیں کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کے کیس میں نیند کا دائرہ بگڑ چکا ہوتا ہے اور یہ لوگ نیند کی تکالیف سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ وہ کبھی بھی ناکارہ بیٹھے نہیں رہتے اور اپنے نروس سسٹم کے بل بوتے پر آگے بڑھتے رہتے ہیں اور آخرکار جب اُن کے اعصاب جواب دیتے ہیں تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے ہیں جس سے انہیں سکون ملتا ہے۔ رونے کی یہ کیفیت ہسٹریا کے دوروں' چڑچڑے پن یا اُداسی کی شکل

ڈاکٹر ایس ایم ظفر ڈی ایچ ایم ایس خان

میں ظاہر ہوتی ہے۔

اگر آپ ایسے لوگوں کا خاکہ اپنے ذہن میں بنائیں جو کہ حساس ہوں، پُرامن ہوں اور فرائض پورا کرنے والے ہوں تو آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے بدمزاج ہوں گے اور اُن میں کیسے کیسے چڑچڑا پن پیدا ہو گا۔ دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے وہ خود کو پابند سلاسل کر لیتے ہیں لیکن جو چیز میگنیشیا میور کی نشاندہی کرتی ہے وہ اُن کا چڑچڑا پن، بدمزاجی اور عدم اطمینان ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے روحانی کرب میں مبتلا ہیں اور اُن کا یہ کرب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور وہ اس میں مزید اضافے کے متحمل نہ ہوں گے۔ وہ کسی بھی حالت میں مکمل طور پر پُرسکون نہ ہوں گے۔

میگنیشیا میور غیر فرحت بخش نیند کی ایک اہم دوا ہے۔ اس کی وجہ زیر جلد تشویش ہو سکتی ہے یا پھر یہ جگر کی کارکردگی میں فتور کا نتیجہ ہو گی۔ یہ بات زبان زدعام ہے کہ میگنیشیا میور ایسی دواؤں میں سے ایک ہے جو کہ جگر کی تکالیف میں خصوصی طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ جب کبھی جگر مناسب طریقے سے کام کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو خون کے بہاؤ میں زہریلے مادے شامل ہونے لگتے ہیں اور مریض تکلیف دہ حالت میں صبح سویرے جاگ جاتا ہے۔ جب وہ ناگفتہ بہ حالت میں جاگتا ہے تو اُس کا تمام جسم تکلیف کا شکار ہوتا ہے۔ وہ ذہنی طور پر کند ہوتا ہے اور اپنا کام احسن طریقے سے سرانجام دینے کے لئے اپنی توجہ اس پر پوری طرح سے مرکوز نہیں کر پاتا۔ مزید یہ کہ جذباتی کیفیت کے حساب سے وہ بالکل مُردہ جذبات والا دکھائی دیتا ہے اور جسمانی طور پر بھاری پن محسوس کرتا ہے (خاص طور پر سر میں)۔ وہ اس کیفیت کو غفلت کی نیند (Lethargy) سے تعبیر کرتا ہے۔ ایسی کیفیت جیسے کہ اُس نے نشہ کیا ہو۔ انہیں خود کو کام کرنے کی حالت (زندگی کی حالت) میں لانے کے لئے تقریباً آدھا گھنٹہ لگتا ہے۔ پھر اُس کے بعد بستر پر جانے تک وہ خود کو زخموں سے اٹا محسوس کرتا ہے۔ میگنیشیا میور ہمیں جگر میں ہونے والی مرضیاتی تبدیلیوں کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ وہ لوگ جو کہ جھگڑا کرنے سے اور اختلافات سے ڈرتے ہیں اور اُن میں بظاہراً بدمزاجی پائی جاتی ہے اُن میں جو مرضیاتی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اُن کا نشانہ جگر ہوتا ہے۔

میگنیشیا میور کی ابتدائی علامت لیٹنے پر (خصوصاً آنکھیں بند کرنے پر) تکالیف میں اضافہ ہے۔ مریض لیٹنے اور آنکھیں بند کرنے سے پہلے تک خود کو قدرے بہتر محسوس

کرتا ہے لیکن جیسے ہی آنکھیں بند کرتا ہے اچانک بے سکونی اُس کو آدبوچتی ہے۔ وہ کسمساتا ہے اور کروٹیں بدلتا ہے مگر سکون نہیں پاتا۔ آخرکار وہ اُٹھ کر ٹہلنے لگتا ہے جس سے اُس کو کچھ سکون ملتا ہے۔ جب اس چہل قدمی سے اُسے سکون ملتا ہے تو وہ پھرسے بستر پر جا کر لیٹنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

لیٹنے سے تکلیف میں اضافہ میگنیشیا میور کی تقریباً تمام تکالیف میں پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر تشویش' بے خوابی اور جسم میں ہونے والی دیگر تکالیف' شدید بیماریوں خصوصاً انفلوئنزا میں یہ علامت رہنما علامت کے طور پر دوا تجویز کرنے میں ممدومعاون ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس دوا کا مریض سردی محسوس کرتا ہے' بے چین ہوتا ہے اور اُس میں بے سکونی پائی جاتی ہے۔ ان علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ لوگ رسٹاکس یا آرسنک البم کی علامات سمجھ سکتے ہیں اور غلط دوا کے تجویز کرنے کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس دوا کے انفلوئنزا کے مریض کے نتھنوں میں جلن ہوتی ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ لوگ کالی بائی' کالی آئیوڈیٹم' آرسینک البم یا ایلیم سیپا کا دھوکا کھا سکتے ہیں۔ تاہم اہم علامات میں سے تکالیف کا لیٹنے پر بڑھنا اور اُٹھ کر چہل قدمی کرنے سے سکون پانا آپ کو میگنیشیا میور کے تجویز کرنے میں رہنمائی کریں گی۔ مریض کو نزلہ زکام ہو سکتا ہے جو کہ عام حالات میں قابل برداشت ہو مگر وہ لمحہ جب وہ لیٹ کر آنکھیں بند کرتا ہے تو کھانسی کا دورہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ اُس کا گلا گھٹنے لگتا ہے۔

کھانسی اتنی شدید ہوتی ہے کہ مریض اُٹھ کر بیٹھنے پر مجبور ہو جاتا ہے جیسے ہی وہ اُٹھ کر بیٹھتا ہے کھانسی کو فوراً سکون مل جاتا ہے۔ یہ مینگنم کے بالکل برعکس ہے جس میں مریض کی کھانسی کو لیٹنے سے سکون ملتا ہے۔

میگنیشیا میور کی ایک اور اہم علامت نمک کھانے سے تکالیف کا بڑھنا ہے اور شاید یہی علامت ہمیں سمجھاتی ہے کہ اس دوا کا مریض سمندر کے پانی میں نہانے سے کیوں تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ نمک کے عناصر اس کے نظام انہضام میں خرابی پیدا کر کے غذا کے جزو بدن بننے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ سمندر میں تیرنے یا نہانے کے بعد نہ صرف اُن کی جسمانی علامات بڑھتی ہیں بلکہ وہ مکمل طور پر اپنی قوت کا فقدان محسوس کرتے ہیں۔

عموی طور پر اس دوا کا مریض سردی برداشت نہیں کر پاتا لیکن اس کے باوجود مریض کے پاؤں گرم ہو سکتے ہیں اور یہ پاؤں کی گرمی اس قدر شدید ہو سکتی ہے کہ مریض

پاؤں لحاف سے باہر نکالنے پر مجبور ہو جائے۔ اس سلسلے کی ادویات کا ایک چھوٹا سا گروپ ہے جس میں مریض عمومی طور پر سرد مزاج ہوتا ہے اور سردی برداشت نہیں کر پاتا مگر اُس کے پاؤں شدید گرم ہوتے ہیں جنہیں اسے لحاف یا چادر سے باہر نکالنا پڑتا ہے۔ اس گروپ کی ادویات میں کیموملا، فاسفورس، سینی کولا شامل ہیں۔ (میڈورینم میں بھی مریض پاؤں چادر سے باہر نکالتا ہے مگر اُس کا مریض اس قدر سردی محسوس نہیں کرتا۔)

میگنیشیا میور کا مریض سردی زیادہ محسوس کرنے کے باوجود کھلی ہوا میں خود کو بہتر محسوس کرتا ہے اس کے علاوہ حرکت سے بھی مریض کی تکالیف میں کمی واقع ہوتی ہے۔ رسٹاکس کی طرح اس دوا کا مریض بھی خود کو زیادہ کپڑوں میں ملبوس کریگا اور کھلی ہوا میں سیر کو نکل جائے گا۔ اس علامت کے لحاظ سے کچھ کیسوں میں میگنیشیا میور اور رسٹاکس میں تفریق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں میگنیشیا میور تک پہنچنے کے لئے تکلیف کا صبح سویرے بڑھنا رہنمائی کرسکتا ہے۔ یہ شاید ہی دیکھنے میں آیا ہو کہ میگنیشیا میور کا مریض صبح سویرے خود کو مکمل طور پر تکلیف میں مبتلا نہ پائے۔ رسٹاکس اور میگنیشیا میور دونوں ہی کے مریض کو دودھ پینے کی شدید خواہش ہوتی ہے مگر میگنیشیا کا مریض دودھ پی کر تکالیف میں شدید اضافہ محسوس کرتا ہے۔ دودھ عام علامات میں اضافے کے علاوہ مریض میں اسہال پیدا کرتا ہے جو کہ دلیے کی طرح کے ہوتے ہیں (پاخانے میں مکمل طور پر تبدیل نہ ہوئے)۔ اس دوا کے مریضوں میں اکثر میٹھی اشیاء کی خواہش بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ پھلوں اور سبزیوں کے بھی شوقین ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس میگنیشیا کارب کے مریض کو سبزیوں سے شدید نفرت ہوتی ہے۔

چند مزید علامات جو تجربہ میں آئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ اس دوا کا مریض بائیں کروٹ لیٹنے کو فوقیت دیتا ہے کیونکہ دائیں طرف لیٹنا اُس کی تکالیف کو بڑھا دیتا ہے۔ مریض کو شدید جھٹکے لگتے ہیں اور بجلی کے کرنٹ کی طرح کا احساس ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب وہ لیٹنے لگے۔

میگنیشیا کے تمام مرکبات میں معمولی سے چھونے سے بہت زیادہ حساسیت پائی جاتی ہے۔ میگنیشیا فاس اور میگنیشیا میور کے مریض خاص طور پر سخت دباؤ سے بہتری محسوس کرتے ہیں۔ جذباتی کیفیت کے دوران مریض کے جوارح میں (بازوؤں، ٹانگوں میں) سُن ہونے کا احساس پایا جاتا ہے۔ یہ کیفیت خاص طور پر مشکلات کا سامنا کرنے پر،

چڑچڑے پن کے دوران اور ہسٹریا کی تکلیف میں پائی جاتی ہے۔

میں میگنیشیا کارب کے بارے میں کچھ زیادہ بیان نہیں کرسکتا کیونکہ اپنے تجربات سے ابھی تک اس کی اصل روح تک نہیں پہنچ پایا۔ ہاں البتہ اپنے تجربات کی بناء پر میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میگنیشیا کارب کے مریض میگنیشیا میور سے زیادہ سنجیدہ اور اپنے آپ میں مگن ہوتے ہیں۔ اُن کی بائیں جانب اعصابی درد پائے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ اس کے مریض کے تمام حواس خمسہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اُن میں خوشبو بدبو کا احساس نہیں رہتا۔ وہ بے ذائقہ ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں میگنیشیا کارب کے مریض سبزیاں کھانا پسند نہیں کرتے۔ میگنیشیا کارب بھی جگر کو متاثر کرتی ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میگنیشیا کارب ایسے بچوں میں جو کہ جگر کی تکالیف کی وجہ سے نشوونما نہیں پا سکتے خصوصاً جب اُن کا پاخانہ چاک کی طرح سفید یا زردی مائل ہو میگنیشیا میور کی نسبت زیادہ تجویز کی جاتی ہے۔ میگنیشیا کارب کے مریض بچوں میں ایک خاص قسم کی کمزوری پائی جاتی ہے جس کی بدولت وہ اپنا سر نہیں سنبھال سکتے۔ میگنیشیا کارب ایسی دوا ہے جسے کینٹ بھی پوری طرح سے سمجھ نہ پایا تھا۔ وہ اسے اُس وقت استعمال کیا کرتا تھا جب دیگر تمام ادویات مریض کی تکلیف کو ٹھیک کرنے میں ناکام ہو جاتی تھیں۔

---

32 — میڈورینم

میڈورینم ایسی دوا ہے جس کی مرضیاتی تبدیلیاں جسم کے تینوں درجوں (دماغ، جذبات، جسم) پر شدید ترین ہوتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کا مریض متوازن اور پائیدار حالت قائم نہیں رکھ سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا مریض Fitful اور Unstable یعنی متلون مزاج، ایک حالت میں قائم نہ رہنے والا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ مریض کا مزاج بھی گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ کے مصداق بدلتا ہے۔ ایک عروجی حالت میں مریض کی حساسیت اپنے بلند ترین مقام پر ہوتی ہے تو دوسری عروجی حالت میں مریض کی حالت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ یوں کہہ لیں کہ مریض ایک شدید ترین حالت سے دوسری شدید ترین حالت میں بدلتا رہتا ہے۔ پہلی بیان کردہ حالت میں مریض حساسیت سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ فضول خرچی کی حالت میں جا

پہنچتا ہے۔ مریض کی ہر تکلیف زیادتی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ جسم سے مائعات کا اخراج، غصہ، محرکات، جنسی رغبت ہر چیز شدید ہوتی ہے۔ دوسری حالت میں مرضیاتی تبدیلی جسم کی بیرونی سطح سے اندر کی طرف راغب ہو جاتی ہے جس سے مریض میں بزدلی، جسمانی کمزوری، جذبات میں کمی اور دماغی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

دماغی اور جذباتی سطح پر تکلیف کی زیادتی تقریباً سوداوی (پاگلوں والی)، غصیلی، زبردستی والی، جنگلیوں جیسی حالت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اعصابی نظام اور جذباتی کیفیت دونوں بہت پُرجوش ہو جاتے ہیں۔ مریض کی انہی علامت کو دیکھتے ہوئے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ ٹیرنٹولا ہسپانیہ یا نکس وامیکا کا مریض ہے (اگرچہ میڈورینم کی شدت اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ اس کا مقابلہ سٹرامونیم سے ہو)۔

بالکل اسی طرح کی شدت جنسی معاملہ میں دکھائی دیتی ہے۔ میڈورینم کی مرضیاتی تبدیلیوں کا بڑا حصہ جنسی اعضاء کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اس دوا کا مرد مریض ہمیشہ جنسی یا شہوانی خیالات میں مگن رہتا ہے اور جب بھی وہ تحریک پاتا اور غصے کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ اپنی شہوت کی تسکین حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اگرچہ اس دوا کے بیرونی عوامل بھی شدید ہوتے ہیں مگر دوسری شدید کیفیت طاقت کا اندر کی طرف تبدیل ہو جانا ہے جس سے مریض اپنے آپ میں مقید اور دوسروں کے لئے ناقابل حصول ہو جاتا ہے۔ مریض اپنی دماغی، جذباتی اور جسمانی صلاحیتوں میں کمی محسوس کرتا ہے۔ اس حالت میں وہ کمزوری اور اُلجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔

مریض دبلے پن اور سوکھے پن کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ اخراجات یا جذبات کے دبانے کے یہ اثرات تمام سطحوں پر نظر آتے ہیں۔ (جسمانی، دماغی اور جذباتی سطح)

دماغی طور پر مریض میں بھولنے کی اور غیر حاضر دماغی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ الفاظ یاد نہیں کر پاتا۔ کہیں چیز رکھ کر بھول جاتا ہے۔ کام کچھ کر رہا ہوتا ہے اور دماغ کہیں اور ہوتا ہے۔ آخرکار یہ کیفیت بڑھ کر حقیقی خیالات کے اُلجھاؤ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ وہ دماغ جو پہلے بہت زیادہ وسعت اور بصیرت رکھتا ہے، اب کند ہو جاتا ہے۔ خیالات غیر واضح ہو جاتے ہیں اور مریض کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں کمی آ جاتی ہے۔ جذباتی طور پر جب طاقت اندر کی طرف دبنے لگتی ہے تو مریض میں ضرورت سے زیادہ حساسیت پیدا کرتی ہے اور مریض سنجیدہ اور بزدل ہو جاتا ہے۔ یہ

شدید ترین حالتیں اس طرح بدلتی ہیں کہ ڈاکٹر حیران رہ جاتا ہے کہ کیا یہ وہی مریض ہے جس کا وہ پہلے علاج کر رہا تھا۔

جسمانی سطح پر میڈورینم کی مخصوص علامت تمام سیرس جھلیوں (Mucous Membrain) سے شدید قسم کے اخراجات ہیں۔ یہ اخراجات عطفی جھلیوں، زخرے کی جھلیوں، پیشاب کی نالی کی جھلیوں، فرج وغیرہ سے خارج ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کے برعکس دوسری شدت فی الفور نظر نہیں آتی لیکن اخراجات کے دبنے سے آہستہ آہستہ مریض گہری اور شدید تکالیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب اخراجات کو ایلوپیتھک ادویات سے دبایا جاتا ہے تو تکلیف اہم ترین اعضاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے یا پھر جذباتی اور دماغی فتور کا سبب بن جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس دوا کی مرضیاتی تبدیلی ایک شخص کے اندر بدلتی رہتی ہے لیکن میڈورینم کے مختلف مریضوں میں بھی یہ تبدیلی دیکھی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک مریض شدت پسند ہے تو دوسرا بہانے خور، تیسرا بزدل اور ڈرپوک اور ان سب کو میڈورینم کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارے میٹریا میڈیکا میں اس طرح کے مختلف مظاہر کسی اور دوا میں شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ تاہم اس دوا کی اہم علامت یہ ہے کہ دونوں طرح کی شدتیں مریض میں مرضیاتی تبدیلیوں کی شکل میں ہی ملتی ہیں۔ ایسی حالت نہیں ملتی جس میں پہلے تو مریض میں مرضیاتی تبدیلی کے دورے پڑیں اور پھر وہ خود ہی نارمل ہو جائے۔

میڈورینم میں جب پینڈولم جھولتا ہے تو ایک انتہائی عروج سے دوسرے انتہائی عروج تک جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایک مریض کو دیکھتے ہیں (اگر وہ میڈورینم کا مریض ہے) کہ وہ جانوروں کا شوقین ہے تو آپ اس شوق کی اس قدر انتہا دیکھیں گے کہ یہ شوق مریض کی زندگی کا حاصل نظر آئے گا جو کہ اُس کی پیشہ وارانہ مصروفیات میں بھی خلل پیدا کرے گا اور مریض اسی شوق میں اپنی زندگی کا قیمتی وقت اور طاقت ضائع کر دے گا جبکہ دوسرا اسی دوا کا مریض اس سے بالکل مختلف ہو سکتا ہے۔ وہ جانوروں پر ظلم کرنے والا ہوگا۔ وہ اپنے کتے کے گلے کو گھونٹے گا اور ذرا ذرا بات پر اس کی شدید پٹائی کرے گا۔ یہ حقیقی ظالمانہ کیفیت ہوگی کیونکہ ایسی حالت میں مریض جانوروں کی تکلیف سے لطف اندوز ہوگا۔ بعد میں ہو سکتا ہے دماغ کا پنڈولم واپس گھومے تو مریض کو اپنی

اس ظالمانہ حالت پر شدید افسوس ہو۔ (کوئی مریض بلیوں سے نفرت کرے گا' بلیوں کے پاس کھڑا نہ ہو سکے گا اور اسے بلیوں سے حقیقی خوف محسوس ہو گا۔ اس کے پیچھے ٹیوبر کلوسز کے میازم کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔)

ایسے مریض خوبصورتی اور عمدہ اشیاء سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ میڈورینم کے مریضوں کی ایک قسم ایسی ہے جو کہ پھول دیکھ کر بہت متاثر ہوتی ہے۔ غور کرنے پر آپ محسوس کریں گے کہ یہ کوئی کبھی کبھار ہونے والی' صحت مند اور جمال پرستی کی حس نہیں جس کی وجہ سے وہ سکول جاتے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر محظوظ ہو بلکہ یہ اس سے بڑھ کر ایک جذباتی کیفیت ہوتی ہے جس میں پھول ہی مریض کے لئے سب کچھ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ پھول چوری کرنے کا خدشہ بھی مول لے گا اور اگر اس کے لئے اُسے سکول سے دیر بھی ہو جائے تو وہ اُس کی بھی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس چند مریض ایسے بھی ملیں گے جنہیں پھولوں کی کوئی پرواہ ہی نہ ہو گی۔ پھول کی پرواہ نہ کرنا یا اُنہیں دیکھ کر کوئی جذباتی کیفیت پیدا نہ ہو صرف کافی نہیں بلکہ مریض ہر قسم کی خوبصورتی میں دلچسپی لینے سے عاری ہو گا۔

میڈورینم کے مریض میں کیفیت کا بار بار بدلنا اُس کی جسمانی طاقت کے اُتار چڑھاؤ میں بھی سامنے آتا ہے۔ وہ کچھ وقت کے لئے بہت چستی اور پھرتی سے بہت اچھا کام کرتے ہیں لیکن اُس کے بعد وہ تھکن کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ پھر وہ ایسے منصوبے پر کام کرنا چاہتے ہیں جس میں کم ترین مشقت کرنا پڑے۔ وہ دو دن تو بڑی تندہی سے کام کریں گے مگر تیسرے دن کام کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ اگر کوئی ایسا منصوبہ ہو جس پر لگاتار کافی عرصہ تک کام کرنا پڑے تو ایسے منصوبے پر کام کرنے سے وہ انکار کر دیں گے۔

میڈورینم کے مریض کے دماغی اور جذباتی عوامل ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتے ہیں اور مرضیاتی تبدیلی میں تفریق کرنا مشکل ہوتا ہے کہ آیا دماغ میں مرضیاتی تبدیلی ہوئی ہے یا جذباتی کیفیات میں۔ پہلے پہل مریض بھولنے کے عارضہ میں مبتلا ہو گا اور دماغی سطح پر اُلجھاؤ کا شکار ہو گا۔ یہ دماغی اُلجھاؤ ایلومینا کے مریض سے ملتا جلتا ہو گا۔ (یوں سمجھ لیں کہ یہ ایسی کیفیت ہوتی ہے جس میں مریض نہ تو ٹھیک سے سمجھ پاتا ہے اور نہ ہی بیان کر پاتا ہے کہ اُس کے اندر کیا ہو رہا ہے)۔ دماغی صلاحیت آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی

ہے۔ یہاں تک کہ یہ واضح ہونے لگتا ہے کہ مریض پاگل پن کی طرف پھسلتا جا رہا ہے۔

ایسے موقع پر ہمیں میڈورینم کے مخصوص خوف مریض میں نظر آنے لگتے ہیں جن میں پاگل ہو جانے کا خوف بھی شامل ہے جبکہ مخصوص ترین خوف جو اس دوا کے لئے بطور خاص مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ مریض کو خوف ہوتا ہے کہ کوئی اُس کا پیچھا کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا مریض سیڑھیاں اُتر رہا ہو تو اُسے محسوس ہو کہ کوئی اُس کے پیچھے سیڑھیاں اُتر کر آ رہا ہے۔ وہ ایسے موقع پر اگر رُک کر پیچھے دیکھے گا تو اس کے پیچھے کوئی نہ ہوگا۔ وہ اس خیال کو پھر بھی ذہن سے جھٹک نہ پائے گا اور یہ خوف اُس کے ذہن میں ایک مستقل خیال کی صورت میں نقش ہو جائے گا۔

اِس کے بعد کی کیفیت میں مریض کے دماغ میں اندرونی Wildness پیدا ہو جائے گی۔ وہ محسوس کرے گا کہ اُس کے دماغ میں آندھیاں چل رہی ہیں۔ یہ (Wild) بکھری ہوئی اور مریض کے قابو سے باہر کیفیات ہوں گی جو وہ اپنے اندر محسوس کرے گا۔ دراصل یہ کیفیت جلد بازی کے ساتھ ساتھ تشویش کی سی کیفیت بھی ہوگی جو کہ ٹیرنٹولا کے مریضوں میں بھی ملتی ہے مگر میڈورینم میں ہونے والی کمی اور زیادتی اور تبدیلی ٹیرنٹولا کے مریضوں سے کہیں زیادہ ہوگی۔ یوں سمجھ لیں کہ جیسے کار کے کلچ نے اچانک کام کرنا چھوڑ دیا ہو اور انجن میں سپیڈ بڑھ گئی ہو جسے قابو میں لانا مشکل ہو جائے اس کے نتیجے میں مریض کے لئے وقت کا احساس گڑبڑ ہو جائے گا اور ایلومینا کی طرح اُسے وقت بہت آہستگی سے چلتا محسوس ہوگا۔

جب یہ آندھی اور طوفان کی سی دماغی کیفیت شدید ہو جائیں گی تو مریض اس حالت میں آ جائے گا کہ اُس کے لئے حقیقت کا ادراک مشکل ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں مریض محسوس کرتا ہے کہ وہ حقیقی زندگی نہیں گزار رہا بلکہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔ دماغ پہلے سے بھی زیادہ اُلجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ کسی نقطہ پر مرکوز نہیں ہو پاتا اور بکھرا ہوا دماغ بالکل ناکارہ سا محسوس ہوتا ہے۔ علامات کو ترتیب دے کر دیکھیں تو لگتا ہے کہ میڈورینم نشہ کرنے والے مریضوں کے لئے بہت مفید دوا ہے۔ خاص کر ایسے مریضوں کی دوا جو وقت اور جگہ کا ادراک کھو چکے ہوں۔

بظاہر دیکھنے والوں کو مریض کا اندرونی خلفشار دکھائی نہیں دیتا۔ یہ مشاہدہ کرنے والوں پر صرف اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب مریض اپنی اندرونی کیفیت کسی کو بتانے کی

کوشش کرتا ہے۔ مریض کا دماغ اندر سے ماؤف اور ناکارہ ہو جاتا ہے لیکن یہ کیفیت لیکیسس کے مریض کی طرح سے نہیں ہوتی۔ لیکیسس کا مریض بہت زیادہ چست اور چستی سے کام کرنے والا ہوتا ہے لیکن وہ اپنی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے پانچ مختلف الفاظ سوچتا ہے۔ میڈورینم اور ایلومینا میں اپنے محسوسات بیان کرنے میں بڑی دقت محسوس ہوتی ہے۔ اُسے الفاظ نہیں ملتے کہ وہ اپنی کیفیت بیان کر پائے۔ ایسے لگتا ہے کہ اُس کے الفاظ پردے کے پیچھے جا چھپے ہوں۔ مریض کافی دیر الفاظ ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے اور آخرکار جو اُسے لفظ ملتا ہے جس سے وہ اپنی کیفیت بیان کرے وہ لفظ ہوتا ہے Wild۔

دیکھنے والوں کو بظاہر میڈورینم کے مریض کی کیفیت فاسفورک ایسڈ کے مریض جیسی لگے گی جس میں مریض کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں پاتا۔ ڈاکٹر صرف مزید علامات لے کر ہی میڈورینم تک پہنچ سکتا ہے۔ فاسفورک ایسڈ کے مریض کی افسردگی مسلسل اور مستقل ہوتی ہے نہ کہ میڈورینم کے مریض کی طرح اپنی کیفیت بدلنے والی۔

میڈورینم کی ایک اہم اور رہنما علامت اخراجات کے بہنے سے تکلیف کا کم ہونا ہے۔ مریض (مریضہ) لیکوریا، نزلہ، زکام اور پیشاب کی نالی سے خارج ہونے والے موادات کے خارج ہونے کے بعد ذہنی سکون محسوس کرتا ہے اور اخراجات کے بعد اُس کی طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ اگر یہ اخراجات دب جائیں تو مریض کے اعضاء پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مریض کے خلیوں کی تباہی، جلد کی اصل کیفیت کی خرابی، مریض کی جسمانی طاقت میں کمی اور اُس کے دماغی اور جذباتی افعال میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اخراجات کے دب جانے سے مریض کی جلد پر موکے (مسے) نمودار ہو جاتے ہیں جو اس دوا کی مخصوص علامت ہے۔

اخراجات کے دب جانے سے صرف مریض ہی متاثر نہیں ہوتا بلکہ یہ اثرات اُس کی اگلی نسل میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے میڈورینم ایسے بچوں کے سوکڑے (سوکھے پن) میں استعمال کی جاتی ہے جس کے ماں اور باپ دونوں میں سائیکوسس میازم پایا جائے۔ یہ نومولود بچے پھلنے پھولنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ اِن کی جلد بڑی نازک ہوتی ہے جس پر غیر صحت مند قسم کے سفید رنگ کے نشان ہوتے ہیں۔ اُنہیں بھوک بالکل نہیں لگتی جس کی وجہ سے وہ جسم میں غذائی قلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

میڈورینم کی بہت سی علامات ہیں جو کہ اُس کی جسمانی سطح پر نمودار ہوتی ہیں، میں

بہت سی ریاحی اور گٹھیاوی تکالیف بھی شامل ہیں۔اس دوا کے گٹھیاوی تکالیف کے مریضوں کے پاؤں کے تلوے بہت زیادہ حساس ہو جاتے ہیں۔ اُن میں اتنی دکھن ہوتی ہے کہ مریض کے لئے چلنا مشکل ہوتا ہے۔

جب میڈورینم کے مریض کے اخراجات دب جاتے ہیں تو سب سے پہلے مریض کی سیرس جھلیاں (میوکس ممبرین) متاثر ہوتی ہیں۔ پھر جوڑ اور آخر میں دل۔ (جسمانی سطح کی مرضیاتی تبدیلیاں گہرائی میں جا کر اپنے ساتھ ساتھ دماغی اور جذباتی کیفیات میں بھی تبدیلیاں لاتی ہیں)۔ سٹرپٹوکوکل انفیکشن یا ریاحی گٹھیاوی تکالیف کے بعد دل کی تکالیف کے لئے لائیکوپوڈیم اور لیڈم کے ساتھ ساتھ میڈورینم بھی ایک کارآمد دوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو ایک احتیاط بھی بتاتا جاؤں۔ جب آپ ایسے مریضوں کو میڈورینم دینے لگیں جو کہ دل کی شدید تکلیف میں مبتلا ہوں یا پھر ایسے مریض کو دینے لگیں جس کی عمر 60 سال یا اس سے زائد ہو تو مریض کو پہلی خوراک 200 پوٹینسی سے زیادہ نہ دیں۔ اس احتیاط سے آپ چند انہونے واقعات سے بچ جائیں گے۔

میڈورینم کی تکالیف خصوصی طور پر شام کو اندھیرا چھانے کے ساتھ کم ہونا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ کمی جسم کی تینوں سطحوں (جسم، دماغ، جذبات) کی تکالیف میں ملتی ہے۔ اس طرح کا مریض بہت ممکن ہے کہ آپ کو بتائے کہ ''میں خصوصاً رات کو کام کرنے والا شخص ہوں، مجھے دن میں کوئی کام کرنے کے لئے نہ کہا جائے۔''

بلاشبہ میڈورینم سمندر کے اندر جانے پر تکالیف میں کمی کے لئے مشہور دوا ہے۔ یہ کمی بھی مریض کی تمام سطحوں کے لئے مخصوص ہے۔ سمندر کے ایسے حصے جن میں تیرنا ممکن ہو، میں مریض کی تکالیف میں کمی تقریباً ایک رہنما علامت ہے۔ ریپرٹری میں میڈورینم ایسی بہت سی فہرستوں میں موجود ہے جن میں مختلف غذاؤں سے نفرت یا ناپسندیدگی پائی جاتی ہے یا پھر غذا کو کھانے کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔ میرے تجربے میں سب سے اہم اور رہنما علامت مریض کی سنگترہ کھانے یا اُس کا جوس پینے کی خواہش ہے۔

میڈورینم ایسی دوا ہے جس کے لئے کیس ٹیکنگ اور علامات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ بہت ضروری ہے۔ نہ صرف مطالعہ بلکہ علامات کا مناسب طور پر تجزیہ بھی۔ مختلف

مراحل پر میڈورینم دوسری ادویات سے بہت ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مریض کی ذہنی حالت بالکل ایلومینا کے مریض جیسی دکھائی دیتی ہے۔ خاص طور پر تب جب مریض کو اُس کے دفتر میں زندگی سے بے بہرہ الگ تھلگ دیکھیں۔ آپ کو مریض کی زندگی کی کیفیات کو دیکھنے اور اُس کا ذہنی طور پر اندازہ لگانے کا گُر سیکھنا چاہئے۔ میڈیکل کنسلٹیشن کے دوران آپ کو ہر مریض ولی (پاک دامن) نظر آئے گا۔ اس لئے آپ کو اُس کی ہر دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنا ہوگا۔ شاید مریض کی آنکھوں کی چمک اور تحریک یا اُس کی آواز کا اُتار چڑھاؤ آپ کو مزید علامات لینے میں ممدومعاون ثابت ہو جس سے مریض آخرکار مان ہی لے کہ کئی ایسے مواقع بھی اُس کی زندگی میں آئے جب وہ اپنے حواس کھو بیٹھا اور دوسرے لوگوں یا جانوروں سے جا ٹکرایا (جنسی تعلقات کے لئے)۔ صرف مکمل تحقیق کے بعد ہی آپ میڈورینم کی صحیح اور درست تصویر دیکھ سکتے ہیں۔

نکس وامیکا کی ایک مثال لیں۔ اس میں شدت پسندی' جذباتی تحریک اور ظلم پایا جاتا ہے جو کہ میڈورینم کے مریض کی طرح نکس وامیکا کے مریض کی بظاہر ہیئت سے معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ تاہم نکس وامیکا میں کنٹرول ہونے والی کیفیت ہوتی ہے جیسے کہ غصہ جو مریض کے قابو میں ہو۔ ظلم یا ظالمانہ طبیعت کے حوالے سے دیکھا جائے تو نکس وامیکا کے مریض میں نپی تلی مخاصمت (بغض) ہوتی ہے جبکہ میڈورینم میں اس طرح کی کیفیت نہیں ہوتی بلکہ اُس میں کینہ پروری اس سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔

ٹیرنٹولا ہسپانیہ ایک ایسی دوا ہے جس میں میڈورینم کے مریض کی طرح جلد بازی پائی جاتی ہے جو کہ مریض کے مرکزی اعصابی نظام میں تیزی کا نتیجہ ہوتی ہے اور مریض اس پر قابو پانے کی اہلیت رکھتا ہے تاہم ٹیرنٹولا میں یہ ایک مسلسل کیفیت ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے مریض کو ڈھیر کر دیتی ہے لیکن میڈورینم میں یہ کیفیت مسلسل نہیں بلکہ کبھی ہوتی اور کبھی نہیں ہوتی اور ادلتی بدلتی رہتی ہے۔

یہ تمام اہم ادویات میڈورینم سے ایک ہی علامت سے مختلف نظر آنے لگتی ہیں اور وہ علامت ہے کہ میڈورینم کا مریض مرضیاتی تبدیلیوں کے دونوں مخالف اطراف کے عروج (ہر تکلیف شدید ترین) کو پہنچ جاتی ہے۔ اس دوا کا مریض خاموش طبع اور بُزدل ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں مریض کی اصل شخصیت کو دوسروں پر عیاں نہیں ہونے دیتیں۔ اس دوا کا مریض خود کو دوسروں کے سامنے وہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ وہ حقیقت میں ہوتا نہیں ہے۔

مزید رہنمائی:

- جب مریض اپنے اندر جلد بازی محسوس کرتا ہے تو وہ ہر طرف یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں یہ کرنے جا رہا ہوں' میں وہ کرنے لگا ہوں لیکن جب وہ کچھ کرتا ہے تو وہ نہ تو سلیقے سے کرتا ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی ترتیب ہوتی ہے (بالکل بے ڈھنگا کام کرتا ہے)۔
- مائعات کی خواہش' نمک' میٹھی اشیاء اور چربیلی اشیاء کی خواہش۔ اگر کسی مریض میں یہ تینوں خواہشات اکٹھی ملیں تو دوا میڈورینم ہو گی اور اگر پنیر کی خواہش ہو گی تو دوا پلساٹیلا' کیموملا' سسٹس کیناڈینس' اگنیشیا یا ہائیوسائیمس میں سے کوئی ہو گی۔
- بچوں کی مقعد کے گرد سرخ اُبھار یا دانے پیدا ہوتے ہیں جو بہت زیادہ سرخ دکھائی دیتے ہیں اور بچے اُس جگہ پر تکلیف کی ہر وقت شکایت کرتے ہیں۔
- زیادہ تر سائیکوٹک ادویات میں مرطوبیت سے تکالیف میں کمی واقع ہوتی ہے۔ صرف میڈورینم کا مریض سمندر کی مرطوب فضاء میں بہتر ہوتا ہے۔
- سفلینم کا اگر میڈورینم سے موازنہ کریں تو سفلینم کا مریض میڈورینم کی نسبت بہت زیادہ سست اور مکار ہوتا ہے۔ میڈورینم اور سفلینم کے مریض تخریب کاری میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ میڈورینم کے مریض لحہ بہ لحہ بدلنے والے' سخت مزاج' غصیلے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے ہوتے ہیں۔
- سفلینم کے مریض بھی جنسی بے راہ روی کا شکار ہوتے ہیں اور اس بے راہ روی کا اثر نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اس کے مریض جنسی بے راہ روی (ہم جنس پرستی) میں اوائل عمری میں ہی پڑ جاتے ہیں جبکہ میڈورینم کے مریض بعد میں جنسی بے راہ روی کا شکار ہوتے ہیں اور اُس کی وجہ اُن کا جنسی رجحان ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سفلینم کا مریض پیدائشی طور پر جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہوتا ہے جبکہ میڈورینم کا مریض بعد میں اس کا شکار بنتا ہے۔
- مزید یہ کہ میڈورینم کا مریض شہوانی جوش میں آ کر دوسروں کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

33— مرک سال

مرک سال کا مطالعہ ایک ایسی بنیادی مثال ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی دوا کے حقیقی جوہر تک پہنچنے کے لئے کس طرح ضخیم علامات میں سے اصل علامات تک پہنچا جاتا ہے۔ بہت زیادہ آزمائش اور وسیع استعمال کی وجہ سے مرک سال میٹریا میڈیکا میں ابتدائی مطالعہ کرنے والوں کے لئے بہت ہی بھیانک قسم کی علامات کا مواد مہیا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے مرک سال انواع و اقسام کی مرضیاتی تبدیلیوں کی ایک کتاب نظر آتی ہے۔ تاہم بار بار اور عرصہ دراز تک اس دوا کے مطالعہ کے بعد اور میٹریا میڈیکا پر غور وفکر کرنے کے بعد ہی کوئی ہومیو ڈاکٹر آہستہ آہستہ کوئی سرا یا دھاگہ پکڑنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ جب اس کا ادراک ہو جاتا ہے تو تمام مواد ایک واحد اور انوکھا خاکہ پیش کرتا ہے۔

مرک سال میں کوئی ایسا لفظ یا فقرہ نہیں ہے جو اس دھاگے (گتھی) کو بیان کر سکے۔ اس دوا کا بنیادی تصور یہ ہے کہ مریض میں قوت مدافعت کی کمی ہوتی ہے جس کے ساتھ ساتھ غیر مستقل مزاجی اور غیر مؤثر کارکردگی پائی جاتی ہے۔ صحت مند اعضاء میں قوت مدافعت کا نظام ہوتا ہے جس سے مریض کے اعضاء ردعمل کا اظہار کرتے ہیں اپنی حالت برقرار رکھتے اور گردونواح سے ملنے والی بہت سی جسمانی اور جذباتی تحریکات کا مؤثر طور پر متوازن جسمانی ردعمل پیش کرتے ہیں۔ جبکہ مرک سال میں یہ ردعمل کی طاقت مفقود ہوتی ہے۔ یہی مریض میں بے ثباتی اور اس کے کاموں میں غیر مستقل مزاجی پیدا کرتی ہے۔ نتیجتاً محرکات کو مریض کا جسم اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور بغیر کسی قسم کے ردعمل کے مرضیاتی تبدیلیاں جسم میں پیدا ہونے لگتی ہیں۔

یہی قوت مدافعت کا فقدان مریض کو ہر چیز سے حساس بنا دیتا ہے جیسا کہ ہم میٹریا میڈیکا میں دیکھتے ہیں کہ مرک سال کے مریض کی تکالیف ہر چیز سے بڑھ جاتی ہیں۔ (مثلاً گرمی، سردی، گھر سے باہر کی فضاء، مرطوب موسم، موسم کی تبدیلی، بستر کی گرمی، پسینہ، ورزش، مختلف قسم کی غذائیں وغیرہ۔)

اس کا دلچسپ عملی اظہار جس سے ہم اس دوا کا مطالعہ کر سکتے ہیں (اگرچہ یہ دوا کے مطالعے کا کوئی نپا تلا طریقہ نہیں ہے) وہ یہ ہے کہ ہم ریپرٹری کی جنرل علامات کے حصے میں جائیں اور اُن علامات کی فہرست ڈھونڈیں جن میں مرک سال بڑے حروف یا

اٹیلک حروف میں لکھا گیا ہو اور وہ فہرستیں اس دوا کی کمی اور زیادتی کو ظاہر کریں جو کہ جسمانی اثرات سے ہوتی ہے۔غور کرنے پر ہم دیکھیں گے کہ کمی کے حوالے سے صرف سات فہرستیں ہیں (جبکہ ان سات میں سے پانچ کا تعلق مریض کے لیٹنے کی کیفیات سے ہے) جبکہ تکلیف میں اضافے کے لئے پچپن (55) فہرستیں ہیں۔

اس انتہائی کمزور ترین حالت کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مرک سال میں برداشت کا بہت ہی کم وقفہ ہوتا ہے جس میں وہ کسی چیز کو برداشت کر سکتا ہے۔ایسے مریض درجہ حرارت کے بہت ہی قلیل ترین وقفے میں سکون پاتے ہیں اور ہلکی سی سردی اور گرمی سے وہ بے اطمینان ہو جاتے ہیں۔

حرارت اور ٹھنڈک دونوں کا نہ برداشت کر سکنا اس دوا کے مریض کی خاص علامت ہے جو کہ اس کے اندر کی مسلسل تبدیل ہونے والی حالت اور کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔ کینٹ کے بقول مریض زندہ تھرمامیٹر (جاندار تھرمامیٹر) ہوتا ہے۔ ایک لمحے میں اُسے شدید سردی محسوس ہوتی ہے یا وہ سردی سے تکلیف اُٹھا رہا ہوتا ہے اور گرم جگہ کی تلاش کرتا ہے لیکن جیسے ہی جسم گرم ہوتا ہے گرمی سے اُس کی تکلیف بڑھنے لگتی ہے اور گرم جگہ اُس کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ یہ علامت صرف بخار میں ہی نہیں بلکہ مریض کی مزمن امراض میں بھی اُسی شدت سے پائی جاتی ہے۔

مریض میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اُس کی جذباتی کیفیت بھی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہے اور وہ اپنے جذباتی معاملات کے اظہار میں بھی یکسانیت نہیں رکھتا۔ یہاں تک دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک لمحے میں مریض رو رہا ہوتا ہے تو دوسرے لمحے قہقہے لگا رہا ہوتا ہے۔ یہ کیفیت اگنیشیا کے برعکس ہے جس میں کہ یہ علامت مریض کی ہسٹریکل کیفیت کی وجہ سے ہوتی ہے جس کا محرک جذبات پر عدم کنٹرول ہوتا ہے جبکہ مرک سال کا رونا ہنسا زیادہ تر مریض کے اندر کی یکجا نہ رہنے والی کیفیت ہوتی ہے۔ مرک سال کے مریض کا موڈ ایسا بن جاتا ہے کہ وہ بہت خوشی کے اظہار کے لئے قہقہے لگاتا ہے مگر دوسرے ہی لمحے اس کے برعکس رونے کی کیفیت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ دونوں ادویات کا رونا ہنسا بعض اوقات بالکل ایک جیسا ہوتا ہے لیکن دونوں میں تفریق کے لئے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ کیفیت جذبات پر قابو نہ رکھ سکنے کی وجہ سے ہوئی ہے یا کہ مریض کی اس کیفیت کی وجہ خود کو ایک جیسے حالات میں برقرار نہ رکھ پانا ہے۔ پہلی صورت میں دوا اگنیشیا ہوگی جبکہ

دوسری صورت میں دوا مرک سال ہو گی۔

مرک کے مریض کا ایک جیسی طبیعت پر نہ رہنا اور اُس کے کام نہ کر سکنے کی صلاحیت، مریض کے جسمانی اطوار کو مدنظر رکھتے ہوئے واضح ہو جاتی ہے۔ اگر آپ سے کوئی پارے والا تھرمامیٹر ٹوٹ جائے تو آپ پارے کی حالت (جو کہ مریض جیسی ہی ہوتی ہے) کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پارہ مائع اور ٹھوس اشیاء کے درمیان کوئی شے ہے وہ نہ تو بالکل مائع ہے نہ ٹھوس۔ یہ مائع کی طرح بہتا ہے لیکن ٹھوس اشیاء کی طرح کسی قدر اپنی ہیئت برقرار رکھتا ہے۔ اگر آپ اسے اپنی انگلیوں سے اٹھانا چاہیں تو لگتا ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں سے پھسل گیا ہے۔ یہ ٹھوس اشیاء کی طرح آپ کے قابو میں نہیں آتا اور نہ ہی مائعات کی طرح آپ کی انگلیوں کی جلد کو گیلا کرتا ہے۔ اپنی ہیئت کے حساب سے مرکیورس اپنی حرکات سے آوارہ سی چیز لگتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے یہ ایک جگہ ٹک کر نہیں رہ سکتا مریض کی مرضیاتی کیفیات ایک جگہ ٹک نہیں پاتیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس دوا کی کمزوری دوسری ادویات کی طرح سے نہیں ہیں۔ آرسینک البم کی کمزوری تھکے ماندے انسان کی سی ہوتی ہے لیکن مرک سال کے مریض میں لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہونے والی ہوتی ہے۔

بلاشبہ بہت سی جسمانی مرضیاتی تبدیلیاں مرک سال اور آرسینک البم میں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ آرسینک کی سردی کی کیفیت گرمی سے حقیقتاً دور ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی قطعی درست ہے کہ آرسینک کا مریض ذہنی طور پر ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ یہ ردعمل تشویش، ذہن کی بے سکونی، عیاری و مکاری وغیرہ وغیرہ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ جبکہ مرک سال کے مریض کی سردی کی تکلیف وقتی طور پر ٹھیک ہو کر گرمی سے بھی بڑھنے لگتی ہیں۔ مزید یہ کہ مریض مناسب طور پر ردعمل کا اظہار نہیں کر پاتا۔ دیگر ادویات جن میں مرک سال کی طرح ذہنی ردعمل کی کمزوری ملتی ہے میں سٹینم، ہیلونیاس اور پلیٹیا شامل ہیں لیکن ان میں مرک سال کی سی بے قراری اور کام کرنے کی صلاحیت میں کمی نہیں ملتی۔

مرک سال میں ردعمل کی کمزوری کوئی اچانک بات نہیں ہوتی بلکہ یہ آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے بڑھنے والا عمل ہوتا ہے جو کہ مریض اور ہومیوپیتھک ڈاکٹر دونوں کی سمجھ سے

بالاتر ہوتا ہے۔ دونوں ہی دھوکے میں رہتے ہیں اور مریض کی اصل کیفیت کو نہیں بھانپ پاتے۔ یہ اس طرح رینگتے ہوئے جسم میں اُترتی ہے کہ مریض صرف یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی تحریکات میں فتور پیدا ہوا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ کیفیت بڑھتی ہے تو مریض کسی ہومیوپیتھک ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے پاس وہ ایک خاص شکایت لے کر جاتا ہے کہ بہت سی باتیں اُس کے دماغ سے محو ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ اس کیفیت کو عرصہ دراز تک غیر متوازن کیفیت نہیں سمجھتا۔

چونکہ مریض نے ہمیشہ ہر چیز کو بہت کم وقت کے لئے برداشت کرنا سیکھا ہوتا ہے لہٰذا مریض ڈاکٹر کو بھی اپنی تازہ ترین کیفیت بتاتا ہے جو کہ اُس پر ابھی ابھی وارد ہوئی ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کی کیفیت میں مریض بڑا ہنرمند اور ہومیوپیتھک علامات کو بڑی وسعت کے ساتھ سمجھنے والا ہوتا ہے جن کے متعلق مریض خود نہیں جانتا ہوتا کہ وہ اس معاملے میں دوسروں سے کس قدر منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

چونکہ دماغ ہر شخص کا مرکزی مقام ہے اس لئے ہم اِس دوا کی مرضیاتی تبدیلیوں کے دماغ میں رونما ہونے کی کیفیت کو تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ اِس دوا کا پہلا اثر جو مریض کے دماغ پر دیکھنے میں آتا ہے وہ دماغی کارکردگی میں سستی ہے۔ اس سستی کی وجہ سے مریض سوال کا جواب بڑی دیر سے دیتا ہے کیونکہ اُسے یہ بات بڑی آہستہ آہستہ سمجھ آتی ہے کہ اُس سے کیا پوچھا جا رہا ہے۔ کچھ دیر اس لئے لگتی ہے کہ مریض کو دیر سے سمجھ آتی ہے کہ اس کا جواب کیا ہے۔ یہ سب کچھ حسی اعصابی نظام میں فتور کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (سوال کا جواب آہستہ آہستہ یا دیر سے دینے کی علامت فاسفورس، فاسفورک ایسڈ اور دیگر چند ادویات میں بھی ملتی ہے۔) شروع شروع میں یہ ذہنی اُلجھن نہیں ہوتی اور نہ ہی ہم اسے کمزور یادداشت کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ حقیقت میں گردونواح کو دیر سے سمجھنے اور توجہ کو مرکوز نہ کر سکنے کی سی کیفیت ہوتی ہے جسے ہم ایک قسم کی کند ذہنی کہہ سکتے ہیں۔ کلکیر یا کارب میں بھی بلاشبہ دماغی کاہلی پائی جاتی ہے لیکن کلکیر یا کارب کا مریض ذہین ہوتا ہے اور جب اُسے بات کی سمجھ آ جاتی ہے تو پھر احسن طریقے سے اپنے خیالات کو استعمال کر سکتا ہے جبکہ مرک سال میں دماغی کاہلی اور فہم و ادراک کی کمی دونوں ہی پائی جاتی ہیں۔

مرک سال کی ذہنیت دراصل ایک قسم کی دماغ کے کام کرنے کی صلاحیت میں کمی

ہوتی ہے۔ یہ اُن ادویات میں سے ایک ہے جن میں جلد بازی یا عجلت پائی جاتی ہے اور مریض بے سکون ہوتا ہے لیکن اس دوا کی عجلت ایسی ہوتی ہے جس میں مریض ڈھنگ سے کام بھی نہیں کر پاتا۔ ایک کام جسے آدھے گھنٹے میں مکمل ہونا ہوتا ہے۔ مرک سال کے مریض کی عجلت اور بے سکونی کی کیفیت کی وجہ سے ڈیڑھ گھنٹے میں مکمل ہوتا ہے۔ ٹیرنٹولا ہسپانیہ، سلفیورک ایسڈ، نکس وامیکا اور نیٹرم میور میں بھی مریض کی مرضیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے عجلت اور جلد بازی ملتی ہے مگر ان تمام ادویات کے مریض کام اچھے طریقے سے اور بالکل درست (بلا کسی نقص کے) کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔

دوسرے درجے میں مخصوص علامت ہیجانی کیفیت ہے۔ اندرونی اور بیرونی طور پر تحریکات کی کمی کی وجہ سے مرک سال کا مریض اپنے دماغ کو خصوصی طور پر ایک خاص سمت پر مرکوز نہیں رکھ سکتا۔ اس دوا کا مریض جب صحت مند ہوتا ہے تو وہ اپنی توجہ ہر کام پر مرکوز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنے خیالات کو اور کام کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے خواہ اُس وقت تک اُس کے دماغ میں بکھری ہوئی مختلف سوچیں گھسنا ہی کیوں نہ شروع ہو چکی ہوں مگر بیمار شخص میں توجہ مرکوز کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ ہر معمولی سوچ جو کہ مریض کے دماغ میں اُبھرتی ہے ایسی تحریک بن جاتی ہے مریض جس کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ مریض کی یہ کیفیت دماغی صحت کا فقدان ہوتا ہے جو کہ مرضیاتی کیفیتوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ اُس کے دماغ میں دوسروں کو مارنے، چیزوں کو زور زور سے پھینکنے اور ذرا سی بات پر دوسروں کو قتل کر دینے یہاں تک کہ کسی ایسے شخص کو قتل کر دینے کی خواہش اُبھرتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (اس علامت کے لئے مرک سال، نکس وامیکا اور پلاٹینا مخصوص ادویات ہیں۔)

تاہم سوال و جواب کے دوران آپ کو ایسی علامت فی الفور نہیں ملے گی کیونکہ مریض اس کو اس لئے بھی نہیں بتاتا کیونکہ وہ اپنی اس خواہش (مارنے، توڑنے پھوڑنے، قتل کرنے) پر قابو پا لیتا ہے۔ وہ اپنے خول میں بند سا شخص ہوتا ہے جو بڑا ٹھہر ٹھہر کر سوال کا جواب دیتا ہے اور اپنے اندر کے بھید کو دوسروں تک پہنچانے سے ہچکچاتا ہے۔ اُس میں اتنی صلاحیت ضرور ہوتی ہے کہ وہ سمجھ سکے کہ اُس کی سمجھ بوجھ اور ادراک میں کمی آ رہی ہے۔ وہ یہ بھی جان رہا ہوتا ہے کہ یہ دماغی صلاحیتوں میں کمی کسی بڑی تکلیف کا پیشہ خیمہ ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی تکالیف کو اپنے اندر ہی رکھتا ہے اور اُنہیں

دوسرے لوگوں پر عیاں نہیں ہونے دیتا۔ یہ اُس کی ایک ناتواں سی کوشش ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود بہت زیادہ طاقت استعمال کرتا ہے تاکہ وہ خود کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔

جیسے جیسے مرضیاتی تبدیلیاں بڑھتی ہیں اور تکلیف کے تیسرے درجے میں داخل ہوتی ہیں تو دماغی صلاحیتوں کی کمی، فہم و ادراک کا فقدان، اندرونی بیرونی تحریکات کو سمجھ نہ پانے کی کیفیت اور جسمانی کمزوریاں مل کر مریض کو پاگل بنا دیتی ہیں۔ مریض ذہنی طور پر اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ اُسے ہر شخص اپنا دشمن دکھائی دیتا ہے۔ اُس کا ناتواں سا دماغی کنٹرول کا نظام اپنی کارکردگی میں فیل ہو جاتا ہے اور مریض لامحالہ ہر شخص کو اپنے خلاف اور نقصان پہنچانے والا تصور کرنے لگتا ہے۔

اس موقع پر مریض حقیقت میں پاگل نہیں ہوتا لیکن یہ ضرور سوچتا ہے کہ وہ پاگل پن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اُس میں پاگل پن کا خوف پیدا ہوسکتا ہے اور یہ خوف خاص کر رات کو مریض کو پریشان کرتا ہے۔

دماغی مرضیاتی تبدیلیوں کے آخری درجے میں بھی دیگر ادویات کے مریضوں کی طرح سے مرک سال کے مریضوں میں واضح پاگل پن نظر نہیں آتا۔ تاہم مریض میں مدافعاتی طاقت اس قدر کم ہوتی ہے کہ وہ ٹھیک سے پاگل پن کی کیفیت بھی پیدا نہیں کر پاتی۔ یوں سمجھ لیں کہ مریض کا دماغ نرم ہو گیا ہو اور کسی قسم کا ردعمل دکھانے کے قابل نہ ہو۔ اس لئے مریض مکمل پاگل ہونے کی بجائے ضعیف العقلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ تمام قسم کے ہیجانات اور تحریکیں مریض اپنے دماغ میں جذب کر لیتا ہے مگر اُن پر توجہ مرکوز نہیں کر پاتا۔ مرک سال میں جسمانی اور ذہنی سطح پر بیماری کے رونما ہونے کی ترتیب مریض میں مرضیاتی تبدیلیوں میں اضافے کی ایک بنیادی مثال ہے جو کہ ہومیوپیتھک سائنس کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ مرک سال مریض کے جسم کے ہر حصے پر عمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تاہم اس دوا کا پہلا نشانہ مریض کی جلد، سیریس جھلیاں، ریڑھ کی ہڈیاں اور آخری نشانہ دماغ ہوتا ہے۔ آہستگی کے ساتھ بڑھنے والی تکالیف (بیماریاں) جو کہ ان اعضاء میں نمودار ہوتی اور بڑھتی ہیں، دماغ کو آواز دیتی ہیں کہ وہ مرکیورس کی مخصوص تکالیف میں شراکت کرے جیسا کہ بیالوجی میں بتایا جاتا ہے کہ "ایمبریو" تین مختلف ٹشوز پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ Ectodrm، Mesoderm اور

Endoderm کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ہر حصہ بالغ جسم میں علیحدہ علیحدہ کام سرانجام دیتا ہے۔ Ectodermal حصہ جلد' سیریس جھلیوں (خاص کر جو کہ جسم کی بیرونی سطح کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں)' آنکھوں اور اعصابی نظام کو تشکیل دیتا ہے۔ یہی جسم کا وہ حصہ ہے جس پر مرک سال زیادہ اثرانداز ہوتا ہے۔

مرک سال کی تمام علامات میں قوت مدافعت یا ردعمل کی کمی پائی جاتی ہے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مرک سال میں گرمی اور سردی کے نہ برداشت کئے جانے کے درمیان بہت معمولی سا وقت ہوتا ہے اور قوت مدافعت کے نظام کی کمی کی وجہ سے مرک سال کے مریضوں میں شدید بے قراری' علامات کا بدلنا اور بے سکونی ملتی ہے۔ یہی بے ثباتی مریض کی جسمانی تکالیف کی علامات میں بھی ملتی ہے۔

مرک سال جلد پسینہ آ جانے والے مریضوں کے لئے مشہور دوا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی خاص ہے کہ مرک سال کے مریضوں میں پسینہ تو آتا ہے مگر اس پسینہ سے تکلیف میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ پسینہ آنے کے بعد جسم کا ٹھنڈا ہونا ایک قدرتی عمل ہے خاص طور پر اُس وقت پسینہ آنا جب جسم ضرورت سے زیادہ حرارت حاصل کر چکا ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی قدرتی عمل ہے کہ جب پسینہ آتا ہے تو وہ اپنے ساتھ جسم کے گندے مادے (خصوصاً زہریلے مادے) جلد کی سطح سے باہر نکال پھینکتا ہے لیکن مرک سال میں ہلکی سی مشقت یا ہیجان پسینہ تو لے آتا ہے لیکن یہ اعصابی نظام کے ضرورت سے زیادہ کام کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ جسم کے ضرورت سے زیادہ گرم ہونے کی وجہ سے۔ اسی وجہ سے پسینہ آنے کے باوجود تکالیف میں سکون نہیں ہوتا بلکہ تکالیف (اکثر اوقات) پہلے سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مریض کے گرمی اور سردی کو نہ برداشت کر سکنے کے درمیان برداشت کر سکنے کا بہت معمولی سا وقفہ ہوتا ہے۔

اخراجات (لیکوریا یا دوسرے اخراجات) کے دب جانے سے مریض کی تکالیف کا بڑھ جانا ایک اہم علامت ہے مگر اس کی وجہ مریض کے اندر قوت برداشت اور قوت مدافعت کی کمی ہوتی ہے۔ مرک سال کے مریضوں میں اکثر ایلوپیتھک ادویات کے استعمال سے اخراجات دب جاتے ہیں۔

صحت مند مدافعاتی نظام کے برعکس (جس میں کہ اخراجات کو اُسی یا کسی اور شکل میں جسم میں دوبارہ قائم رکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے) مرک سال کے مریض بیرونی

تحریکات کو صرف اپنے اندر جذب کرتے ہیں اُن کے آنے پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کرتے اور اپنے جسم میں مرضیاتی تبدیلیوں تک جانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ المختصر تمام تکالیف کا جسم کی گہرائی تک پہنچ جانا مریض کے مدافعاتی نظام میں کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایسے مریضوں میں تمام قسم کے اخراجات کے دب جانے کی پرانی تاریخ پائی جا سکتی ہے۔ یعنی اخراجات کئی سالوں پہلے دبائے گئے ہوتے ہیں چونکہ مریض کا مدافعاتی نظام انفیکشن کو دور کرنے کے قابل نہیں ہوتا اس لئے ایلوپیتھک ادویات سے اس انفیکشن کو دبایا جاتا ہے یا پھر سالوں پہلے دبایا گیا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں بے بسی کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ نہ جائے ماند نہ پائے رفتن اور تکلیف جسم کے اندر گہرائی میں جا کر دب کر بیٹھ جاتی ہے۔

مرک سال کے مریضوں میں زخم بہت زیادہ بنتے ہیں جن کا خاص نشانہ جلد اور سیریس جھلیاں بنتی ہیں (خصوصاً منہ کے زخم)۔ مریضوں میں ناسور والے زخم (یعنی وہ زخم جن کو بھرنے کے لئے جسم میں طاقت نہیں ہوتی) بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ ناسور آہستہ آہستہ جسم کے بڑے حصے پر پھیل جاتے ہیں۔

جب مرک سال میں کبھی کوئی زخم یا وہ تکلیف جو پہلے دبا دی گئی تھی، ظاہر ہوتی ہے تو مریض کے جسم میں اُسے صحت یابی دینے کے لئے کافی طاقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے بہت زیادہ گلنے کا عمل بڑھتا رہتا ہے۔ مرک سال کے مریضوں میں تکلیفوں کے حاصل کرنے کی بڑی وجہ قوت مدافعت کی کمی اور ٹشوز کی توڑ پھوڑ (گلنا سڑنا) ہوتی ہے۔ لامحالہ جسم قوت مدافعت کی کمی کی وجہ سے ہر قسم کی بیماری کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھنے لگتا ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دوا کے مریض میں پسینہ آنے کی وجہ ضرورت سے زیادہ ایسی حساسیت ہے جو کہ جسم پر کسی بوجھ پڑنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم مرک سال کے مریض میں منہ میں رال کے بہت زیادہ بننے کے عمل کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مریض کا معدہ تقریباً کسی بھی چیز کے اثر سے بگڑ سکتا ہے جس کے بعد معدہ کی معمولی سی خرابی منہ میں پانی (تھوک) کو بڑھا دیتی ہے۔ منہ سے بہنے والا تھوک دن اور رات میں ہر وقت دیکھا جا سکتا ہے لیکن رات کے وقت اس کی زیادتی بہت زیادہ نمایاں ہوتی ہے

جو کہ مرک سال کی تکالیف کے بڑھنے کا ایک مخصوص وقت ہے۔ اس قدر کم قوت مدافعت رکھنے کی وجہ سے مریض آہستہ آہستہ دن کو بھی تمام بیرونی اثرات کا مقابلہ کرنے کی طاقت کھونے لگتا ہے یہاں تک کہ رات کو قوت مدافعت کا فقدان اپنے عروج کو جا پہنچتا ہے اور مریض کی تمام علامات، خصوصاً ہڈیوں کا درد، سوجن پیدا ہونے کی تکالیف، اعصابی نظام کی تکالیف، پاگل ہو جانے کا خوف اور منہ سے رال بہنے کی تکلیف رات کو اپنے عروج کو جا پہنچتی ہیں۔

جب جسمانی سطح سے فی الفور مرضیاتی تبدیلی دماغ کا رخ کرتی ہے تو سب سے پہلے ریڑھ کی ہڈیوں پر حملہ آور ہوتی ہے اور پھر مرکزی اعصابی نظام کو نشانہ بناتی ہے جس سے جسم میں لرزہ (رعشہ) نمودار ہوتا ہے۔ یہ لرزہ (رعشہ) خصوصیت کے ساتھ ہاتھوں میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ لرزہ (رعشہ) جلد ہی Parkinson Disease یا Arteriosclerosis کے طور پر تشخیص کیا جاسکتا ہے مگر اس سب کچھ کی وجہ مرک سال کے مریضوں میں اُن کے مدافعاتی نظام کی کمزوری ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسمانی اعضاء پورے طور پر ٹھہراؤ کے ساتھ کام نہیں کر پاتے۔ مریض محسوس کرتا ہے کہ وہ پانی سے بھرے گلاس کو پکڑ نہیں سکتا۔ جب بھی پکڑتا ہے گلاس اُس کے ہاتھ سے پھسل کر گر جاتا ہے اور گلاس کو گرنے سے بچانے کے لئے مریض اپنی کہنی اور بازو میں گلاس کو جکڑ کر رکھتا ہے۔ یہ لرزہ مرک سال کی مرضیاتی کیفیات کو پہچاننے کے لئے علاماتی جوہر کا درجہ رکھتا ہے۔ قوت مدافعت کی کمی، ہر قسم کی تحریکات کو محسوس کرنے کے لئے جسمانی کمزوری (جس کی وجہ سے تکلیف آسانی سے جسم کے اندر جا گھستی ہے)۔ جسم کے عام کام کرنے کی صلاحیت میں عدم ٹھہراؤ یعنی جلد بازی اور عجلت کا سبب بنتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے درجہ حرارت کو کنٹرول کرنے والا نظام پارے کو ہلکی سی گرمی یا سردی سے اپنی جگہ سے حرکت دے کر آگے پیچھے دھکیل دیتا ہے اور پارہ مسلسل اپنے ٹھہراؤ کے لئے یکساں درجہ حرارت چاہتا ہے۔ اسی طرح مریض کے ہاتھ آگے پیچھے حرکت کرتے ہیں اور عمومی طریقے سے کام کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں یہ کوشش کام کو سرانجام دینے کے لئے کافی نہیں ہوتی اس لئے لرزہ زور شور سے قائم رہتا ہے۔

جیسے ہی کوئی ہومیو پیتھک ڈاکٹر مرک سال کی اس کیفیت کو کسی مریض میں ڈھونڈ نکالتا ہے تو میٹریا میڈیکا کی ورق گردانی سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ مریض سے حاصل ہونے

والا تمام علامات کا مواد مرک سال کی واحد دوا کی حقیقی تصویر پیش کرتا ہے۔

---

34 — نیٹرم میور

نیٹرم میور کی مرضیاتی تبدیلیاں پیدا ہونے کے پس منظر میں جذباتی کیفیات کا مجروح ہونا اور اُن کے مجروح ہونے سے پیدا ہونے والی شدید کمزوری ہے۔ نیٹرم میور کے مریض جذباتی اور بڑے حساس ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کی جذباتی تکالیف کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ ہر قسم کا انکار، مذاق، ذلت اور غم اُن کی ذات کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے گرد حصار بنا لیتے ہیں اور اپنی ذات میں گم ہو جاتے ہیں۔ اُن کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے گردونواح پر قابو پا سکیں۔ وہ کسی بھی صورت میں اپنی ذلت یا اپنی انا پر ضرب پڑنے سے خود کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے لوگ جن میں نیٹرم میور کی مرضیاتی تبدیلیاں پیدا ہونے کا رجحان ہوتا ہے، جذباتی طور پر حساس، جلد ناراض ہو جانے والے، ذرا ذرا بات سے مجروح ہونے والے مگر ذہنی طور پر بڑے صحیح اور طاقتور ہوتے ہیں۔ ذہنی طور پر اُن کے مقاصد بہت اونچے درجے کے ہوتے ہیں اور اُن کی سوجھ بوجھ بھی بہت بلند درجے کی ہوتی ہے۔ مزید برآں اُن میں ذمہ داری کا احساس بھی اپنے انتہائی درجے کا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ہمدردانہ جذبات رکھتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر اُن کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ پاتے۔ یہی جذباتی حساسیت اور ذمہ داری کا احساس انہیں وکالت، سائیکوتھراپی اور وزارت جیسے مشاغل کی طرف راغب کرتا ہے۔ دوسروں کی تکالیف کو ہمدردی سے سنتے ہوئے یہ لوگ اُن کی تکالیف کو رفع کرنے کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں اور اُس پر سختی سے عمل درآمد بھی کرتے ہیں اور اس معاملے پر بڑی سختی سے کاربند نظر آتے ہیں۔ وہ اندرونی طور پر دوسروں کی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں اور پھر اُن کی تکلیف پر بعد میں غور کرتے ہوئے خود سے سوال کرتے ہیں کہ اگر وہ خود اس تکلیف میں مبتلا ہو جائیں تو کیا وہ اس معاملے کو برداشت کرنے کے قابل ہوں گے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے اُن کا ردعمل کیا ہوگا؟

نیٹرم میور کا رجحان رکھنے والے اشخاص تمام زندگی، زندگی کے تمام معاملات کو بڑی گہرائی سے محسوس کرتے ہیں اور ان کے مشاہدات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں اور کم عمری میں ہی ہر طرح کی عقل و فہم حاصل کر لیتے ہیں۔

وہ مضبوط قوت ارادی کے مالک ہوتے ہیں اور مقابلے کی فضاء سے لطف اندوز ہوتے ہیں (یعنی ایسے معاملات جن میں مقابلہ بازی ہو، پڑ کر لطف اُٹھاتے ہیں) خواہ اس قسم کے مقابلوں میں پڑنے سے اُن کے جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو۔ جوانی کی ابتدا میں وہ محفل بازی اور دوستوں میں مل جل کر بیٹھنے کو پسند کرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ جذباتی تعلقات پیدا کر کے اور انہیں پروان چڑھا کر خوش ہوتے ہیں۔ بلاشبہ وہ دوسروں سے محبت پا کر خوش ہوتے ہیں کیونکہ وہ اندر سے یہی چاہتے ہیں کہ دوسرے اُن سے پیار محبت سے پیش آئیں حالانکہ وہ خود دوسروں پر اپنی محبت کا اظہار آسانی سے نہیں کرتے لیکن یہ اتنے حساس ہوتے ہیں کہ دوسروں کی ذرا سی بات یا جسمانی حرکت جس میں مذاق اڑائے جانے یا انکار کا شائبہ نظر آئے، اُنہیں مجروح کر دیتا ہے۔ آغاز شباب میں نیٹرم میور کا رجحان رکھنے والے لوگ دوسروں سے ملنے سے اس لئے احتراز کرتے ہیں کیونکہ اُنہیں خوف ہوتا ہے کہ دوسرے اُن کی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے۔ یہاں تک کہ اس طرح کی معمولی سوچ بھی انہیں تکلیف میں مبتلا کر دے گی۔ کئی مرتبہ مجروح ہونے کے بعد وہ محتاط ہونا سیکھ جائیں گے اور رفتہ رفتہ وہ دوسروں کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھنے سے پہلے دو بار سوچیں گے۔ وہ اپنی ذات تک محدود مصروفیات میں خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کریں گے۔ (جیسا کہ کتابوں کا مطالعہ خصوصاً رومانوی ناول یا افسانے، یا ایسی کتابوں کا مطالعہ جن کا انسانی معاملات سے براہ راست تعلق ہو) اس کے علاوہ موسیقی سننا، نئے خیالات پر غور و فکر کرنا یا پھر اپنی خیالی دنیا میں مگن رہنا اُن کے مشاغل میں شامل ہو جائیں گے۔

وہ اپنی تنہائی میں بہت سکون محسوس کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ ہر معاملے پر اپنے اوپر انحصار کرتے اور دوسروں کی مدد پر یقین اور آس رکھے بغیر اپنے معاملات کو خود سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ اُنہیں بیرونی دنیا سے مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اُن کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی کی کوشش کرے گا تو وہ اس پر شدید احتجاج کریں گے۔ ایسی صورت میں اُن کی زندگی کا بنیادی

مقصد ہوگا: ''نہ کسی کو تکلیف دو اور نہ دوسرے ہمیں تکلیف دیں'' (یا پھر سکون سے جیو اور سکون سے جینے دو۔)

اُنہیں یا دوسروں کو ہونے والی جذباتی تکالیف اُن کے لئے زندگی موت کی سی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ وہ جان بوجھ کر دوسروں کو تکلیف پہنچانا یا تکلیف میں رکھنا پسند نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے وہ بہت زیادہ سنجیدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ دوسروں کو محض اس لئے مذاق نہیں کرتے کہ کہیں اُن کے مذاق سے دوسروں کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ اسی لئے وہ بڑے سرد مزاج ہوتے ہیں جس سے اُن کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ اپنے جذبات کی تسکین کے لئے کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچانے والی سوچ اور ذمہ داری کا احساس مل کر مریض میں تمام زندگی کے لئے احساس جرم پیدا کر دیتے ہیں۔

نیٹرم میور کی خاصیت رکھنے والے بچے دبلے پتلے ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے نچلے پپوٹوں میں ایک اُفقی لکیر دکھائی دیتی ہے جو پپوٹے کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی گزرتی ہے۔ یہ لکیر ہسٹریا کی طبیعت والی جوان لڑکیوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ دیگر ادویات جن میں یہ لکیر نظر آتی ہے، میں ایسافوٹیڈا، لیلیم ٹگ اور ماسکس شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے نچلے ہونٹ کے بالکل درمیان کی جگہ پھٹ جاتی ہے اور لکیر کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

نیٹرم میور کی خاصیت رکھنے والے بچے بے ترتیبی سے بڑے حساس ہوتے ہیں۔ انہیں بے ترتیبی بہت بُری لگتی ہے۔ اگر بچے کے والدین آپس میں لڑیں تو وہ فوری طور پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کرتے لیکن اپنے اندر تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے اندر سے محسوس ہونے والی تکلیف جسمانی طور پر بیماری کی شکل میں ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ بیمار پڑ جاتے ہیں۔ یہ بچے عموماً بہت شائستہ ہوتے ہیں۔ اُنہیں سختی کر کے سمجھانا نہیں پڑتا بلکہ صرف ایک آنکھ کا اشارہ انہیں بات یا کام سے منع کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

ہسٹریا کا مزاج رکھنے والے نیٹرم میور کے بچوں میں ہسٹریا کی علامات بہت شروع میں واضح ہونا شروع ہو جاتی ہیں کیونکہ جب اُن کو ڈانٹا جاتا ہے تو وہ ہسٹریائی کیفیت میں چلے جاتے ہیں (بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگتے ہیں)۔

کچھ بچے انتہائی درجے کا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ وہ غیض و غضب سے فرش پر گر پڑتے ہیں۔ ٹھوکریں مارتے ہیں اور چیختے چنگھاڑتے ہیں۔ ان پر ہمدردی یا اس بات کی یقین دہانی کرانے کا کہ ان کے ساتھ دوبارہ ایسا نہیں کیا جائے گا' کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ یہ سب کچھ بچوں کو مزید اشتعال دلاتا ہے۔ وہ اُس وقت تک روتے' دھاڑتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ خود چپ کرنے کا فیصلہ نہیں کر لیتے۔

بڑی عمر میں جا کر اس طرح کی ہسٹریا کی طبیعت والے لوگ اپنا اظہار دوسرے طریقے سے کرتے ہیں۔ عموماً وہ فوری طور پر اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرتے اور نہ ہی جلد روتے چیختے ہیں۔ خاص طور پر جب وہ کبھی کسی صدمے یا غم سے دوچار ہوں۔ وہ اپنے برتاؤ اور طور طریقے سے بالکل سنجیدہ اور خاموش رہتے ہیں۔ تاہم جب اُن کے دماغ پر دباؤ بڑھ جاتا ہے یا وہ اعصابیت کا شکار ہوتے ہیں تو قہقہے لگانے لگتے ہیں اور یہ قہقہے بھی وہ سنجیدہ باتوں پر لگاتے ہیں جن کا ہنسنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ آہستہ آہستہ جب یہ قہقہے ان کے کنٹرول سے باہر ہو جاتے ہیں تو پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے ہیں۔

اس طبیعت کے لوگ اپنے عنفوان شباب میں بڑے سنجیدہ اور اپنے آپ میں مگن مگر ذمہ داری کا احساس کرنے والے اور صدق دل سے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ ایک طرف بیٹھ کر دوسروں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ پیش آنے والے تجربات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اُن کو بھا جائے یا کوئی اُن کو پسند کر لے تو وہ نہ تو دکھاوے کی محبت جتاتے ہیں اور نہ ہی اُن کے فوری دوست بن جاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ کچھ عرصہ تک اُن پر بے محسوس طریقے سے نظر رکھتے ہیں اور اُن کا جائزہ لیتے ہیں۔ (بقول شخصے کنکھیوں سے انہیں دیکھتے ہیں اور فوری طور پر اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔)

کینٹ کہتا ہے کہ نیٹرم میور کی مریض لڑکی باآسانی شادی شدہ مرد کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے یا کسی ایسے شخص سے محبت کر بیٹھتی ہے جو اُسے حاصل نہیں ہو سکتا اور جب وہ شخص اُسے حاصل نہیں ہو پاتا تو وہ اضطرابی کیفیت اور غمگینی کا شکار ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریضہ مزید اپنے خول میں بند ہو جاتی ہے۔

اگرچہ نیٹرم میور کے مریض دوسروں سے جذباتی طور پر منسلک ہو جاتے ہیں مگر وہ

کسی پر بھی اپنی اندرونی کیفیت یا اپنے پیار کا اظہار نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر ایک بچی اپنے باپ سے بہت پیار کرتی ہے مگر دوسروں کو اس کا احساس نہیں ہونے دیتی۔ ایسے میں اگر اُس کے باپ کا انتقال ہو جائے تو وہ صدمے سے چیخنے چلانے (ردعمل کا اظہار کرنے) کی بجائے دوسروں کے سامنے بالکل خاموشی اختیار کر لے گی مگر جب اپنے کمرے میں جائے گی تو تکیے میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ کر روئے گی۔ ایسے میں اگر دوسرے اُسے اس حالت میں دیکھ لیں تو اُس کی محبت کی گہرائی کا اندازہ لگا کر حیران رہ جائیں گے۔ جبکہ صدمے کے بعد وہ اپنے خول میں بند ہو جائے گی، اپنا تعلق صرف اپنی کتابوں یا میوزک سننے تک محدود رکھے گی۔

ایسے مریض دوسروں کے سامنے نہ تو غم کا اظہار کرتے ہیں اور نہ ہی روتے ہیں ہاں البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ گاہے بگاہے وہ لمبا سانس لیں (ہوکا بھریں) یہ اندرونی حالت اُس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ مریض ٹوٹ کر بکھر نہیں جاتا۔ جب مریض ٹوٹ کر بکھرتا ہے تو وہ ہسٹریکل انداز میں سسکیاں بھرتا ہے جس سے اُس کے جسم میں ہیجانی کیفیت نظر آتی ہے۔ مریض کا تمام جسم سسکیوں سے ہلتا ہے اور بل کھاتا ہے۔ یہ پھوٹ پھوٹ کر رونے کی کیفیت جلد ہی ختم ہو جاتی ہے اور مریض جلد ہی خود پر قابو پا کر پُرسکون ہو جاتا ہے۔

نیٹرم میور کی مرضیاتی تبدیلی سب سے پہلے جسمانی سطح پر نمودار ہوتی ہے۔ جو کہ معدہ کی خرابی، جوڑوں کے درد، دردِ شقیقہ، منہ کے گلنے سڑنے والے زخم اور ہونٹوں میں سے نچلے ہونٹ پر آبلوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ جسم پر یہ مرضیاتی کیفیات زیادہ تر سنجیدگی اور غم (صدمے) کے بعد کی کیفیت کے گزر جانے کے بعد متوقع ہوتی ہے۔

اس کے متبادل کچھ مریض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ گردونواح سے متاثر ہو کر تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ ایسی تکالیف میں شور کو برداشت نہ کر سکنا، روشنی کا برداشت نہ ہونا، سگریٹ کے دھوئیں سے زچ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے مریضوں کی عمومی بیماریوں میں مختلف قسم کی الرجی (حساسیت) اور ایگزیما پایا جاتا ہے۔

نیٹرم میور کے مریضوں میں اعصابی اور پٹھوں کی تکالیف بھی عام ہوتی ہیں۔ ایسے مریضوں میں بائیں آنکھ کے پٹھوں (اعصاب) اور پسلیوں کے نچلے پٹھے کے درد عام ہوا کرتے ہیں۔ مختلف اور انواع و اقسام کے Sclerosis بھی نیٹرم میور سے ٹھیک ہوتے

ہیں۔ اس دوا کے مریضوں کو دل کے امراض بھی ہو سکتے ہیں لیکن ان کا اظہار دل کی دھڑکن کی زیادتی کی صورت میں ہوتا ہے جو کہ دل کے اعصاب پر دباؤ اور بیماری کے اثرات کی وجہ سے بڑھتی ہے۔

مرضیاتی تبدیلیوں کی ابتدائی حالت میں نیٹرم میور کی بہت سی نمایاں اور اہم علامات سامنے آتی ہیں۔ مریض میں نمک کھانے کی خواہش حد سے بڑھ جاتی ہے اور مریض چکنی غذاؤں سے نفرت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے چربیلی اور گھی والی اشیاء ناپسند ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ مریض مرغی کے گوشت کو بھی ناپسند کرتا ہے۔ مریض گرمی اور دھوپ کو برداشت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُسے روشنی (خصوصاً سورج کی روشنی) اچھی لگتی ہے۔ ایسے مریضوں کے سر اور جلد کی تکالیف گرمی اور دھوپ سے بڑھ جاتی ہیں۔ یہ بات دوسرے نیٹرم کے مرکبات میں بھی ملتی ہے مگر وہ نیٹرم میور کی طرح شدید نہیں ہوتی۔ تاہم دھوپ سے اور روشنی سے تکالیف کا بڑھنا نیٹرم میور میں اتنا شدید نہیں ہوتا جتنا کہ نیٹرم سلف میں ہوتا ہے اور تکالیف کا صرف سورج کی گرمی سے بڑھنا نیٹرم میور سے بھی زیادہ نیٹرم کارب میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ نیٹرم میور کا مریض سردی گرمی دونوں سے حساس ہوتا ہے تاہم گرمی سے حساسیت سردی سے حساسیت کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ مزید دیکھا جائے تو نیٹرم میور کا مریض نیٹرم سلف کی نسبت گرمی سے کم حساس ہوتا ہے جبکہ نیٹرم کارب کی نسبت سردی سے کم حساس ہوتا ہے۔

نیٹرم میور کی ایک بہت ہی نمایاں علامت یہ ہے کہ مریض دوسروں کے سامنے پیشاب اور پاخانہ دونوں ہی نہیں کر پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنا مذاق اڑائے جانے سے ڈرتا ہے جس کی وجہ سے مقعد کے اعصاب پر مزمن قسم کا کھنچاؤ آ جاتا ہے جو کہ صرف تنہائی میں ہی کم ہوتا ہے۔

جیسے ہی جذباتی مرضیاتی تبدیلی بڑھ کر جذباتی کمزوری کو جنم دیتی ہے، مریض پر اُداسی چھانے لگتی ہے۔ یہ ایسی اُداسی ہوتی ہے جو کسی کی ہمدردی سے بھی کم نہیں ہوتی بلکہ مریض کو خودکشی کی طرف راغب کر دیتی ہے۔ مثال کے طور پر فرض کریں کہ ایک ایسا شخص ہے جسے ہتک عزت یا کسی صدمے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر تھکن اُتارنے کی کوشش کرتا ہے جس کے لئے وہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ اُداس ترین گانا تلاش کرتا ہے اور اُسے سننا شروع کر دیتا ہے۔ میوزک اُس کی اُداسی کو کم کرنے

کی بجائے مزید بڑھا دیتا ہے اور مریض اپنی اُداسی ہی میں سرمست رہتا ہے۔ اگر اُس سے کوئی غلط کام ہو جائے تو وہ ہر چیز کو ضرورت سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ وہ کسی کی مدد لینا پسند نہیں کرتا اور خود ہی اپنے مسائل کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخرکار جب اُداسی ختم ہونے کو ہوتی ہے تو وہ اپنے اوپر مزید ذمہ داریوں کا بوجھ لے لیتا ہے۔ ایسی صورت میں میوزک اُس کی اُداسی کو کم کرتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ میوزک نیٹرم میور کے مریضوں کی تکالیف کو بڑھاتا بھی ہے اور کم بھی کرتا ہے (دونوں صورتیں اوپر بیان کر دی ہیں) اس کمی زیادتی کا انحصار موقع محل اور حالات پر ہوتا ہے۔

اس قسم کی اُداسی دراصل ہسٹریکل ردعمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عام طور پر نیٹرم میور کا مریض جب تک اپنے مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہتا ہے، وہ اپنے جذبات پر قابو رکھتا ہے لیکن جیسے ہی جذبات پر قابو اُس کے بس سے باہر ہوتا ہے تو مریض بے ہودہ اور بے مقصد ہو جاتا ہے اور اُس کے تمام وجود پر جذبات کی حکمرانی ہو جاتی ہے۔

جیسے ہی مرضیاتی کیفیت اُداسی سے آگے بڑھتی ہے، مریض محسوس کرنے لگتا ہے کہ اُس کی جسمانی تکالیف باقاعدہ وقفوں سے عود کر آتی ہیں اور مریض کا مزاج بھی ادلتا بدلتا رہتا ہے۔

یہ جسمانی تکالیف جس وقت اور جتنے وقفے کے بعد آنی ہوتی ہیں، مریض کو اُس کا پہلے سے بھی باخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نیٹرم میور پرانے ملیریا کے مریضوں میں تجویز کی جاتی ہے (ایسے مریض میں بھی جن کو ماضی میں ملیریا رہا ہو)۔

یہ اُن مریضوں کی بھی اہم دوا ہے جن کے خاندان کے اکثر افراد ملیریا کا شکار رہے ہوں۔ نیٹرم میور کے دردِ شقیقہ کی تکلیف بھی اکثر مخصوص اوقات پر اور مخصوص وقفوں سے لوٹتی ہے۔ اوقات کے لحاظ سے تکلیف کا وقت صبح 10 بجے اور شام 3 بجے ہوتا ہے جبکہ اس دوا کے مریضوں میں دمہ کے حملے اکثر صبح 5 سے 7 بجے کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔

مریض کے مزاج کا بدلنا بلاوجہ ہوتا ہے اور مریض بغیر کسی وجہ کے کبھی بہت زیادہ اُداس اور کبھی بہت زیادہ خوش نظر آتا ہے۔ ایسے حالات میں مریض کے مقاصد بکھر چکے ہوتے ہیں اس لئے جذباتی معاملات اپنے عروج پر ہوتے ہیں۔ ان حالات میں مریض کی چند اہم علامات آہستہ آہستہ غائب ہونے لگتی ہیں جیسے جیسے مرضیاتی تبدیلی گہرائی کی

طرف جانے لگتی ہے' مریض کی نمک کھانے کی خواہش کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چکنائی والی غذاؤں سے نفرت بھی نہیں رہتی اور دھوپ سے تکالیف کا بڑھنا بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ان علامات کا غائب ہونا مرضیاتی تبدیلیوں کے بڑھنے کے ڈائریکٹلی متناسب ہے۔ اس لئے ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو مندرجہ بالا علامات لیتے وقت مریض میں ان علامات کی موجودہ وقت میں موجودگی یا ماضی میں پائے جانے (دونوں کے بارے) میں سوال کرنے چاہئیں۔

جب مرضیاتی تبدیلی جذباتی سطح تک پہنچتی ہے تو پہلا خوف جو کہ مریض میں پیدا ہوتا ہے وہ ٹڈی دل کا خوف ہوتا ہے۔ شروع شروع میں مریض جذباتی آزادی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اُس پر لگائی جانے والی ہر پابندی پر وہ احتجاج کرتا ہے۔ بعد میں وہ اپنی جذباتی سطح کی کمزوری کی وجہ سے وہ احتجاج کرنے والی پوزیشن میں نہیں رہتے اور ہر بات کو من وعن قبول کرنے لگتے ہیں اور اپنے آپ کے گرد حصار قائم کر لیتے ہیں اور اُسی حصار میں بند ہو کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن جب انہیں ایسا ہی حصار (بند یا تنگ جگہ) اپنے اردگرد محسوس ہوتا ہے جیسا اُس نے اپنے اندر قائم کر رکھا ہوتا ہے تو اُنہیں خوف محسوس ہوتا ہے۔ ٹڈی دل کے خوف کے ساتھ ساتھ مریض میں جذباتی اور دماغی سطح پر کرختگی اور سختی آنے لگتی ہے۔ مریض مخصوص خیالات پر سوچتا اور چیزوں کو اچھے اور بُرے' صحیح اور غلط' درست اور نادرست' باعمل یا بے عمل کے حوالے سے جانچتا ہے۔

آخرکار مریض میں صحت کے متعلقہ تشویش پیدا ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر دل کی تکلیف کے متعلقہ تشویش۔ یہ تشویش جنونی قسم کی ہوتی ہے۔ اس جنونی تشویش کی وجہ مریض میں پائی جانے والی تنک مزاجی ہوتی ہے۔ مریض میں ہر وقت غلاظت سے بچنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے ہاتھ دھوتا رہتا ہے اور ہر چیز میں سے انفیکشن ختم کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ نیٹرم میور کے مریض میں تنک مزاجی اور نزاکت کی وجہ جراثیم کی انفیکشن کا اُس کے جسم میں پیدا ہونے کا خوف ہوتا ہے نہ کہ دوسری ادویات میں پائی جانے والی کراہت ہوتی ہے۔ (سلفر' پلساٹیلا' مرک سال' فاسفورس اور مزیریم میں جراثیمی انفیکشن سے کراہت پائی جاتی ہے)۔ نیٹرم میور میں صحت کے متعلقہ تشویش جنونی کیفیت سے قدرے کم پائی جاتی ہے۔ یہ جنونی کیفیت زیادہ تر تشویش ہی کا حصہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریض بیماری کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے

کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

آخرکار جب مریض کا کنٹرول سسٹم بالکل ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے تو مریض پکار پکار کر ہر وہ بات بتانے لگتا ہے جو کہ وہ ماضی میں بتایا جانا پسند ہی نہیں کر رہا ہوتا۔ مریض بے شرم اور بے حیا ہو جاتا ہے اور مغلظات بکتا ہے۔ تاہم مریض اس قدر دماغی توازن نہیں کھوتا کہ اُس پر مکمل طور پر پاگل پن وارد ہو جائے۔ ہاں البتہ بے حیائی والا رویہ ضرور واضح نظر آتا ہے۔

نیٹرم میور اس قدر گہرا اثر کرنے والی دوا ہے اور مغربی دنیا میں یہ اس قدر تجویز کی جاتی ہے کہ بہت سی دوسری ادویات سے اس کا موازنہ ضروری ہے۔

اس کے قریب ترین پہلی دوا اگنیشیا ہے کیونکہ بہت سی علامات میں یہ بالکل ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے بہت سے کیسوں میں ان دونوں ادویات کو ادل بدل کر استعمال کیا جاتا ہے یا پھر ایک دوا کے استعمال کے بعد اُس کی جگہ دوسری دوا لے لیتی ہے۔ عموماً اگنیشیا کے مریض میں زیادہ تصنع پایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ اُن کیسوں میں زیادہ استعمال ہوتی ہے جہاں پر مریض مصنوعی قسم کا ردعمل دکھاتا ہے جبکہ نیٹرم میور کے مریض زیادہ قوت ارادی کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ جذباتی دباؤ کو زیادہ برداشت کرنے کے اہل ہوتے ہیں اور بہت سے صدموں کو ٹوٹے پھوٹے بغیر برداشت کر جاتے ہیں۔ اگنیشیا میں مریض معمولی سے صدمے سے ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگنیشیا کی مرضیاتی تبدیلی جسمانی ساخت کو زیادہ متاثر نہیں کرتی اور اپنا اثر زیادہ تر دماغ اور جذبات کی طرف مائل رکھتی ہے۔ اس لئے زندگی میں پیش آنے والے صدموں اور غموں کے لئے اگنیشیا ہی مخصوص دوا ہے۔ جبکہ نیٹرم میور ضرورت سے زیادہ پیش آنے والے دماغی صدموں اور دباؤ کی دوا ہے۔ ایسے دباؤ جو کہ مریض کی جسمانی ساخت کو بھی توڑ پھوڑ دیں۔

اگنیشیا کے مریض بار بار گلے میں کھنچاؤ محسوس کرتے ہیں یا پھر انہیں سانس لینے کے لئے لمبے لمبے اور گہرے سانس لینے پڑتے ہیں۔ ایسی کیفیت خاص طور پر مریض کو جذباتی صدموں اور غم و فکر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اگنیشیا کے مریض کی لمبے سانس لینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ گلے میں ہونے والے کھنچاؤ کو کم کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اگنیشیا کا مریض زیادہ روتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ علامات بتاتے ہوئے بھی رو دے۔ یہ

کیفیت اگنیشیا میں نیٹرم میور سے بڑھ کر ہوتی ہے جبکہ غم اور صدمے کے بعد اگنیشیا کے مریض کی نیند نیٹرم میور کے مریض سے قدرے کم خراب ہوتی ہے۔

جسمانی علامات جب بار بار اور خصوصیت سے مریض کے جسم پر وادر ہوتی ہیں تو نیٹرم میور اور فاسفورس کی علامات میں تمیز کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جسمانی سطح پر دونوں کی علامات ایک جیسی لگتی ہیں۔ دونوں ادویات کے مریض دبلے پتلے، حساس اور ہائپرتھائیروڈزم کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں دونوں میں تفریق کرنے کے لئے صرف یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ مریض پژمردہ اور اپنے خول میں بند ہے یا سب کے ساتھ گھل مل کر باتیں کرنے والا۔ ایسا حساس شخص جو زیادہ چپ چاپ اور اپنے آپ میں مگن ہو اور علامات دیتے ہوئے اپنی کمر کو کرسی کی پشت پر ٹکا دے زیادہ تر نیٹرم میور کا مریض ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فاسفورس کا مریض بڑا کھلا اور اپنے جذبات کو کھلے عام بیان کرنے والا ہوگا اور علامات دیتے ہوئے آگے کی طرف جھک کر اور سوال جواب میں مکمل طور پر ملوث ہو کر بات کرے گا۔

لیلیم ٹگ بھی ایک بہت بڑی ہسٹریکل دوا ہے۔ تاہم جب لیلیم ٹگ کا مریض محسوس کرے کہ اُسے رد کر دیا گیا ہے یا اُس کی تذلیل ہوئی ہے تو وہ فی الفور ہیجانی انداز میں اُس کا ردعمل ظاہر کرے گا جبکہ دوسری طرف نیٹرم میور کا مریض فوری ردعمل ظاہر نہیں کرے گا اور اندر سے دکھی ہو جائے گا۔ اُس کا یہ دکھ لمبے عرصے تک اُس کے اندر رہے گا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ کر بکھر نہ جائے اور ہسٹریکل حملوں کی زد میں نہ آجائے۔ لیلیم ٹگ کا مریض ایسے ردعمل میں بڑا ظالم بن جاتا ہے جبکہ نیٹرم میور کا مریض اپنے اندر کڑھے گا تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

ماسکس ایک اور ہسٹریکل دوا ہے لیکن نیٹرم میور سے اس کی تفریق بہت آسان ہے۔ اس کے مریض ہسٹریا دوسروں کو دکھانے کے لئے پیدا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ دوسروں کو بلیک میل کرنے کے لئے ڈھونگ ہوتا ہے تاکہ دوسرے مریض پر توجہ دیں۔ ماسکس کے مریض میں ہر بات دکھاوے کے لئے کی جاتی ہے جبکہ نیٹرم میور کا مریض ہر بات چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

پلساٹیلا کی بھی چند علامات نیٹرم میور سے مشابہت رکھتی ہیں۔ دونوں ادویات میں گرمی اور دھوپ سے تکالیف میں اضافہ پایا جاتا ہے جبکہ دونوں ہی میں چکنائیوں سے

نفرت بھی موجود ہوتی ہے۔ تاہم پلساٹیلا کا مریض اعلیٰ درجے کا چیزوں کو ظاہری طور پر پیش کرنے والا اور خود بخود توجہ دینے والا ہوتا ہے۔ پلساٹیلا کا مریض جب چیختا چلاتا ہے (پلساٹیلا کی یہ خاصیت ہے کہ بہت جلد ایسی کیفیت اُس پر طاری ہو جاتی ہے) تو یہ ایک پیاری سی شریفانہ چیخ و پکار ہوتی ہے جبکہ نیٹرم میور کا رونا ہیجانی کیفیت کا ہوتا ہے جس میں مریض اونچے اونچے ہوکے بھرتا اور سسکیاں لیتا ہے جس سے اُس کا تمام جسم ہلتا ہے۔ اس کے علاوہ پلساٹیلا کے مریض دوسروں کی مدد اور ہمدردی کے خواہاں ہوتے ہیں جبکہ نیٹرم میور کے نہیں۔ نیٹرم میور کے مریض بہت زیادہ خود پر انحصار کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے مسائل خود حل کرنا چاہتے ہیں۔

لائیکوپوڈیم ایک ایسی دوا ہے جس میں مریض اندرونی کیفیات کی وجہ سے اپنے گرد خول بنا لیتا ہے لیکن اندر سے وہ کمزور اور بزدل ہوتا ہے جبکہ نیٹرم میور کا مریض مضبوط لیکن دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے حوالے سے کمزور ہوتا ہے۔

سیپیا نیٹرم میور کے بالکل قریب ترین دوا ہے۔ خاص طور پر بچوں کی تکالیف میں۔ سیپیا کے مریض بچے بڑے حساس ہوتے ہیں اور نیٹرم میور کی نسبت بہت زیادہ پُرجوش ہوتے ہیں۔ اُن کے جوش و جذبے میں یہ بات اہم ہے کہ وہ بھڑک اُٹھتے ہیں اور بہت تیزی سے سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ بالغ ہونے پر ایسا لگتا ہے جیسے وہ اپنے اس جوش و جذبے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے ہوں جس سے وہ تھکن محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ذہنی طور پر کند اور کمزور ہو جاتے ہیں جبکہ نیٹرم میور محبت کو محسوس کرتا ہے مگر اُس کا اظہار نہیں کرتا۔ سیپیا بنیادی طور پر محبت کھو بیٹھا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ سیپیا کا مریض ظالم اور دوسروں کی تکلیف سے لطف اندوز ہونے والا ہوتا ہے جو کہ نیٹرم میور کے مریض کی خصلت کے بالکل برعکس ہے۔

35—نائٹرک ایسڈ

ایسا کوئی اکیلا لفظ تلاش کرنا مشکل ہے جس سے نائٹرک ایسڈ کو واضح طور پر بیان کیا جاسکے اور اگر مجھے ایک لفظ میں کچھ بیان ہی کرنا پڑے تو وہ لفظ Pests (جراثیموں کا حملہ یا بیماریوں کی وباء) ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں مسلسل بے اطمینانی پائی جاتی ہے اس لئے یہ ہمیشہ تکلیف میں مبتلا اور غیر مطمئن ملتے ہیں۔ وہ کبھی خوش نہیں ہوتے حتیٰ کہ بہت زیادہ لطف اندوز کرنے والے حالات بھی اُنہیں خوش کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس طرح سے وہ ایسے درجے میں پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ خود کو دوسروں کی مصاحبت کے اہل نہیں پاتے۔ چونکہ دوسروں کے ساتھ گھل مل کر بھی وہ خوش نہیں ہو پاتے اسی لئے دوسرے انہیں جراثیم (Pests) کہتے ہیں۔

آئیں ہم نائٹرک ایسڈ کی مرضیاتی تبدیلیوں کی مختلف سطحوں کا جائزہ لیں۔ جو کہ سوال جواب کے دوران جسمانی سطح، جذباتی سطح اور دماغی سطح پر بڑی پیچیدگیوں کا سبب ہوتی ہیں۔ اس دوا کی جسمانی سطح کی مرضیاتی تبدیلی کی بہت نمایاں کیفیت خون کے بہاؤ میں سستی ہے جو کہ نائٹرک ایسڈ کی تصویر کو اُجاگر کرنے کے لئے بہت سے عناصر کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی کی وجہ سے مریض میں انتہا کی کمزوری پائی جاتی ہے جس کے ساتھ ساتھ مریض کپکپی (سردی) کو بھی بہت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں بہت سے نہ مندمل ہونے والے زخم بھی پائے جاتے ہیں جو بہتے رہتے ہیں اور پھیلتے رہتے ہیں۔ اس دوا کی ایک اور علامت جلد اور سیریس جھلیوں کے ایسی جگہ کے کٹاؤ ہیں جہاں پر وہ آپس میں ملتی ہیں۔ ان جگہوں پر خشکی پیدا ہو جاتی ہے جو کہ مریض کی جلد میں کٹاؤ پیدا کر دیتی ہے۔ مرضیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے یہ خشکی خون کی گردش میں سستی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ اس دوا کے مریض کے گردے اور گندے مادے خارج کرنے والے دیگر اعضاء ٹھیک سے کام نہیں کرتے جس کی وجہ سے بہت سے گندے مادے جلد کے ذریعے خارج ہوتے ہیں (خاص کر جلدی اخراجات کے ذریعے)۔ اسی وجہ سے اس دوا کا مریض عمومی طور پر ایک بدبودار شخص ہوتا ہے۔ مریض کے پاؤں اور بغل کے پسینے بہت بدبودار ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ مریض کا پیشاب گھوڑے کے پیشاب کی طرح کی

بدبو دیتا ہے۔ جسم سے خارج ہونے والی تمام رطوبتیں بدبودار ہوتی ہیں۔ جلن پیدا کرتی ہیں. اور مریض کو بہت زیادہ بے چین رکھتی ہیں جس سے وہ چڑچڑے پن کا اظہار کرتا ہے۔

نائٹرک ایسڈ کے مریض میں خصوصی طور پر میٹابولزم کا نظام بکھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے مریض ہمیشہ دبلے پتلے اور اعصابیت کا شکار ملتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ چکنائیاں اُنہیں ہضم نہیں ہوتیں لیکن چکنائیوں کے ہضم نہ ہونے کے باوجود مریض چکنائیاں کھانا پسند کرتا ہے۔ مزید یہ کہ وہ طاقتور غذائیں پسند کرتا ہے جیسا کہ تلی ہوئی اور نمکین مچھلی، مریض کو چباتے ہوئے اپنے جبڑوں سے کڑکڑانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔

جیسا کہ کینٹ کہتا ہے اس دوا کے مریض کو سواری پر سوار ہونے' خاص کر چھکڑے پر بیٹھنے سے تکالیف میں افاقہ محسوس ہوتا ہے لیکن آج کل ہموار اور جھٹکوں کے بغیر چلنے والی کاروں میں بیٹھنے والوں میں یہ علامت نہیں ملتی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تکلیف میں کمی جسم کے مسلسل ارتعاش میں رہنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مسلسل اور ہلکا جسمانی ارتعاش جس سے خون کی گردش بہتر ہو جاتی ہے۔

نائٹرک ایسڈ کا مریض انیمیا (خون کی کمی) کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ اُس کی جلد کھنچی ہوئی اور پیلی ہوتی ہے۔ خاص طور پر چہرے کی جلد پر کھنچاؤ اور پیلاہٹ زیادہ ہوتی ہے۔ مریض کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ میں وحشت اور تشویش جھلکتی ہے۔ عام جسمانی کمزوری کی وجہ سے مریض کہتا ہے کہ اُس کی صحت دن بدن جواب دیتی جا رہی ہے۔ مرضیاتی تبدیلی کی ابتدا میں علامات جسمانی سطح پر ہی اُجاگر ہوتی ہیں اور مریض کو صحت کے متعلقہ تشویش زیادہ نہیں ہوتی لیکن آہستہ آہستہ صحت سے متعلقہ تشویش اپنی انتہا کو پہنچتی جاتی ہے۔ بظاہر مریض کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں میں موت سے نہیں ڈرتا مگر اندر سے وہ بہت پریشان ہوتا ہے نتیجتاً مریض کی صحت دگرگوں ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ اندرونی احساس اور جسمانی کمزوری مِلکر مریض میں صحت کے متعلقہ مایوسی پیدا کرتے ہیں اور مریض یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا اور مریض پر مکمل مایوسی چھا جاتی ہے۔ یہ مایوسی پھر بھی آرسینک البم یا کلکیر یا کارب کی طرح نمایاں نہیں ہوتی۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب مرضیاتی تبدیلی مریض کے اندر گہرائی تک اثر کر جاتی ہے بہت سے جسمانی عوارض اور علامات غائب ہو جاتے ہیں اور ذہنی اور جذباتی

عوارض اور علامات سامنے آنے لگتی ہیں۔ اس دوا کے مریض میں جب صحت کے متعلقہ تشویش اور موت کا خوف مسلسل تلوار کی طرح لٹکنے لگتے ہیں تو ہمیں مریض کے پاؤں کے پسینے سے اتنی بدبو محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح دوسرے عوارض جن میں نمک اور چکنائی کی خواہش شامل ہے، معدوم ہونے لگتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ جسمانی عوارض میں کمی ذہنی اور جذباتی عوارض میں بڑھوتری کی نسبت سے ہی پائی جاتی ہے۔

اس دوا کے مریض کی نیند فرحت بخش نہیں ہوتی۔ وہ صبح کو بہت کسلمندی سے اُٹھتا ہے۔ اُٹھنے کے بعد اُس میں چڑچڑاپن اور تھکن نظر آتی ہے۔ ہر دوا جس میں نیند فرحت بخش نہیں ہوتی اپنی کوئی الگ شناختی علامت رکھتی ہے اور نائٹرک ایسڈ کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مریض صبح اُٹھنے کے بعد اس قدر چڑچڑا ہوتا ہے کہ کوئی اُسے صبح بخیر یا اچھی دُعا کے ساتھ بھی بلا نہیں سکتا کیونکہ وہ اس پر بھی بگڑ جاتا ہے۔ مجھے نائٹرک ایسڈ کا ایک شخص کا کیس یاد پڑتا ہے جو کہ ایک دوکان پر کام کرتا تھا۔ اُس کے گاہک دوکان میں داخل ہو کر بلاشبہ اُسے صبح بخیر (Good Morning) کہتے' وہ اُن کے جواب میں صرف بخیر کہتا کیونکہ اُس میں اتنی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ پورا صبح بخیر کہہ پاتا۔ نائٹرک ایسڈ کے مریض کو صبح کے وقت ہر چیز بڑی تاریک اور مایوس کن دکھائی دیتی ہے۔ دوسری طرف اس دوا کے تمام درد رات کو بڑھتے ہیں۔ درد بھالا لگنے کے سے ہوتے ہیں۔ عموماً درد جوڑوں اور لمبی ہڈیوں میں پائے جاتے ہیں۔

آئیں! اب ہم نائٹرک ایسڈ کے مریض کی جذباتی سطح کی مرضیاتی تبدیلیوں کی علامات کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں میں ہمیں اعصابی تکالیف کے متعلقہ تشویش ملتی ہے۔ کینٹ ان مریضوں کی شدید حساسیت کا زیادہ ذکر کرتا ہے۔ یہ ایک اندرونی حساسیت ہوتی ہے۔ اُسے ہر چیز تشویش میں مبتلا کرتی ہے مگر وہ کسی چیز سے اطمینان حاصل نہیں کر پاتا۔ شور اس مریض کو بہت پریشان کرتا ہے مگر صرف شور ہی نہیں بلکہ ذرا سی جسم میں پیدا ہونے والی آہٹ (دھمک) مریض کو پریشان کر دیتی ہے بلکہ ناراض کر دیتی ہے۔ اس طرح سے اندر پیدا ہونے والی حساسیت مریض میں عدم اطمینان' ناخوشی اور رنجیدگی پیدا کر دیتی ہے۔ اس ناخوشی کا اگر چڑچڑے پن سے موازنہ کریں تو ہمیں نائٹرک ایسڈ کی تصویر نظر آئے گی۔

اس دوا کے مریض ہمیشہ شکایت کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو عرف عام میں

لوگ ''شکایتی'' کہتے ہیں۔ ان کی شکائتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ کچھ کو یہ شکایت ہوسکتی ہے کہ دوسروں نے ان کو یہ تکلیف پہنچائی ہے اور وہ دوسروں سے ملنے والی تکالیف کا سر بازار ڈھنڈورا پیٹتے ہیں جبکہ کچھ اس کے برعکس ان تمام شکایتوں کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور دوسروں سے ان کا تذکرہ ہی نہیں کرتے۔ یہ دوسری طرح کے لوگ بات کو کینہ پروری میں بدل لیتے ہیں اور ان میں معافی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے مریضوں کی دوا نائٹرک ایسڈ ہوتی ہے جو اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کو کبھی اپنے دل و دماغ سے محو نہیں ہونے دیتے۔ اگر زیادتی کرنے والا بعد میں معافی مانگے اور کہے کہ مجھے معاف کر دو مجھ سے غلطی ہوگئی تو نائٹرک ایسڈ کا مریض وقتی طور پر تو چڑچڑے پن سے کہہ دے گا ہاں ہاں، جاؤ جاؤ۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے مگر اندر سے وہ اس بات کو کبھی نہیں بھولے گا۔ یہ علامت مریض کی جسمانی سطح کی مرضیاتی تبدیلیوں کے دوران بھی مریض میں پائی جاتی ہے۔

ہم ایک مریض کو دیکھتے ہیں جو دنیا سے تنگ آ چکا ہے اور زندگی اور اپنے حالات سے لڑنے کی اُس میں ہمت نہیں۔ وہ یوں زندگی گزارتا ہے جیسے وہ زندگی کی گاڑی کو گھسیٹ رہا ہو اور اسے ہوا کے دھارے پر چھوڑ دیا ہو اور اُسے اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہ رہی ہو۔ یہ مایوسی اور رنجیدگی کی انتہا ہوتی ہے۔ اس حالت میں مریض کی کمزوری اُس کے تینوں درجوں (جسم، دماغ، جذبات) پر نظر آتی ہے جس کا اختتام یہ ہوتا ہے کہ مریض قطعی آدم بیزار ہو کر گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ اُس کے احساسات بغیر کسی حس اور تکلیف نہ محسوس کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ مریض کی مرضیاتی تبدیلی یہاں تک ترقی پذیر ہو جاتی ہے کہ وہ بہانہ سازی کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اخلاقیات و مذہب سے منکر ہو جاتا ہے اور اخلاقی اور مذہبی قدروں کو نہ مانتا ہے نہ اُن پر یقین رکھتا ہے۔ کمزوری (ذہنی، جسمانی، جذباتی) کا یہ عالم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ کوئی نیا کام شروع کرنے کی سکت رکھتا ہے اور نہ ہی کسی کام میں پہل کرنا چاہتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اُس نے ہر کام کی اُمنگ اور اُمید ختم کر دی ہو۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ نائٹرک ایسڈ کا مریض انتہا کا چڑچڑا اور تلخ مزاج ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر اور باہر دونوں طرف سے حساس ہوتا ہے۔ اندر سے اپنی سوچوں کی بدولت اور باہر سے ہر معمولی بات سے جو اُسے تکلیف دیتی ہے جیسے شور اور دوسری

پریشان کرنے والی باتیں، مریض ناخوش، غیر مطمئن، دوسروں کی غلطیوں کو معاف نہ کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ اپنی مصیبت میں اور عدم اطمینان میں اتنا غرق ہو چکا ہوتا ہے کہ اپنے آپ سے باہر کوئی چیز دیکھ ہی نہیں پاتا۔

ابتدائی سطح پر مریض میں جسمانی تکالیف اور تھکن رونما ہوتی ہے لیکن گاہے بگاہے اسے موت کا شدید خوف محسوس ہوتا ہے جیسے جیسے مرضیاتی تبدیلیاں بڑھتی ہیں، صحت کے متعلق تشویش اپنی انتہا کو پہنچتی جاتی ہے۔ یہ صحت کے متعلقہ تشویش نائٹرک ایسڈ میں دوسری ادویات سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ صحت کے متعلقہ تشویش اُن لوگوں میں پیدا ہوتی ہے جو کہ بڑے سکون میں آرام پرستی کی زندگی گزارتے ہیں اور پھر اچانک ڈاکٹر کہتا ہے کہ کچھ معمولی باتیں جسم میں محسوس ہو رہی ہیں، اُنہیں چیک کرنا ہے تاکہ شک ختم ہو جائے اور کوئی بڑی تکلیف بننے کا امکان ختم ہو جائے۔ اسی لمحے سے مریض خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اُن کی صحت کے متعلقہ تشویش لمبے عرصے تک رہتی ہے یہاں تک کہ مریض کو نائٹرک ایسڈ نہ مل جائے اور مریض تندرست نہ ہو جائے۔

یہ مکمل پاگل پن جیسی تشویش ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر نائٹرک ایسڈ کی مریضہ کے سر میں کوئی دانہ بن جاتا ہے تو وہ فوراً فیصلہ کر لیتی ہے کہ 90فیصد امکان ہیں کہ یہ دانہ کینسر کے پھوڑے کا ہے۔ یا پھر اُس کے دماغ میں کینسر ہے۔ آپ اُسے لاکھ سمجھائیں کہ دماغ کا کینسر (سرطان) اُس کے اندر ہوتا ہے نہ کہ باہر مگر اُسے نہ تو بات سمجھ آتی ہے اور نہ ہی وہ مطمئن ہوتی ہے۔ وہ دوسرے ڈاکٹر کے پاس، پھر تیسرے ڈاکٹر اور چوتھے ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے۔ وہ اُن چند مریضوں میں سے ہوتی ہے جو کہ ڈاکٹروں کو فون پر فون کرتی ہے اور اپنی پھنسی پر تبصرہ کرتی ہے۔ کبھی کہتی ہے کہ ڈاکٹر مجھے آپ کی بات سمجھ آ گئی ہے سر سے پھنسی تو اب ختم ہو رہی ہے لیکن اب مجھے اپنے سینے میں بائیں طرف درد کا احساس ہو رہا ہے۔ ضرور یہاں کینسر ہو گا۔ ایسے مریضوں کو دل کی بیماری کا خوف نہیں ہوتا بلکہ زندگی ختم کرنے والی بیماریوں (کینسر وغیرہ) کا خوف اُن کے دماغ میں سمایا ہوا ہوتا ہے۔ نائٹرک ایسڈ میں صحت کے متعلقہ تشویش میں اہم نقطہ کینسر کے خوف کا ہے جس سے اُنہیں یقینی موت نظر آتی ہے۔

ایک اور اہم بات جو اس دوا کے مریضوں میں پائی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ نائٹرک

ایسڈ کے مریض دوسروں سے تعلقات قائم نہیں کرتے اور نہ ہی رابطہ کرتے ہیں۔ وہ دوسروں سے ایسے بات کرتے ہیں جیسے اُن کے اور دوسروں کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی ہو۔ تب بھی جب وہ تشویش کا شکار ہوں اور ڈاکٹر انہیں یقین بھی دلا دے کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں ہے وہ اپنے خیال پر اڑے رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ رکاوٹ اُن تک اصل حقائق پہنچنے نہیں دیتی۔ اسی لئے اس دوا کے مریض اپنی شک کی دنیا میں ہی قیام پذیر رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ بہت نکمی قسم کی بات چیت کرتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ دوسروں کا نقطۂ نظر اُن تک پہنچتا ہی نہیں۔

نائٹرک ایسڈ کا ایک اور پہلو شہوت کی زیادتی یا جنسی جنون ہے۔ اس دوا کے مریض اُن لوگوں میں سے ہوتے ہیں جو اکثر رنڈی خانے پر جاتے ہیں اور اپنی جسمانی لطف اندوزی کے لئے جماع کرتے ہیں۔ اُنہیں نہ تو جذباتی وابستگی سے کوئی سروکار ہوتا ہے اور نہ ہی دماغی تعلق سے۔ اُن کے دماغ میں یہ بات گھر کر چکی ہوتی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی عورت ہے ہی نہیں جو اُن کی زندگی کا ساتھی بننے کے قابل ہو اس لئے وہ شادی کرنے کی بجائے دوسرا راستہ (رنڈی خانے پر جانے کا) اختیار کرتے ہیں اور صرف جسم کی تسکین کے لئے جماع کرتے ہیں نہ کہ جذباتی تسکین کے لئے۔

آخرکار مرضیاتی تبدیلی دماغی سطح کی طرف رُخ کرتی ہے اور مریض میں خودکشی کی سوچ اُبھرنے لگتی ہے اور اُنہیں خودکشی کرنے کے لئے بھی دنیا میں کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ وہ اپنے گردونواح کا سامنا کرنے کے لئے خود کو بہت زیادہ کمزور تصور کرتے ہیں جس سے اُن میں خودکشی کا جذبہ اُبھرتا ہے لیکن موت کے شدید خوف کی وجہ سے وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ نہیں پہنا پاتے بلکہ موت کے خوف کی وجہ سے خود کو قتل کرنے سے گھبراتے ہیں۔ مجھے ایک شخص کا کیس یاد ہے جو میرے پاس آیا تو اُس نے اقرار کیا کہ اُس کے پاس پستول ہے جس سے وہ خودکشی کرنا چاہتا ہے۔ وہ پستول جیب میں لئے خودکشی کے لئے مناسب وقت اور جگہ کا متلاشی تھا جو اُسے نہیں مل رہی تھی حالانکہ وہ یہ پستول اپنی جیب میں کئی مہینوں سے لئے پھرتا تھا۔ آخرکار وہ میرے پاس آیا تو میں نے اسے نائٹرک ایسڈ دی اور وہ ٹھیک ہو گیا اور اُس نے اپنا پستول بیچ دیا۔ مجھے یاد ہے کہ اُس کے چہرے پر بہت زیادہ کیل تھے۔ ایسے کیل جو کہ اکثر ہم کلکیر یا سلف یا کلکیر یا سلی کیٹ میں دیکھتے ہیں۔ اُس ٹیں نائٹرک ایسڈ کی مخصوص علامت (صبح کے وقت تکالیف میں زیادتی)

موجود تھی۔ وہ صبح سو کر اُٹھنے کے پہلے ایک گھنٹے کے اندر اس قدر تلخ مزاج ہوتا تھا کہ کوئی اسے صبح بخیر بھی کہتا تو اُس کا دل کرتا کہ اُسے قتل کر ڈالے۔ تاہم یاد رکھیں کہ ایسی علامات آپ کو مریض سے براہ راست نہیں بلکہ مریض کے لواحقین سے ملتی ہیں کیونکہ مریض یہ نہیں سمجھ رہا ہوتا کہ اُس کی یہ کیفیت دوسروں کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے۔ بعض اوقات مریض اپنے آپ میں سوچتا ہے کہ وہ کیوں صبح سویرے دوسروں کو سلام کرے۔ دراصل مریض نے اپنی زندگی کا ایک مخصوص نقطۂ نظر بنا رکھا ہوتا ہے اور وہ اس نقطۂ نظر سے ہٹ کر کسی بات کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا۔ یہ آزادی کی حدود نہیں ہیں جو اُس نے سوچ رکھی ہوتی ہیں بلکہ یہ اُس کے اندر کے جذبات ہوتے ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود ایسے مریض کے لئے خراب ترین بات موت کا خوف ہوتا ہے۔ تاہم یہ ایسی دوا نہیں ہے جو کہ حقیقی پاگلوں کے لئے تجویز کی جائے۔

36—نکس وامیکا

یہ ایک ایسی دوا ہے جو کہ ہومیوپیتھک میٹریا میں بہت زیادہ علامات کے ساتھ پائی جانے والی دوا ہے اس لئے تقریباً ہر ہومیوپیتھ کو اس کی گہرائی تک کا علم ہونا چاہئے۔ اس دوا کی ابتدا ہم اُن لوگوں سے کریں گے جن کے لئے یہ دوا تجویز کی جاتی ہے پھر اُس کے بعد ہم نکس وامیکا کی مخصوص مرضیاتی تبدیلیوں کا جائزہ لیں گے۔ عموماً نکس وامیکا کے مریض سوکھے، مضبوط، گندھے ہوئے اور اچھے اعصاب والے ہوتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بنیادی طور پر اُن کی جسامت مضبوط ہوتی ہے۔ وہ بڑے آرزومند (اُمنگ رکھنے والے) ذہین، تیز طرار، قابل اور اپنے کام پر مکمل عبور رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اُن کے آگے بڑھنے میں جو بات اُن کی مددگار ثابت ہوتی ہے وہ فرائض کی ادائیگی میں پوری لگن ہوتی ہے۔ کام کرنے میں وہ اخلاقیات کا بھی بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اس دوا کے مریض خود پر انحصار کرنے والے نہیں بلکہ خود پر اعتماد رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اُن کی ذہانت عملی اور بااصول ہوتی ہے اور کام کو انتہائی بہتر اور سودمند طریقے سے کرتے ہیں وہ صرف اور صرف فلسفیانہ اور عقل و فہم رکھنے والی ذہانت نہیں رکھتے بلکہ اُس کا عملی ثبوت بھی دیتے ہیں۔ اس دوا کے مریض جب ابھی بیمار نہیں ہوئے ہوتے، بہت عمدہ اور محنت

سے کام کرتے ہیں اور بہت جلد اور اچھی کارکردگی سے کام کرنے والے لوگ (ملازم) ہوتے ہیں اور اُن کی صلاحتیں اُنہیں سپروائزر' منیجر' کاروباری' اکاؤنٹینٹ اور سیلز مین جیسے پیشوں کی طرف راغب کرتی ہیں۔

جس طرح ہمیشہ ہوتا ہے کہ ہومیوپیتھی میں اس طرح کی مثبت اور ٹھوس خاصیتوں کو مدنظر رکھ کر مریض کے لئے دوا تجویز نہیں کی جاتی اسی طرح نکس وامیکا کے مریض کی مندرجہ بالا خاصیتوں کو مدنظر رکھ کر ہم دوا کا انتخاب نہیں کر سکتے۔ مستقبل بینی' ہاتھ دیکھنے لکھائی کا تجزیہ کرنے وغیرہ کی فنی مہارت رکھنے کے برعکس (جو کہ مریض کی خوبیوں کو بیان کرتی ہیں کہ یہ لوگ اچھے ہیں یا بُرے) ہومیوپیتھی میں نسخہ مریض کی مرضیاتی تبدیلیوں کو مدنظر رکھ کر تجویز کیا جاتا ہے۔ ہم کوئی ایسی دوا نہ تجویز کرنا چاہتے ہیں اور نہ کرتے ہیں جس سے مریض کی عملی صلاحیت اور کارکردگی کو کم کر دیا جائے۔ اس لئے ہمیں دوا تجویز کرنے سے پہلے اس دوا کے مریضوں میں پیدا ہونے والی مرضیاتی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔

پہلی بات جو کہ مریض کی مرضیاتی تبدیلیوں میں پائی جاتی ہے وہ مریض کا تکلیف کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا یعنی مریض اپنی مفید خوبیوں کو اور خواہشات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ مریض بجائے اس کے کہ اپنا وقت' تجربہ اور اہلیت کام پر صرف کرے خود اپنی ان صلاحیتوں کے تابع ہو جاتا ہے۔ دن رات خواہشات کا انبار اُس کے دماغ پر سوار ہوتا ہے جس کی وجہ سے اُن میں خواہشات بڑھ جاتی ہیں۔ مریض کام کو مکمل کرنے میں اور مقابلہ بازی میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔ میٹریا میڈیکا میں نکس وامیکا ایک بہت ہی مقابلے کی فضاء پیدا کرنے والی دوا ہے۔ یہاں تک کہ مریض مقابلہ بازی میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے بلکہ نہ صرف اپنی بلکہ اپنے ساتھ دوسرے کام کرنے والے ساتھیوں کی جان سے بھی۔ نکس وامیکا کے مریض کام کو خود پر سوار کر لیتے ہیں چونکہ وہ قابل اور اچھی کارکردگی کے حامل ہوتے ہیں اس لئے انہیں تیزی سے زیادہ سے زیادہ ذمہ داریاں سونپ دی جاتی ہیں اور وہ تیزی سے نئے عہدوں پر ترقی پاتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ان ترقیوں کو خوشدلی سے قبول کرتے ہیں۔ جسمانی مرضیاتی تبدیلیوں کے ساتھ دو اور ادویات بھی ہیں جن میں بالکل نکس جیسی جسمانی علامات ملتی ہیں جن میں سے ایک آرسینک البم اور دوسری دوا فاسفورس ہے لیکن ان تینوں ادویات میں مریض کے رویئے

ایک دوسرے اور نکس وامیکا سے مختلف ہوتے ہیں۔

آرسینک البم کا مریض ترقی سے گھبراتا ہے کیونکہ وہ زیادہ ذمہ داریوں کا متحمل نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ وہ اپنی ذات کو سامنے رکھتا ہے اور اپنی جسمانی آسائش کو اپنی کارکردگی پر فوقیت دیتا ہے۔

فاسفورس کا مریض بھی ذہین اور تیز طرار ہوتا ہے لیکن شدید قسم کی مقابلہ کی فضاء سے گھبراتا ہے حالانکہ یہ مقابلہ کی فضاء ہی اُسے آگے لے جانے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

نکس وامیکا میں مریض بہت زیادہ ایماندار اور بااُصول ہوتا ہے اور یہی ایمانداری اور اصول پسندی اُس میں کارکردگی بڑھانے اور کام پر بھرپور توجہ دینے پر اُکساتی ہے۔

نکس وامیکا اُن ادویات میں سے ایک ہے جو Fastidious علامت میں لکھی گئی ہے۔ Fastidious سے مراد عالی دماغی ہے اور نکس وامیکا میں یہ Fastidiousness کارکردگی اور کام پر توجہ دینے کے حوالے سے پائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے نکس وامیکا کی عالی دماغی حقیقت کے قریب قریب ہے نہ کہ مرضیاتی تبدیلی ہے جو کہ ریپرٹری میں "Itialic" الفاظ سے لکھی گئی ہے جبکہ آرسینک میں یہ عالی دماغی دراصل نزاکت ہے جو کہ شدید اعصابی اور سفلیٹک عوامل کا نتیجہ ہوتی ہے جسے نفسیات دان بہتر اور بنیادی حقائق کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ انتہائی نزاکت کا معاملہ ہے جس کی وجہ سے مریض صفائی اور بدبو کو اپنے اعصاب پر سوار کر لیتا ہے اور ہر وقت صفائی کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور یہ دونوں (صفائی، بدبو) عوامل مریض کے اندر روح میں سمائی ہوئی عدم تحفظ کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آرسینک کا مریض ہر وقت فرنیچر وغیرہ کو سیدھا کرتا، صاف کرتا رہتا ہے اور اپنی کارکردگی پر توجہ نہیں دے پاتا۔

نیٹرم میور بھی ایک Fastidious دوا ہے۔ اس میں عالی دماغی یا نازک مزاجی کا تعلق مریض کی وقت کی پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ ہے۔

نکس وامیکا کا مریض کام کرتے کرتے اپنی جان دے دیتا ہے اور ہر وقت کام کو ہی دماغ پر سوار رکھتا ہے۔ خصوصی طور پر اس دوا کے مریض سخت محنت کرتے ہیں اور دیر تک کام کرتے ہیں جس کے عوض وہ اپنے آپ اور دوسروں سے کچھ توقعات باندھ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نہ تو کام ناممکن ہے اور نہ ہی مشکل بس ہر کام محنت مانگتا ہے اور

جب حد سے زیادہ محنت کی جائے تو ہر کام ممکن اور ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے پابندیوں کو قبول کرنا اور ناگزیر حالات میں خود کو کام سے الگ کر لینا انتہائی مشکل ترین بات ہوتی ہے۔ کام پر دباؤ برقرار رکھنے کے لئے یہ لوگ کچھ مصنوعی طریقے بھی استعمال کرتے ہیں جو کہ ان کی کارکردگی کو بڑھا دیتے ہیں۔ ان میں کافی کا استعمال، سگریٹ نوشی، ادویات (ڈاکٹر سے تجویز کروا کر یا پھر ازخود ہی خصوصاً Marijuna کا استعمال)، الکحل کا استعمال شامل ہے۔ یہاں تک کہ وہ جنسی کاموں سے بھی اپنے اندر کی کارکردگی کی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نشہ آور ادویات کی لعنت میں پڑنے کے باوجود یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ کچھ نکس وامیکا کے مریض نشہ آور اشیاء سے حساس بھی ہوتے ہیں اور ان کے استعمال کے بعد اُن کے بُرے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔

نکس وامیکا کے لوگ بڑے نفسانیت پرست لوگ گنے جاتے ہیں۔ اُن میں شدید نفسانی خواہش اُبھرتی ہے اور اُس کی تسکین کے لئے وہ رائج الوقت جنسی اخلاقیات سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ کام کی اخلاقیات کو ماننے کے باوجود ایسے لوگ راہ راست پر چلنے والے اور معاشی اخلاقیات کو قبول کرنے والے نہیں ہوتے۔ نشہ آور ادویات اور جنسی بے راہ روی اُنہیں راہ راست سے بھٹکا دیتی ہے اسی لئے انہیں "بداخلاق" کہا جاتا ہے۔ جنسی بے راہ روی مریض کو تباہ کر دیتی ہے اور آخرکار آخری مراحل میں وہ نامرد ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر جماع کے وقت عضو تناسل بالکل ایستادہ نہیں ہوتا۔

نشہ آور (سکون آور) ادویات کے زیادہ استعمال سے ہو سکتا ہے کہ مریض وقتی طور پر اپنی ضرورت پوری کر لے مگر آخرکار ضرورت سے زیادہ نشہ آور ادویات کا استعمال اور اُن کا زہریلا پن اپنا اثر دکھاتا ہے جس کی وجہ سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ تمام اعصابی نظام دباؤ کا شکار اور بے حد حساس ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ معمولی سا دباؤ (مثلاً روشنی، ہلکا سا شور، کسی کی آواز یا کسی کا گنگنانا) بھی مریض کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر کینٹ نے مریض کے اعصابی نظام کی کیفیت کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ایک کاروباری آدمی اپنی کرسی پر اُس وقت تک بیٹھا رہتا یہاں تک کہ وہ تھک نہ جائے۔ اُسے بہت سے کام کرنا ہوتے ہیں۔ بہت سے خطوط کا جواب دینا ہوتا ہے۔ بہت سے گھمبیر مسائل کو حل کرنا ہوتا ہے۔

وہ ہزاروں چھوٹی چھوٹی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ اُس کا دماغ جلدی جلدی ایک کام سے دوسرے کی طرف بھاگتا ہے یہاں تک کہ وہ زچ ہو جاتا ہے۔ بڑے مسائل کا ہونا ضروری نہیں چھوٹی چھوٹی چیزیں اُسے پریشان کرتی ہیں جس وجہ سے وہ سکون حاصل کرنے کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ تمام اشیاء کی تفصیل کو دیکھنے کے لئے اپنی یادداشت کو تازہ کرتا ہے۔ وہ گھر جا کر بھی انہی معاملات میں اُلجھا رہتا ہے۔ وہ رات بھر جاگتی آنکھوں کے ساتھ لیٹا رہتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا دماغ کاروبار کے جھمیلوں میں ہی گھومتا رہتا ہے۔ دن بھر کاروباری مسائل اُس کے دماغ کو اُلجھائے رکھتے ہیں اور دماغ پر اُنہی خیالات کا ہجوم رہتا ہے۔ آخرکار دماغ ماؤف ہونے لگتا ہے۔ جب تفصیلات اُس کے سامنے آتی ہیں تو وہ غصے میں آ جاتا ہے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جانا چاہتا ہے۔ چیزوں کو پھاڑنے لگتا ہے' جھلسانے لگتا ہے' گھر چلا جاتا ہے اور تمام غصہ اپنی بیوی بچوں پر نکال دیتا ہے۔ رات کو کبھی سوتا اور کبھی جاگتا ہے (بار بار آنکھ کھل جاتی ہے) صبح تین بجے جب آنکھ کھلتی ہے تو اُس کے کاروبار کی مصروفیات اُس پر ہلا بول دیتی ہیں جس سے وہ دوبارہ دن چڑھے تک سو نہیں پاتا۔ جب وہ تھکن کا شکار ہو کر سوتا ہے تو صبح اُٹھنے پر بھی کسلمند سا اُٹھتا ہے اُس کی ہمت جواب دے رہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوبارہ دیر تک سونا چاہتا ہے۔''

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مریض کا اعصابی نظام جکڑا گیا ہے اور مریض کے خلاف کام کر رہا ہے۔ یہ کیفیت بھی کینٹ نے ہی بہتر طریقے سے بیان کی ہے:

''کینٹ کہتا ہے کہ ایک اور بات جو نکس وامیکا میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اعصابی نظام مخالف سمت میں مڑ جاتا ہے (مخالف سمت کا رُخ اختیار کر لیتا ہے) جب معدہ میں بیماری پیدا ہوتی ہے تو مریض پوری شدومد سے اس کو خالی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن نکس میں مریض قے کرتا ہے اور زور لگاتا ہے جیسے کہ معدہ کی کارکردگی اُلٹا رخ اختیار کر گئی ہو۔ یہی کیفیت مریض کے مثانے کی ہو جاتی ہے۔ مریض پیشاب کرنے کے لئے زور لگاتا ہے۔ مثانہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور پیشاب قطرہ قطرہ گر رہا ہوتا ہے لیکن جب مریض زور لگاتا ہے تو پیشاب نہیں کر پاتا۔ یہاں تک کہ قطرہ قطرہ گرنے والا پیشاب بھی رُک جاتا ہے۔ مریض کو درد کے ساتھ پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ انتڑیوں کی کیفیت بھی کچھ اس سے مختلف نہیں ہوتی۔ مریض بہت زور لگاتا ہے مگر تھوڑا سا ہی پاخانہ خارج

کر پاتا ہے۔ اسہال کی صورت میں بھی مریض جب کموڈ پر بیٹھتا ہے تو تھوڑا سا پاخانہ پچکاری کی طرح باہر نکلتا ہے۔ پھر مروڑ شروع ہو جاتا ہے اور مریض زور لگانے پر مجبور ہوتا ہے اور جب وہ زور لگاتا ہے تو مریض کو واپسی کی طرف لگنے والی قوت کا احساس ہوتا ہے۔ یوں کہہ لیں کہ انتڑیوں کی حرکت کے مخالف سمت میں قوت لگتی محسوس ہوتی ہے۔ قبض کی صورت میں مریض جتنا زور لگاتا ہے اُتنا ہی پاخانہ باہر نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔''

اس دوا کے کچھ مریض معدہ کی خرابی یا معدہ کے زخم یا بڑی آنت میں بندش کی شکایت کرتے ہیں۔ آخرکار وہ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ جو اُنہیں بتاتا ہے کہ ان کی تکلیف نفسیاتی اور جسمانی تکلیف کا مجموعہ ہے۔ وہ انہیں تیزابیت ختم کرنے والی ادویات دیتا ہے جس کے ساتھ وہ مروڑ ختم کرنے والی اور سکون آور ادویات تجویز کرتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈاکٹر دوا دینے کی بجائے مریض کو صرف نفسیاتی تحریک (سائیکوتھراپی) دینا ہی بہتر سمجھتا ہے۔ یہ ادویات وقتی طور پر مریض کی تکلیف کو دبا دیتی ہیں لیکن اصل تکلیف زور پکڑتے پکڑتے مریض کے اعصابی نظام کو نہایت ہی حساس بنا دیتی ہے۔

اس حالت میں نکس کا مریض بہت زیادہ چڑچڑا ہوتا ہے مگر اس چڑچڑے پن کو ہومیوپیتھک ڈاکٹر صرف اپنی مہارت سے ہی بھانپ سکتا ہے۔ کیونکہ مریض اپنے چڑچڑے پن کی کیفیت کو اندر ہی اندر دبا کر رکھتا ہے اور دوسروں پر عیاں نہیں ہونے دیتا۔ اگر آپ سوال کریں بھی کہ کیا تم چڑچڑا پن محسوس کر رہے ہو؟ تو وہ جواب دیتا ہے' نہیں بالکل نہیں۔ میں تو کبھی اپنی آواز تک اونچی نہیں نکالتا۔ پھر اگر آپ سوال کرتے ہیں کہ کیا تم اپنی کیفیت کو اندر ہی اندر دبا کر رکھتے ہو تو مریض جواب دیتا ہے: ہاں' بہت زیادہ۔ یہ وہ مریض ہوتے ہیں جو زیادہ تر معدہ کے زخم اور پیپٹک السر کا شکار ہوتے ہیں لیکن تب وہ کافی' سگریٹ نوشی اور شراب کا سہارا لیتے ہیں جو انہیں مزید بدترین کیفیت میں لے جاتی ہیں۔

آخرکار جب ذہنی اور جسمانی دباؤ حد سے گزرنے لگتا ہے تو نکس وامیکا کا مریض بے صبرا' چڑچڑا اور غصیلا ہو جاتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے اندر اضطراب محسوس کرتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس اضطرابی کیفیت میں ڈانٹتا ہے اور ذرا ذرا بات پر دوسروں کو جھڑک دیتا ہے۔ وہ معمولی سی گڑبڑ پر بھی برافروختہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سیٹی بجا رہا ہو تو وہ اسے ڈانٹ کر کہتا ہے کیا تم چپ نہیں کر سکتے۔

اگر اسے پنسل نہ مل رہی ہو تو زور سے دراز کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اگر اُس حالت میں وہ قمیض کا بٹن لگانا چاہے اور بٹن لگانے میں دقت محسوس کرے تو غصے میں بٹن ہی توڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی اُس کو ٹوک دے تو وہ چیختا چلاتا کمرے سے باہر جاتا ہے اور جاتے جاتے دروازے کو دھڑام سے مارتا ہے۔ وہ روک ٹوک اور اپنی بات کی مخالفت برداشت نہیں کرتا لیکن وہ اس قدر گستاخی اور اکڑبازی نہیں دکھاتا جتنا کہ لائیکوپوڈیم یا پلساٹیلا کا مریض دکھاتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہوتی ہے کہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اسی وجہ سے وہ دوسروں کے ساتھ تلخی سے پیش آتا ہے۔ بلاشبہ وہ اکثر اوقات حق پر ہوتا ہے کیونکہ دوسرے اُس باریک بینی سے اُس کے مسائل کو نہیں دیکھ رہے ہوتے جس سے وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اُس کا غصہ بہت سے مسائل کو جنم دیتا ہے۔ نکس وامیکا کے مریض کھرے اور لگی لپٹی رکھے بغیر بات کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ فطرتاً اچھے سیاستدان نہیں بن پاتے۔

مرضیاتی تبدیلی اگر اور بڑھ جائے تو نکس وامیکا کے مریض حاسد، کینہ پرور، ظالم اور تشدد کرنے والے بن جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کی عدم موجودگی میں اُن کے بارے میں ظالمانہ باتیں کرتے ہیں۔ جب اُن کے اندر غصہ پیدا ہوتا ہے تو وہ جانوروں کو ٹھوکریں مارتے ہیں (یہ علامت میڈورینم میں بھی ملتی ہے)۔ جیسے جیسے ٹھوکریں مارنے کی علامت بڑھتی ہے مریض تشدد پر اُتر آتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اس دوا کے مریض خاوند اپنی بیویوں کو پیٹتے ہیں۔ اکثر ایسے والدین جو اپنے بچوں پر تشدد کرتے اور انہیں پیٹتے ہیں نکس وامیکا سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تشدد مریض صرف دوسروں پر ہی نہیں کرتا بلکہ مریض میں خودکشی کی سوچ بھی اُبھر سکتی ہے جس میں وہ خود کو گولی سے مار دینا چاہتا ہے یا پھر وہ خود کو کسی بلندی سے گرا کر مار دینا چاہتا ہے۔

نکس وامیکا کے مریض کی مرضیاتی تبدیلیوں کی اگلی سطح مرض کا آخری درجہ ہوتا ہے جس میں مریض پاگل ہو جاتا ہے۔ نکس وامیکا کے مریض میں بار بار دوسروں کو قتل کرنے کی خواہش اُبھرتی ہے۔ لیکن اُس میں اس قدر ہمت نہیں ہوتی کہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنا دے۔ ایک عورت میں یہ سوچ پیدا ہو سکتی ہے کہ اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے یا پھر اپنے خاوند کو قتل کر دے۔ ریپرٹری میں دیکھا جائے تو نکس میں بہت سے ایسے توہمات ملتے ہیں یا خیالی سوچیں پائی جاتی ہیں جس میں مریض دوسروں کو قتل کر دینا چاہتا

ہے۔ یا پھر اُسے وہم ہو جاتا ہے کہ دوسرے اُسے قتل کر دیں گے۔ اس کے علاوہ زخمی ہونے، اپنی تکذیب ہونے اور ناکامی کے بہت سے خیالات مریض کے دماغ میں گھومتے ہیں لیکن باہر سے دیکھنے والوں کو مریض کی اندرونی سوچوں کا اندازہ نہیں ہو پاتا۔ یہ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں نکس کا مریض دوسروں کی بات کا جواب دینا یا محفل میں بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ یہ ذہنی خرابی کی کیفیت ہوتی ہے جو کہ آرسینک البم کے مریض کی ذہنی مرضیاتی تبدیلیوں کے آخری درجے سے ملتی جلتی ہے۔ تاہم موازنہ کرنے سے ان میں تفریق ممکن ہوتی ہے کیونکہ نکس کا مریض اپنے آپ پر بھروسہ کرنے والا جبکہ آرسینک البم کا مریض دوسروں پر انحصار کرنے والا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ نکس کا مریض خودمختار، محنتی، اعلیٰ کارکردگی کا حامل اور چڑچڑا، ہیجانی کیفیت والا ہوتا ہے۔ جبکہ آرسینک کا مریض عدم تحفظ کا شکار، اپنی صحت کے متعلق پریشان، صفائی کے معاملے میں بہت زیادہ ہیجانی کیفیت رکھنے والا، بدبو سے حساس اور بڑا پُرتشویش ہوتا ہے۔

جسمانی مرضیاتی تبدیلیوں کو مدنظر رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ نکس وامیکا زیادہ تر کارکردگی دکھانے والے اعضاء کو متاثر کرتی ہے۔ یہ جسم کے اندر مرضیاتی تبدیلیوں کو گہرائی میں نہیں لے جاتی۔ مثال کے طور پر آرسینک البم جسم میں گہرائی تک مرضیاتی تبدیلیاں پھیلا دیتی ہے، زخم پیدا کر دیتی ہے اور زخموں کو گینگرین میں بدل دیتی ہے۔

جبکہ نکس وامیکا کا اثر اعصابی نظام پر شدید ہوتا ہے۔ ابتدا میں مریض اپنے جسم میں پھڑپھڑاہٹ اور جھٹکے محسوس کرتا ہے جو کہ ہائیوسائیمس اور ایگریکس سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ جسم میں شدید اعصابی درد ہوتے ہیں۔ خاص طور پر سر کے درد۔ فالج میں نکس وامیکا اُس وقت تجویز کی جاتی ہے جبکہ مریض جوارح (بازوؤں اور ٹانگوں) میں پچر ٹھکنے کے سے درد محسوس کرتا ہے۔ زیادہ شدید مرضیاتی تبدیلیوں میں مریض کو جھٹکے لگتے ہیں، تشنج ہو جاتا ہے۔ مرگی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ نشہ آور اشیاء کے بُرے اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھیں تو الکحل لینے والوں میں یہ دوا ہیبت ناک دیوانگی یا خفقان کی صورت میں تجویز کی جا سکتی ہے۔

نکس وامیکا کی عام علامات جو تمام ابتدائی طالب علموں کو بتائی جاتی ہیں، اُن میں مریض کا سردی محسوس کرنا، ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے تکلیف اُٹھانا، صبح سویرے تکالیف کا بڑھنا بتایا جاتا ہے۔ اگرچہ نکس وامیکا ایک سرد ترین دوا ہے تاہم اس کی تکالیف سرد خشک

موسم میں بڑھتی اور مرطوب موسم میں کم ہوتی ہیں (یہ علامت اسارم، کاسٹی کم اور ہیپر سلفر سے مماثل ہے)۔ نکس ہوا کے جھونکوں سے بڑی حساس دوا ہے یعنی اس کے مریض ہوا کے جھونکوں سے حساسیت رکھتے ہیں جن کی وجہ سے انہیں بہت جلد نزلہ زکام ہو جاتا ہے۔ اگر مریض کو بہت زیادہ پسینہ آیا ہو (جو کہ نکس کے مریض کو ہلکی سی ورزش پر آ جاتا ہے) اور اُسے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چھو جائیں تو مریض فوراً نزلہ زکام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس نزلے کی مخصوص علامت یہ ہوتی ہے کہ کمرے سے باہر مریض کی ناک بند ہو جاتی ہے جبکہ کمرے کے اندر مریض کی ناک بہنے لگتی ہے۔ مزید یہ کہ دن کے وقت ناک بہتی ہے اور رات کو بند ہو جاتی ہے۔

نکس وامیکا میں معدہ اور انتڑیوں کا نظام خصوصاً حساس ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس دوا کے مریضوں میں معدے کے زخم اور پیپٹک السر عموماً پائے جاتے ہیں جو مریض میں مروڑ پیدا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مریض کو ڈکار آتے ہیں اور مریض قے کرتا ہے لیکن ڈکار آنے اور قے کرنے سے بھی مریض کو سکون نہیں ملتا۔ مریض ہر قسم کی غذا سے حساس ہوتا ہے۔ نکس وامیکا کے مریض کی ایسی حالت جس میں مریض ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو، مریض کی بھوک کم کر دیتی ہے اور مریض صرف مخصوص اور گنی چنی غذا ہی لیتا ہے۔ مریض کو گوشت سے نفرت ہوتی ہے مگر وہ چربیلی غذا (چکنائیوں) کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُسے نشہ آور (سکون آور)، تیز مرچ مسالے دار اشیاء اور خستہ اشیاء کی خواہش ہوتی ہے لیکن یہ اشیاء مریض کے معدہ کو خراب کر دیتی ہیں۔ مریض اکثر آ کر یہ شکایت کرتا ہے کہ جب بھی وہ بیمار ہوتا ہے اُس کا معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ اُسے نزلہ، سر درد یا دمہ کی شکایت ہو جاتی ہے جس کے ساتھ معدہ خراب ہوتا ہے۔ پیٹ کے درد کے ساتھ بار بار پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے جو کہ مریض کو بے سکون کر دیتی ہے جس طرح کہ الکحل استعمال کرنے والے مریضوں میں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے جگر کو خون فراہم کرنے والے نظام میں اجتماع خون ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نکس کے مریضوں میں بھی جگر کو خون فراہم کرنے والے نظام میں اجتماع خون کی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مریض میں خاص طور پر بواسیر کی شکایت ہو جاتی ہے جو کہ مقعد کے قریب خون کی نالیوں میں اجتماع خون کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مریضوں میں یرقان اور جگر میں سکڑاؤ (سروسز) کی تکلیف بھی ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھار پتے میں درد رونما

ہوتے ہیں۔ اسی طرح گردوں کی نالیوں میں پتھریاں آنا شروع ہو جاتی ہیں جس سے گردوں کے درد نمودار ہوتے ہیں۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ اوپر بیان کی گئی علامات قاری کو صرف تھکا دینے کے لئے نہیں بلکہ دوا کی اصل اور روح کو سمجھنے کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ نکس کی اوپر بیان کردہ اہم علامات کے ساتھ مریض میں دوسری ادویات کی علامات بھی ملتی ہوں تب بھی دوا کی جوہری علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے مریض کی اصل دوا نکس ہی ہوگی۔ بہت سے کیسوں میں کام کے دباؤ کی وجہ سے چڑچڑے پن اور اعصابی نظام پر دباؤ کے ساتھ مریض میں شدید سردی کا احساس بھی ملتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مریض کی اہم علامات نکس وامیکا ہی کی ہوتی ہیں لیکن اُس کی خواہشات نکس والی نہیں ہوتیں مثلاً وہ الکحل، سگریٹ وغیرہ سے نفرت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی دوا نکس وامیکا ہی ہوتی ہے۔ دراصل ہومیوپیتھی میں علامت برائے علامت کا موازنہ نہیں بلکہ مریض کی جوہری علامات کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ ایسی علامات جو اُس دوا کا اصل جوہر یا روح ہوتی ہیں۔

37—فاسفورک ایسڈ

یہ ایک ایسی دوا ہے جو کہ شدید کمزوری جو کہ جذباتی سطح سے شروع ہو کر جسمانی اور دماغی سطح کی طرف بڑھنے، کے لئے مشہور ہے۔ عرصہ دراز تک رہنے والا غم ہو یا اچانک پیدا ہونے والا غم (شدید غم خواہ پرانا ہو یا نیا) مریض میں تکلیف پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ میرے کلینک کے تجربات کینٹ کی اس تحریری بات کی تصدیق نہیں کرتے کہ فاسفورک ایسڈ میں ابتدائی طور پر ذہنی کمزوری نمودار ہوتی ہے جن مریضوں کو میں نے دیکھا ہے اُن کی کمزوری سب سے پہلے جذباتی سطح سے شروع ہوئی جس نے بعد میں بڑھ کر جسمانی سطح یا دماغی سطح کا رُخ کیا۔ مرضیاتی تبدیلی نے مریض کی جسمانی سطح کا رُخ کرنا ہے یا ذہنی سطح کا اس کے لئے مریض کی موروثی طاقت یا جسمانی ساخت اصل بنیاد بنتی ہے۔

بعض اوقات اندرونی یا بیرونی اعصابی اثرات مریض میں کمزوری پیدا کرنے کی

ہوتے ہیں۔ یہ اثرات جذباتی سطح پر بھی ہو سکتے ہیں۔ جسمانی کمزوری کی شکل میں بھی اور دماغی سطح پر بھی۔ اس دوا میں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ تکلیف پیدا ہونے کا دارومدار ہر مریض کی اپنی جسمانی خصوصیات اور ساخت پر منحصر ہے جبکہ دوسرے دو تیزاب دوسری دونوں سطحوں پر اثرانداز ہوتے ہیں جن میں سے پکرک ایسڈ ذہنی کمزوری پیدا کرتا ہے اور میوریٹک ایسڈ پٹھوں کی کمزوری کا سبب بنتا ہے۔

فاسفورک ایسڈ میں عمومی طور پر غم کی ہسٹری ملتی ہے۔ یہ عرصہ دراز سے چلا آنے والا معمولی قسم کا غم ہوسکتا ہے یا پھر شدید قسم کا اچانک صدمہ (پرانا اچانک شدید صدمہ آہستہ آہستہ معمولی قسم کے غم میں بدل جاتا ہے)۔ فاسفورک ایسڈ میں اگنیشیا کی طرح غم کا بہت زیادہ زوردار ہونا ضروری نہیں کہ مریض اس غم سے نڈھال ہو جائے۔ عموماً فاسفورک ایسڈ کا مریض صدمے اور غم کو اپنے اندر سمو لیتا ہے نہ کہ فوری طور پر اُس کے جسمانی یا ذہنی اثرات سامنے آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس دوا کو ''خاموش غم'' کی علامت کے تحت اٹیلک الفاظ میں اگنیشیا، نیٹرم میور اور پلساٹیلا کے ساتھ ساتھ لکھنا چاہئے۔ غم کے بعد مریض کی پہلی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اُس کی آواز کمزور ہو جاتی ہے جو کہ اُس کی جذباتی سطح پر پیدا ہونے والی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر یہ کمزوری افسردگی میں بدل جاتی ہے۔ مریض تنہائی میں چلا جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب اُس سے دور ہو جائیں اور اُسے تنہا چھوڑ دیں۔ اس کی یہ علامت سیپیا سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہوتی ہے البتہ اس کو تفریق کرنے میں جو بات ممدو معاون ثابت ہوتی ہے وہ مریض کے سونے کا انداز ہے۔ کیونکہ فاسفورک کا مریض جب تنہائی پسند ہو جاتا ہے تو اپنا منہ بستر میں دیوار کی طرف کرکے سوتا ہے جیسے جیسے غم کے اثرات گہرے ہوتے جاتے ہیں مریض کا جذباتی نظام بالکل منجمد ہوتا جاتا ہے اور مریض کی جذباتی سطح پر اس قدر جمود طاری ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز یا بات کا اثر قبول کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے مریض کا حسی نظام بالکل کوئی تاثر لے ہی نہ رہا ہو۔ مریض خود جان جاتا ہے کہ وہ جذباتی احساسات سے عاری ہے۔ حالانکہ ابھی اُس کے اردگرد کے لوگ اُس کی اس کیفیت سے واقف نہیں ہوئے ہوتے جیسا کہ مریض جسمانی طور پر ساکت اور سرد ہوتا ہے مریض کی جذباتی سطح بھی بالکل سرد اور جمود کا شکار ہوتی ہے۔ یہ حالت اورم اور سیپیا سے ملتی جلتی ہے۔ اورم میں اندرونی گہرائی میں جمود ہوتا ہے جیسے کہ اندر مردنی چھا گئی ہو لیکن اس کی وجہ شدید

اُداسی ہوتی ہے۔ اورم کے مریضوں میں اس کیفیت کے باوجود کچھ جذبات باقی ہوتے ہیں۔ یہ حقیقی سردمہری یا مردہ دلی نہیں ہوتی۔ سیپیا کے مریضوں میں سردمہری اور مردہ دلی پائی جاتی ہے لیکن اس کی وجہ مخالف قوتوں کے ایک دوسرے کے اثر کو ختم کر دینے (متوازن کر دینے) کی ہوتی ہے۔ نہ کہ غم کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوری۔ سیپیا کے مریض اپنی روزمرہ کی زندگی میں جذباتی کیفیات محسوس نہیں کرتے لیکن اگر وہ کسی مخصوص کیفیت میں جائیں تو اُن کی جذباتی کیفیات یکدم اُبھر آتی ہیں جبکہ فاسفورک ایسڈ میں جذباتی کیفیت اُبھرتی ہی نہیں اور اُس کے مریض ہر قسم کی تحریک سے عاری ہوتے ہیں۔

ایسے مریضوں میں جو بہت شدید صدمے سے دوچار ہوئے ہوں ایک ڈرامائی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے جو مریض کو بے حس بنا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر اچانک اور غیر متوقع طور پر کسی عزیز ترین شخص کی موت۔ ایسی صورت حال میں جسمانی سطح متاثر ہوئے بغیر مریض کا مدافعاتی نظام ردعمل کے طور پر جذبات میں فالجی کیفیت یا جمود پیدا کر دیتا ہے۔ ایک شخص جو کہ بڑا چاک و چوبند اور بھرپور زندگی گزار رہا ہوتا ہے' اپنے آپ میں مقید ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی وجہ حقیقی اُداسی نہیں بلکہ جذباتی اور دماغی سطح کی کارکردگی میں کمی ہوتی ہے۔ ایسا مریض نہ مرنا چاہتا ہے نہ جینا۔ اُس کا گھر بے ترتیب' فرش مٹی سے اٹا ہوا ہوتا ہے مگر وہ اُس کی صفائی ستھرائی کے لئے کچھ بھی کرنا نہیں چاہتا۔ مریض میں خودکشی کی سوچ اُبھر سکتی ہے مگر اُسے عملی جامہ پہنانے کی اُس میں سکت نہیں ہوتی۔

جب مریض کی جذباتی سطح متاثر ہوتی ہے تو مرضیاتی تبدیلی بڑھتے بڑھتے مضبوط جسامت کے مریضوں کی جسمانی سطح کو بھی متاثر کرتی ہے جبکہ کمزور جسامت کے مریضوں کی دماغی سطح کو برباد کر دیتی ہے۔ جب سے ہومیوپیتھی وجود میں آئی ہے ایسے مریضوں کی ہم جسمانی کیفیات کو مدنظر رکھتے ہیں۔ عام کہانی یہ ہے جو مریض بتاتا ہے کہ ''میں بالکل ٹھیک تھا' بالکل صحت مند اور چاک و چوبند۔ ایک سال پہلے تک میری جسمانی حالت قابل رشک تھی لیکن اُس کے بعد میرے جسم میں کمزوری آنے لگی۔ میں تھکن کا شکار رہنے لگا میری قوت برداشت ٹھیک تھی مگر اب نہیں رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عرصہ دراز سے محسوس ہونے والا غم مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔''

بہت سے لوگ غم کی کیفیت کو بیان کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے خاص کر جب کہ وہ ڈاکٹر کو اپنی تکالیف بتا رہے ہوں۔ یا پھر یہ کہ وہ اپنے اس غم کو صحیح طریقے سے

سمجھ ہی نہیں پا رہے ہوتے۔ مثال کے طور پر ایک عورت کو شکایت ہے کہ اُس کا خاوند اپنی ماں کی طرف اُس سے زیادہ متوجہ رہتا ہے۔ یا پھر وہ عرصہ دراز سے محسوس کر رہی ہے کہ اُس کا خاوند بدکار اور زانی ہے لیکن وہ اپنے شک یا غم کا اظہار کسی سے نہیں کرتی۔ جسمانی توڑ پھوڑ کے دوران مریض میں انواع و اقسام کی علامات ملتی ہیں جیسا کہ مریض کے بال اچانک اور تیزی سے گرتے ہیں۔ مریض کی نظر اچانک کمزور پڑ جاتی ہے۔ سر میں درد رہنے لگتا ہے (خاص طور پر کنپٹیوں میں) مریض سر درد کے دوران سر میں کسی چیز کے اُبلنے کا احساس کرتا ہے۔ گرمی کے بھبھوکوں کے ساتھ پسینہ اور پھر مریض سردی کا شدید حملہ محسوس کرتا ہے۔ (یہ علامت جلسی میم میں بھی ملتی ہے۔ اُس میں بھی مریض جسمانی طور پر بڑا تھکا ہوا ہوتا ہے۔) اکثر مریضوں میں لمبے عرصے سے کم درجے کے بخار کی شکایت ہوتی ہے اور اگنیشیا کے مریض کی طرح مریض لمبے لمبے سانس لینے کی خواہش کرتا ہے۔ مریض کو بدبودار ہوا خارج ہوتی ہے اور اُس کے پیشاب میں دودھیا پن بھی پایا جا سکتا ہے جیسے کہ دہی کی پھٹکیاں ہوں۔ یہ سفیدی اور دودھیا کیفیت پیشاب کے آخری حصے میں پائی جاتی ہے۔ مریض میں جنسی خواہش بھی کمزور ہو جاتی ہے اور وہ نامردی اور سرعت انزال کی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

فاسفورک ایسڈ میں خشکی ایک عام علامت ہے۔ مریض آنکھوں اور ناک میں خشکی محسوس کرتا ہے۔ منہ بھی خشک ہوتا ہے مگر منہ کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ مریض پھلوں، جوسوں اور فرحت بخش اشیاء کی خواہش رکھتا ہے۔ اُس کی اس کیفیت سے ایسا لگتا ہے جیسے کہ اُس کے اندر اُسے پانی کی کمی محسوس ہوتی ہو۔

مریض کی شدید نقاہت، جسمانی تھکن، بالوں کے گرنے، نظر کی کمزوری، جسم میں مائعات کی کمی اور جنسی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فاسفورک ایسڈ کے مریض کی تکالیف کی وجہ اینڈوکرائن غدودوں کے نظام کے عمل میں کمی ہے۔ خاص طور پر گردوں کے غدود (ایڈرینل گلینڈ) اور جنسی غدود (خصیوں اور پراسٹیٹ) کے اعمال اور کارکردگی میں کمی اس کی وجہ بنتی ہے۔ عام طریقہ علاج میں اس کیفیت کا موازنہ مریض کے کیمیائی تعاملات میں الکلی کی زیادتی سے کیا جا سکتا ہے۔ یعنی مریض کے کیمیائی مرکبات اور مرکبات کے عملوں میں الکلیوں (کھار) کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ جسمانی کیفیت میں تباہی کے دوران بھی مریض کی دماغی اور جذباتی کیفیات میں

تبدیلی کی چند علامات ملتی ہیں۔ ان کیفیات میں خاموش غم اور کچھ بلندی کے خوف اور بلند مقامات پر چکر آنا شامل ہیں۔ مریض یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسے تنہا چھوڑ دیا جائے اور مریض میں کچھ درجے تک افسردگی اور کاہلی بھی دیکھنے میں آ سکتی ہے۔ جسمانی تکالیف کے لئے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے لئے فاسفورک ایسڈ کا انتخاب بڑا مشکل ہوتا ہے کیونکہ بہت سی ایسی ادویات ہیں جن میں تھکن، کمزوری اور دوسری ملتی جلتی علامات پائی جاتی ہیں۔ (ان ادویات میں ہیلونیاس، میوریٹک ایسڈ، پکرک ایسڈ وغیرہ شامل ہیں)۔ بنیادی رہنمائی کے لئے بہرحال ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو مندرجہ ذیل جسمانی علامات کو مدنظر رکھنا چاہئے جو کہ خصوصی طور پر فاسفورک ایسڈ کے لئے منسوب ہیں:

1- جسمانی کمزوری
2- جسم میں مائعات کی کمی
3- پھلوں اور جوسوں کی خواہش
4- جنسی طاقت میں کمی
5- بالوں کا گرنا

مرضیاتی تبدیلیوں کا اگلا درجہ مریض کی دماغی صلاحیتوں میں خرابی اور کمزوری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ مریض عرصہ دراز سے غم کے زیراثر کمزور ہوا ہو یا اچانک صدمے نے اُس کی جسمانی ساخت کو تباہ و برباد کیا ہو۔ دونوں صورتوں میں اگلی مرضیاتی تبدیلی دماغی سطح کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ سب سے پہلی مخصوص علامت جو کہ دماغی سطح سے نمودار ہوتی ہے وہ شدید قسم کی یادداشت میں کمی، باتوں کا بھول جانا (بھلکڑ پن) خاص طور پر الفاظ کا یاد نہ رکھ سکنا ہے۔ جب آپ مریض پر سوال کریں گے تو وہ خالی خالی نظروں سے آپ کو دیکھتا رہ جائے گا۔ پھر غوروخوض کرنے کے بعد ایک دو منٹ کے وقفے سے آپ کو جواب دے گا۔ سوال کا مریض کے دماغ میں اندراج تو ہو جاتا ہے مگر اُسے اُس کا جواب ڈھونڈنے میں دقت ہوتی ہے اس لئے دیر سے جواب دیتا ہے۔ یہ بات مرک سال میں پائے جانے والے عمل سے مختلف ہوتی ہے۔ مرک سال میں مختلف بات یہ ہوتی ہے کہ مریض کا دماغ نہ تو سوال کو پورے طریقے سے اپنے اندر لیتا (یعنی سمجھتا ہے) اور نہ ہی جلد اُس کا جواب ڈھونڈ پاتا ہے۔ اس لئے وہ سوال کا جواب اور بھی زیادہ دیر سے دیتا ہے کیونکہ اُس میں دماغ فاسفورک ایسڈ سے

بھی زیادہ سست ہوتا ہے۔ فاسفورس ایک اور دوا ہے جس میں مریض سوال کا جواب سستی اور دیر سے دیتا ہے لیکن اُس میں دماغ کا نہیں بلکہ جذباتی سطح کا فتور ہوتا ہے۔ یعنی مریض اپنے غصیلے اور چڑچڑے پن کی وجہ سے دیر سے جواب دیتا ہے۔ یعنی وہ ذاتی طور پر جواب دینا پسند ہی نہیں کر رہا ہوتا۔

عرصہ دراز تک جذباتی جمود کے بعد دماغی افعال کی کارکردگی میں مزید کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے مریض کے لئے کسی طرح کا بھی دماغی کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے حالانکہ جسمانی طور پر مریض کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ علامت پکرک ایسڈ کی علامت کے برعکس ہے جس میں مریض معمولی سا بھی دماغی اور جسمانی کام کرنے کے اہل نہیں ہوتا۔

آخرکار ایک قسم کی کاہلی مریض کی تمام زندگی کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے اور مریض پاگل سا دکھائی دیتا ہے۔ فاسفورک ایسڈ میں مکمل پاگل پن نہیں پایا جاتا بلکہ مریض میں زندگی سے شدید بے رغبتی پائی جاتی ہے۔ لیکن ایسے پاگل پن کے مریضوں کے لئے جو زندگی سے بالکل بے زار اور ایک جگہ بیٹھ کر کسی چیز کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہیں، پلسا ٹیلا کی ضرورت ہوتی ہے۔

آخر میں مریض میں شدید قسم کا جذباتی فقدان اور یادداشت کے متعلقہ اور سوچنے سمجھنے کے متعلقہ کارکردگی میں فقدان پایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ہوسکتا ہے کہ مریض کی جسمانی علامات بالکل غائب ہو جائیں۔ ایسی حالت میں مریض جسمانی کام بہتر طریقے سے کرنے لگتے ہیں اور مشقت اُن کے لئے فائدہ مند نظر آتی ہے۔ یہ بالکل پہلے درجے کی مرضیاتی تبدیلی کے برعکس ہوتا ہے جب مریض بالکل جسمانی کام نہیں کر پاتا۔ اس آخری درجے میں مریض کے بال گرنا بند ہو جاتے ہیں۔ ہاں البتہ بالوں کی چمک ختم ہو جاتی ہے اور وہ چکنے ہو جاتے ہیں۔

مریض میں دماغی سمجھ بوجھ کی کمی آ جاتی ہے۔ دماغ میں ہچکچاہٹ بڑھ جاتی ہے جس کے ساتھ ساتھ مریض میں جذباتی کیفیات کی شدید کمی ہوتی ہے۔ مریض کہتا ہے کہ وہ کسی کام کے متعلق مکمل تصور قائم نہیں کر سکتا اور اگر وہ اسے مکمل طور پر سمجھنے کی کوشش کرے تو یہ دماغی مشقت اُسے فوری طور پر تھکا دیتی ہے۔ وہ لوگوں کے نام بھول جاتا ہے جگہوں کے نام اور واقعات بھول جاتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پڑھتا ہے، دماغ اُسے اپنے

اندر جمع نہیں کر پاتا۔

دوسرے تیزابوں سے فاسفورک ایسڈ کو واضح طور پر الگ طریقے سے دیکھنا ضروری ہے۔ موازنہ کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ فالج فاسفورک ایسڈ، پکرک ایسڈ اور میورٹیک ایسڈ کی مخصوص بیماری ہے۔ لیکن تینوں ادویات میں اس کا زور مختلف حصوں پر ہوتا ہے۔ فاسفورک ایسڈ میں جذباتی جمود سب سے پہلا عمل ہے۔ پکرک ایسڈ میں پہلا وار دماغ پر اور پھر اُس کے بعد جذباتی سطح سے ہوتا ہوا جسم پر ہوتا ہے۔ پکرک ایسڈ کا مریض جب ہیجانی کیفیت اور جوش میں آتا ہے تو وہ دماغی مشقت کا سبب بنتا ہے اور وہ ذہنی مشقت کو تو معمولی سا بھی برداشت نہیں کر پاتا اور اگر پکرک ایسڈ کے مریض دماغی کمزوری کے باوجود کام میں لگے رہیں تو انہیں سردرد ہونے لگتا ہے۔ یہ بات خاص طور پر پکرک ایسڈ کا مزاج رکھنے والے بچوں میں ملتی ہے۔ (ایسی صورتحال میں اس کا موازنہ کلکیر یا فاس سے بھی کریں) آخرکار مریض کے جوارح (بازوؤں، ٹانگوں) میں فالجی کمزوری آ جاتی ہے جو تمام جسم میں پھیلنے لگتی ہے۔ جو ریڑھ کی ہڈی کے ستون میں خرابی کا سبب بنتی ہے۔ دونوں ادویات میں ایک اور مختلف پہلو یہ ہے کہ پکرک ایسڈ کا مریض گرمی سے تکلیف اُٹھاتا ہے جبکہ فاسفورک ایسڈ کا مریض سردی سے۔

میورٹیک ایسڈ کی کمزوری جسمانی سطح سے شروع ہوتی ہے۔ مریض اپنے پٹھوں میں شدید کمزوری محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ مریض اپنی کرسی پر نیچے کی طرف پھسل جاتا ہے یا بستر پر نیچے کی طرف لڑھک جاتا ہے اور ایسا مریض کے پٹھوں میں شدید ناطاقتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مریض کی زبان اور اُس کے پٹھوں میں بھی فالجی کمزوری ملتی ہے اور گلے کے سوراخ کے پٹھوں میں بھی۔ میورٹیک ایسڈ میں کمزوری جسمانی سطح سے ترقی پا کر جذباتی سطح کا رُخ کرتی ہے اور آخر میں دماغی سطح کا۔

38—فاسفورس

اس دوا کی مرضیاتی تبدیلیوں کے پیچھے جو اصل بات پوشیدہ ہے وہ انتشار اور بکھراؤ ہے۔ انتشار سے مراد وہ عمل ہے جس سے چیزوں کا بہاؤ یا پھیلاؤ اندر سے باہر کی فضاء کی طرف ہو جاتا ہے جیسا کہ دھواں باہر ہوا میں بکھرتا ہے۔ یا چائے کا رنگ پانی میں یکسانیت کے ساتھ پھیل جاتا ہے۔ یہی کیفیت فاسفورس کے مریض کی طاقت' سوجھ بوجھ' جذبات یہاں تک کے خون کے ساتھ رونما ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ان کے باہر کی طرف بکھرنے میں کوئی رکاوٹ ہے ہی نہیں۔ مریض کا جسم تمام سطحوں (جسمانی سطح' جذباتی سطح' دماغی سطح) پر بیرونی اثرات سے مجروح ہونے یا زخم کھانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ جسمانی سطح پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر زخم یا چوٹ سے خون بہتا ہے۔ یہ خون کا بہاؤ اس لئے ہوتا ہے کہ خون کی نالیوں کی تہہ بہت کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے خون کو آسانی سے اپنے اردگرد کے نسیجوں (ٹشوز) میں پھیلنے دیتی ہے۔ جذباتی سطح پر دیکھیں تو فاسفورس کے جذبات فوراً دوسروں کی طرف چلے جاتے ہیں اور وہ اپنے جذبات کو اپنے اندر رکھنے کی بہت کم صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ خود کو جذباتی طور پر مجروح ہونے سے بچا نہیں پاتا۔ دماغی سطح کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ مریض بہت جلد اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی سوجھ بوجھ بھی بکھر جاتی ہے اور اس قدر بکھرتی ہے کہ مریض باآسانی اپنی شناخت کھو بیٹھتا ہے۔

آئیں ہم پہلے ایک صحت مند شخص کو بیان کرتے ہیں جس میں کبھی بھی فاسفورس کے مریض ہونے کی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہت زیادہ دباؤ اور تناؤ کی کیفیت کے غلبے کے بعد مریض کا نظام تحفظ (مدافعاتی نظام) کمزور پڑ جاتا ہے اور مریض بیمار ہو جاتا ہے۔ فاسفورس کے مریض کی جسمانی ساخت کو مدنظر رکھیں تو آپ کو اس دوا کے مریض دبلے پتلے' نازک خدوخال کے مالک ملیں گے۔ اُن کے بال ہلکے اور ملائم' جلد بڑی پتلی اور ہاتھ بڑے نرم و نازک ہوں گے۔ اس دوا کے مریض بچپن میں گرم مزاج' دوسروں پر سبقت لے جانے والے' محبت کرنے والے' فنکارانہ یا موسیقارانہ مزاج کے حامل اور بڑے حساس ہوتے ہیں۔ بچے بڑے کھلے اور دوسروں پر اپنے نقش چھوڑ جانے والے ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ مسلسل بغیر کسی حیل و حجت کے

نمایاں کارکردگی دکھاتے ہیں اور بہت زیادہ سنجیدگی اختیار نہیں کرتے۔ نوجوانی میں ان میں بہت تیزی سے بڑھوتری ہوتی ہے جو کہ کمزور، دبلے پتلے، لمبے تڑنگے وجود کو جنم دیتی ہے۔

اس دوا کے مریض زندگی بھر گرم جوش، دوستانہ رویہ رکھنے والے ہوتے ہیں جو کہ دوستی اور محفل سے بہت زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ وہ فنکارانہ محفلوں میں جا کر مزید لطف اُٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے گرد لوگوں کے ہجوم سے لطف اندوز ہونے والے اس لئے بھی ہوتے ہیں کیونکہ وہ حقیقتاً ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں اور دوستوں کے معاملات کو اپنے ذاتی معاملات پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ بڑے ذہین اور نکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اُن کی کوئی بات دوسروں سے چھپی نہیں رہتی جو کچھ اُن کے دماغ میں آتا ہے وہ اُسے دوسروں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔ اُن کی گرم جوشی اور محبت آزادانہ دوسروں کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے اور دوسروں کے اندر سما جاتی ہے (خواہ دوست ہوں یا اجنبی)۔ اُن کی زندگی زیادہ تر لوگوں کے ساتھ تعلقات کے گرد گھومتی ہے۔ ایسے لوگ اچھے سیاستدان بنتے ہیں۔ دراصل ایسے لوگ سیاستدان انسانی حقوق دلانے کی وجوہات کی بناء پر بنتے ہیں۔ یا پھر یہ لوگ سیلز ایجنٹ بنتے ہیں کیونکہ وہ جس چیز کو بیچ رہے ہیں اُسے بیچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں پر بہت زیادہ اثر چھوڑتے ہیں اور کوئی بھی بات جو کہ اُن کی اہلیت سے باہر ہو، کو بھی کرنے میں پُرجوش ہوتے ہیں اور دوسروں کو اُس پر آمادہ کر لینے کے اہل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ہومیوپیتھک ڈاکٹر کے لئے بھی پُرلطف مریض ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ قابل رشک اور بااعتماد ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر جو کچھ انہیں بتاتا ہے وہ اُسے من وعن قبول کر لیتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں اور خوش دلی سے ڈاکٹر کی ہدایات کی پیروی کرتے ہیں۔ پہلی بار سے ہی جب مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو ڈاکٹر کو اپنا دوست سمجھتا ہے، اُس کے ساتھ بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملاتا ہے، اس کے سامنے کی سیٹ پر بیٹھتا ہے اور جب وہ بات کو زور دے کر کہنا چاہتا ہے تو ڈاکٹر کے ہاتھ کو پکڑنے یا چھونے کی کوشش کرتا ہے۔ مریض آزادانہ طریقے سے اور فراخدلی سے علامات بیان کرتا ہے۔ علامات دیتے وقت وہ بڑا گرم جوش ہوتا ہے نہ کہ سردمزاجی سے کرسی کی پشت سے لگا ہوا۔ اگرچہ ایسے مریض بہت سے خدشات اور تشویش کا شکار ہوتے ہیں مگر اُن کی تشویش ڈاکٹر کے چند الفاظ سے کی گئی یقین دہانی سے ختم ہو جاتی

فاسفورس کے مریض کی سوجھ بوجھ کے بکھرنے کا اندازہ اُس کے جلد گھبرا جانے اور چونک جانے سے ہو جاتا ہے۔ ہم سب ذہنی طور پر دن کو خواب دیکھنے والے ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہماری سوجھ بوجھ پھسل کر دوردراز کی جگہوں پر جا پہنچتی ہے یا پھر بہت سے دور دراز کے ماحول میں جا گھستی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ مریض دن دہاڑے خواب میں مگن ہو اور اچانک شور اُٹھ کھڑا ہو جیسا کہ ہارن بجنے سے' دروازہ بند ہونے سے یا پھر بجلی گرجنے سے تو مریض چونک جاتا ہے کیونکہ وہ اچانک اپنے شعور میں آ جاتا ہے (لاشعور سے) اور واپس اپنی حقیقی دنیا میں آ دھمکتا ہے۔ یہ ایسی کیفیت ہے جس کے لئے فاسفورس کا مریض نہایت ہی جلد اثر قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ دراصل حواس باختگی ہے جو کہ مریض آسانی سے کنٹرول نہیں کر پاتا۔ بجلی کی کڑک کے دوران عام آدمی ایک کڑک سننے کے بعد دوسری سننے کے لئے تیار ہو جائے گا لیکن فاسفورس کا مریض خودبخود بکھر جاتا ہے اور ہر شور پر چونکتا ہے۔

فاسفورس کی ابتدائی مرضیاتی تبدیلیوں میں عموماً جسمانی علامات زیادہ اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔ بچوں جیسی حرکات کے درجے میں (خواہ مریض پانچ سال کا ہو یا 35سال کا) مریض میں خون باآسانی بہنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر معمولی سے اشتعال میں آنے سے مریض کی نکسیر پھوٹ پڑتی ہے۔ مریضہ ہو تو اُس کی ماہواری کا خون (حیض) بہت زیادہ مقدار میں بہتا ہے اور لمبے عرصے تک بہتا رہتا ہے۔ خون ہر صورت میں تیز سرخ ہوتا ہے۔ فاسفورس کے مریض میں خون بہنے کا رجحان ایک علامتی خصوصیت ہے۔

فاسفورس کا مریض کتنا ہی گرم جوش اور سرخ و سفید کیوں نہ ہو اُس میں باہر کی طرف بکھرنے کا رجحان ملتا ہے اور باہر کی طرف بہاؤ یا بکھراؤ میں بہت کم قوت مدافعت ملتی ہے۔ اس سطح پر فاسفورس کا مریض معمولی سی نیند کر کے بھی تروتازہ اُٹھتا ہے۔ یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ نیند دراصل وہ وقت ہے جب کسی چیز کے متعلق فوری معلومات حاصل کرنے کے لئے دماغ تن آسانی اور سکون کی حالت میں ہوتا ہے اور فوری معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ ایسے لوگ جو کہ خود پر بہت زیادہ قابو رکھتے ہیں اور ذہین ہوتے ہیں آرام کی حالت میں جانے کے لئے بہت زیادہ وقت لگاتے ہیں اور گہری نیند سوتے ہیں مگر فاسفورس کے مریض جلد تروتازہ ہو جاتے ہیں (تھوڑی سی نیند

انہیں خوش باش کر دیتی ہے) اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس طرح سے اُن کا عقل وفہم بہت جلد ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے اور بکھر جاتا ہے۔ انہیں دماغ پر بہت زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا۔ ایسی حالت میں مریض میں فاسفورس کی مخصوص پیاس (بہت زیادہ ٹھنڈے پانی کی پیاس) پائی جاتی ہے۔ مریض اپنے معدہ میں جلن (آگ جلتی) محسوس کرتا ہے اور ٹھنڈی اشیاء سے اُس آگ کو بجھانا چاہتا ہے۔ لیکن یہ ٹھنڈک معدہ میں بہت تھوڑی دیر رہتی ہے جیسے ہی معدہ کے اندر ٹھنڈے مشروبات یا ٹھنڈی غذا گرم ہوتی ہے تو مریض کے معدے کی حالت ابتر ہونے لگتی ہے اور وہ قے کرنے لگتا ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں چاکلیٹ اور میٹھی اشیاء کھانے کی شدید رغبت ہوتی ہے۔ اگر ٹھنڈے مشروبات اور میٹھی اشیاء کی رغبت کو مدنظر رکھیں تو فاسفورس ذیابیطس کے لئے بہترین دوا نظر آتی ہے۔

جیسے جیسے جسمانی مرضیاتی تبدیلیاں مزید بڑھتی ہیں، خون کے بہنے کا عمل زیادہ گہرائی میں دکھائی دیتا ہے۔ مریض کے نظام ہضم کے کسی حصے میں بغیر درد کے خون کا بہاؤ ہوسکتا ہے جس کے نتیجے میں خون کی قے یا جسم پر خون کے سیاہ دھبے نمودار ہو سکتے ہیں۔ ابتدائی اور سطحی درجے میں مریض کو برونکائیٹس ہوسکتی ہے جس کے نتیجے میں بھی سرخ خون تھوک کے ذریعے خارج ہوسکتا ہے۔ مریض کو پیشاب میں خون بھی آ سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری تکلیف دیکھنے میں نہیں آتی۔

ایسی صورت میں لیبارٹری ٹیسٹ اور ایکسریز بھی کوئی تکلیف ظاہر نہیں کرتے مگر مریض کو پیشاب میں خون آتا رہتا ہے۔ ان حالات میں مریض کی ممکنہ دوا فاسفورس خیال کی جاتی ہے۔

جسمانی علامات کے دوران مریض میں چند جذباتی اور دماغی علامات بھی نظر آتی ہیں جیسے ہی مرضیاتی تبدیلی اپنے دوسرے درجے میں داخل ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مریض کی چند جسمانی علامات معدوم ہو جاتی ہیں اور اُس میں تشویش اور خوف بڑھنے لگتا ہیں۔ مریض میں یقیناً دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے حقیقی تشویش اور پریشانی پائی جاتی ہے۔ (دوسروں کے لئے خواہ دوست ہوں یا اجنبی مریض دونوں کے لئے ایک جیسی ہی تشویش رکھتا ہے۔) یہ تشویش مریض میں اس قدر مرضیاتی تبدیلی (تشویش کے متعلقہ) پیدا کر دیتی ہے کہ مریض کی اپنی طاقت منتشر ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ ہمدردی کی اصل روح ہے جبکہ اسی علامت کے تحت دوسری ادویات (دوسروں کے متعلق تشویش) میں مریض

اپنی ذاتی غرض کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہوتا ہے۔

فاسفورس میں صحت کے متعلقہ شدید تشویش پائی جاتی ہے۔ اس دوا کا مریض اس قدر دوسروں پر توجہ دینے والا ہو جاتا ہے کہ اگر اُسے کسی شخص کے بارے میں پتہ چلے کہ وہ بیمار ہو گیا ہے تو وہ اس قدر تشویش میں مبتلا ہو گا کہ خود بیمار پڑ جائے گا۔ مریض کے اس طرح مجروح ہونے کو ہمدردی سے کم کیا جاسکتا ہے۔ ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر کے ہمدردانہ اور یقین دلانے والے الفاظ (کہ مریض کو کوئی زیادہ تکلیف نہیں) فاسفورس کے مریض کو سکون کا سانس دلاتے ہیں اس طرح سے وہ ڈاکٹر کا بے حد شکرگزار ہو جاتا ہے۔

مریض میں بہت سے خوف اچانک پیدا ہوتے ہیں۔ مریض اندھیرے سے تنہائی سے، شام کے ملگجے سے خوف زدہ ہوتا ہے۔ مریض گرج چمک سے خوفزدہ ہوتا ہے۔ شروع شروع میں یہ تشویش اور خوف معمولی درجہ کے ہوتے ہیں اور ٹھنڈے مشروبات اور نیند سے ان کا تدارک ہو جاتا ہے۔

جیسے ہی مرضیاتی تبدیلی تیسرے درجے میں داخل ہوتی ہے تو مریض تشویش اور خوف کے لپیٹے میں آ جاتا ہے۔ وہ خوف جو پہلے معمولی سی یقین دہانی سے کم ہو جاتے تھے۔ وہ شدید ہو جاتے ہیں اور مریض کی سوچ بار بار اُنہی کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اس حالت میں مریض کو سکون حاصل کرنا محال لگتا ہے اور اُس کی تشویش کو مزید ہوا ملتی ہے اور وہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے جس کے نتیجے میں مریض کے خون کا pH بگڑ کر غیر متوازن ہو جاتا ہے اور مریض نیند کے دوران بھی اس تشویش اور خوف سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ ایسی صورت میں مریض جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو وہ بڑا غیر فرحت بخش ہوتا اور شدید تشویش میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ (یہ علامت گریفا ئیٹس، لیکیسس اور آرسینک البم میں بھی ملتی ہے۔)

آخر کو یہ مسلسل تشویش ''آزاد بہاؤ والی تشویش'' بن جاتی ہے جس میں مریض کو اپنی اس تشویش کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ مریض کو یہ خوف ہوتا ہے کہ کوئی بُری خبر یا حادثہ پیش آنے والا ہے جو کہ اُس کی زندگی کو تباہ کر دے گا۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ خوف پس پردہ چلنے والی موسیقی کی طرح مسلسل مریض کے ذہن پر سوار رہتا ہے۔ مریض خوف محسوس کرتا ہے کہ اُسے بہت سی بیماریاں لاحق ہونے والی ہیں۔ خاص طور پر کینسر کی بیماری (نہ کہ دل کی بیماری) آخرکار یہ خوف کسی بھی بیماری کے لاحق ہونے کا خوف بن جاتا ہے۔

جب سب خوف اکٹھے ہو جاتے ہیں تو جو اِن سب خوفوں کا نتیجہ موت کے خوف کی صورت میں مریض پر وارد ہوتا ہے۔ ایک خوفناک خیال کہ وہ قریب المرگ ہے۔ خاص طور پر جب مریض تنہا ہوتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ وہ مرنے لگا ہے۔ مریض کے اندر اضطراری حرکتیں محسوس ہوتی ہیں جیسا کہ مریض کے اندر بلبلے اُٹھ رہے ہوں۔ ہیجانی کیفیت پیدا ہو رہی ہو اور مریض کی دھڑکن بڑھتی جا رہی ہو۔ یہ وقت ہوتا ہے جب مریض اپنے پاس کسی نہ کسی کا ہونا ضروری سمجھتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے کہ موت کسی بھی وقت وارد ہوسکتی ہے۔ ساتھ میں کسی نہ کسی کے ہونے کی یہ ضرورت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اگر مریض گھر میں اکیلا ہوتو وہ بھاگ کر گھر سے باہر آ جاتا ہے تاکہ وہ کسی دوست کو تلاش کرے اور اُس سے باتیں کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے۔ یہ آرسینک کے مریض کی طرح دوسروں کے ساتھ اپنی صحت کے متعلقہ باتیں کرنے کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ فاسفورس کا مریض کسی بھی شخص کے ساتھ کسی بھی موضوع پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اُس کا مقصد صرف خود کو باتوں میں اُلجھا کر خوف سے نجات حاصل کرنا ہوتا ہے۔

جیسے جیسے خوف کی کیفیت بڑھتی جاتی ہے، بہت سی دوسری جسمانی علامات غائب ہونے لگتی ہیں۔ مریض کی پیاس ختم ہو جاتی ہے اور مریض کی نمک کھانے اور مچھلی کھانے کی شدید خواہش کم ہو جاتی ہے۔

آخرکار چوتھے درجے میں مریض کا دماغ مکمل طور پر بکھر جاتا ہے۔ خوف غائب ہو جاتے ہیں لیکن دماغ میں خلل پڑنے لگتا ہے۔ مریض توجہ مرکوز کرنے میں تکلیف محسوس کرتا ہے اور آسانی کے ساتھ مریض کسی بات کو سوچنے کے قابل نہیں رہتا اور یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہو جاتا ہے کہ دوسرے اُسے کیا کہہ رہے ہیں۔ مریض اپنے دوستوں اور ماحول سے بے بہرہ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ پاگل پن کی صورت میں نکلتا ہے۔ فاسفورس کے مریض کی مرضیاتی تبدیلی بعض اوقات صدمے (Shoke) صدمے کی صورت میں سامنے آتی ہے جس میں بہت سی دماغی صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

مرضیاتی تبدیلی کے آخری درجے میں ہومیوپیتھک معالج کے لئے فاسفورس کا دوسری ادویات سے امتیاز کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے مریض کی سابقہ ہسٹری اور مرضیاتی تبدیلیوں کا مرحلہ وار جائزہ ہی معالج کے لئے ممدومعاون ثابت ہوسکتا ہے جو کہ فاسفورس کی نشاندہی کرے۔ جب معالج کو فاسفورس کی اصل روح اور جوہر کسی مریض

ہیں نظر آ جائے تو دوا کی تصدیق کے لئے اُس کیلئے ان علامات کو معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ نمک کی خواہش، بائیں کروٹ سو نہ سکنا، انگلیوں کے پوروں میں چیونٹیاں رینگنا، درد کے بغیر مریض کی آواز کا جاتے رہنا۔ اس دوا کے کچھ مریض گرم مزاج اور کچھ سرد مزاج ہو سکتے ہیں لیکن گرم مزاجی اور سرد مزاجی بیک وقت ایک ہی مریض میں نہیں پائی جا سکتی۔

39—پلاٹینم میٹ (پلاٹینا)

پلاٹینا ایسی دوا ہے جو کہ مثال بنتی ہے کسی خاص شخص کے اعمال میں بگاڑ کا یا پھر کسی خاص شخص کے نارمل اور مرضیاتی تبدیلی کے درمیان تضاد کی۔ اس دوا کا مریض ایک طرف تو بہت شدت اور زیادتی کے ساتھ جنسی معاملات میں لگے رہنے کا خواہش مند ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ اپنے عاشقانہ تعلقات کے ساتھ بڑا بااُصول اور رومان پسند ہوتا ہے۔ یعنی (ایک طرف تو وہ جماع میں ملوث رہتا ہے تو دوسری طرف اپنے رومان کو پروان چڑھانے کے لئے اُس کی بڑی بااُصول سی سوچ ہوتی ہے) اُس کی فطرت کے ان دونوں معاملات میں تضاد اور تناؤ مریض میں حساسیت اور شدت پیدا کرتا ہے جو کہ مرضیاتی تبدیلیوں کے پیدا ہونے کا موجب بنتا ہے۔ یہی دوغلاپن اس دوا کی خصوصیات کی روح ہے عموماً پلاٹینا مخصوص فطرت کے لوگوں کو اپنے دائرہ اثر میں لیتی ہے۔ جسمانی طور پر ایسا شخص دبلا پتلا، کالے بالوں اور کالی آنکھوں والا اور سیاہ رنگت والا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا چہرہ عموماً گول اور چمکیلے حسیاتی ہونٹ ہوتے ہیں۔ یہ دوا زیادہ تر حساس قسم کی عورتوں پر کام کرتی ہے جو بیک وقت شہوانی اور مثالی کام کرنے کی طرف راغب ہوتی ہیں۔ بچوں میں پلاٹینا کے مریض بڑے مغرور اور دیانت دار ہوتے ہیں۔

پلاٹینا کی مرضیاتی تبدیلی کا ظہور دو سطحوں پر ہوتا ہے۔ ابتدائی طور پر جنسی سطح پر اور دماغی سطح پر۔ اس دوا کی مریضہ عورتیں جوانی ہی سے شدید جنسی خواہش رکھتی ہیں جو کہ پاگل پن کی حد تک شدید ہوتی ہے۔ جوانی سے شروع ہو کر تمام زندگی وہ اپنے جنسی اعضاء کی جمالیاتی حس سے مجبور ہو کر (مرد مشت زنی، عورتیں انگشت زنی) کرتی ہیں۔ (اوریگنم بھی ایک دوا ہے جس میں جوان لڑکیاں انگشت زنی کرتی ہیں لیکن اُس کا تعلق زیادہ تر بچپنے سے ہے جیسا کہ تین سے سات سال کی عمر کے دوران نہ کہ بلوغت پر)

پلاٹینا کی عورتیں زیادہ تر بلوغت کی عمر میں جنسی معاملات میں اُلجھتی ہیں اور جذباتی ہو کر اپنی مرضی سے خود کو جنسی تعلقات کے سپرد کر دیتی ہیں حالانکہ وہ بڑی رومان پسند اور مثالی محبت کرنے کی خواہش مند ہوتی ہیں۔ اس کا اگر دوسری ادویات سے موازنہ کریں تو ہمیں اس کے مدمقابل نیٹرم میور، سیپیا، کاسٹی کم اور کلکیر یا کارب نظر آتی ہیں۔ لیکن ان کی مریض عورتیں بڑی عمر میں جا کر خود کو جنسی تعلقات میں ملوث کرتی ہیں۔ دوسری طرف وہ ادویات ہیں جن میں جنسی معاملات نوجوانی میں ہی شروع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں نکس وامیکا، لیکیسس، کافیا، پلاٹینا اور سٹافی سیگریا پائی جاتی ہیں۔

سٹافی سیگریا کا مریض جذباتی طور پر اس قدر حساس ہوتا ہے کہ وہ جنسی تعلقات کے لئے دوسروں کا سامنا نہیں کر پاتا اس لئے وہ تخیلاتی زندگی گزارتا اور ''انگشت زنی، مشت زنی'' کرتا ہے لیکن پلاٹینا کی مریض عورتیں حقیقی طور پر جماع کی خواہش مند ہوتی ہیں اور اُن کی خواہش اس قدر شدید ہوتی ہے کہ کوئی عام آدمی اُن کی خواہش کو پورا نہیں کر پاتا اور نہ ہی وہ انہیں جنسی طور پر مطمئن کر پاتا ہے۔ جب مریضہ جنسی طور پر مطمئن نہیں ہو پاتی تو وہ بدظن ہو جاتی ہے اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ایک سے دوسرے شخص کے ساتھ تعلقات قائم کرتی چلی جاتی ہے تاکہ اُس کی جنسی خواہش کی تکمیل ہو اور وہ پُرسکون ہو سکے۔ اُسے اس صورتحال میں بھی سکون تو نہیں ملتا البتہ اُس کی بدظنی میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

ریپرٹری میں پلاٹینا کو ''غم سے تکالیف'' کی علامت کے تحت اٹیلک الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن میرے خیال میں انہیں بڑے الفاظ میں لکھا جانا چاہئے کیونکہ پلاٹینا کے مریض محبت میں ناکامی اور جنسی تعلقات میں بار بار بے اطمینانی (مکمل اطمینان حاصل نہ ہونا یعنی مریض کی مرضی یا خواہش کے مطابق جماع میں لذت حاصل نہ ہونا اور مریض کا بے اطمینان ہو کر دوبارہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے اسی تگ و دو میں رہنا) مریض کے اندر دُکھ اور غم بھر دیتا ہے جس کی وجہ سے اُس کے اندر ابتدائی مرضیاتی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ دماغی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ اس دوا کی عورت اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے حال پر چھوڑ دیتی ہے اور مایوسی کا شکار ہو جاتی ہے۔ وہ دماغی طور پر جنسی مصنوعات پر غور کرتی ہے اور دنیا میں جنسی تعلقات اور محبت کے انداز کا بغور جائزہ لیتی ہے اور یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہے کہ اُس کی جنسی خواہش مکمل طور پر کیوں

پوری نہیں ہوتی اور اس بات پر بھی پریشان ہوتی ہے کہ دنیا میں دوسرے لوگ بھی تو ہیں جو اس معاملے میں اتنی شدید خواہش نہیں رکھتے پھر میری ہی خواہش اس قدر شدید کیوں ہے۔ وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتی ہے کہ کسی طرح اُس کی خواہش متوازن (نارمل) ہو جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں اُس کی ضرورت کا پورا ہونا اُسے ناممکن نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی خواہش کو اپنے دماغ میں دفن کر دینا چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ ایسی کوئی سوچ پیدا ہی نہ ہو۔ وہ اپنی جنسی خواہش کو جتنا دباتی ہے رومانوی اور تخیلاتی سوچیں اُسی قدر اُبھر کر اُس کے دماغ میں مرضیاتی تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں۔ اُس کی جنسی خواہش اور مثالی قسم کی محبت کرنے کی سوچ دو متضاد قسم کے جذبے ہوتے ہیں۔ بہت سے بار بار ملنے والے صدموں اور مایوسیوں کے بعد مریضہ میں بے راہ روی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بے راہ روی جذباتی اور دماغی دونوں سطحوں کو اپنے زیر اثر لے آتی ہے۔

غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ مسلسل جنسی خواہش کے پورا نہ ہونے سے ملنے والے صدموں اور مایوسیوں سے مریضہ تنک مزاج، غصیلی، بدلہ لینے کی خواہش رکھنے والی بن جاتی ہے اور اپنے گرد ایک حصار کھینچ لیتی ہے۔ مریضہ میں جو بے راہ روی کی حس پیدا ہوتی ہے اُس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی عزت نفس کو بہت زیادہ اہمیت دینے لگتی ہے۔ خود کو اعلیٰ مرتبہ اور دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگتی ہے۔ وہ متکبر اور مغرور ہو جاتی ہے اور سمجھتی ہے کہ دنیا میں اُس جیسا کوئی نہیں۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ زیادہ بہتر اور اچھے جذبوں کے ساتھ محبت کر سکتی ہے اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ مکمل اور اہلیت رکھنے والی ہے۔ وہ خود کو منفرد قسم کی شخصیت سمجھتی ہے جسے لوگ سمجھ نہیں سکتے کیونکہ اُن میں اُس کو اور اُس کی باتیں سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتی ہے کہ لوگ اُس کی محبت کا مکمل طور پر ادراک رکھنے سے قاصر ہیں اور یہ کہ وہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ یہ دنیا اُس کے قابل ہی نہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ اس دنیا کے لئے بنائی ہی نہیں گئی۔

اس دوا کی علامات کو ہم مختصراً یوں لکھ سکتے ہیں کہ یہ خاص طور پر عورتوں کی دوا ہے جو کہ جنسی تسکین حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہیں کیونکہ اُن کی خواہش ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے (عام لوگوں سے) وہ مثالی قسم کی محبت کرنے کی سوچ رکھتی ہیں۔ اُن کی جنسی خواہش بے اعتدالی کی حد تک بڑھی ہوتی ہے۔ وہ محبت کی ایک منفرد سوچ رکھتی ہے۔ یہ دنیا کسی بھی معاملے میں حقیقی طور پر اُسے مطمئن نہیں کر پاتی اس لئے وہ مایوسی کا

شکار ہوتی ہے۔ اس لئے عرصہ دراز تک اپنی خواہش کو تخیلاتی اور مثالی سوچوں میں دبانے کی وجہ سے اذیت پسند بن جاتی ہے۔ جو آہستہ آہستہ اُس کے اندر شدید قسم کی انا پرستی بھر دیتی ہے اور مریضہ خود کو دنیا کی منفرد ہستی سمجھتی ہے۔ مغرور و متکبر ہوتی ہے' دوسروں کو انسان ہی نہیں سمجھتی۔ اُسے ہر شخص اپنے سے کمتر لگتا ہے۔

ایسے مریضوں کا کیس لیتے وقت سوال کرنے والے کو فوراً پلاٹینا کی متکبر اور مغرور شخصیت والی علامات پر سوال نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ وہ ایسی علامات نہیں دیتے۔ یہ بات تو اُس کی باتوں اور دوسری علامات سے ہی اخذ کرنا پڑتی ہے۔ ایسے حساس قسم کے مریض جو کہ اپنی شہوانی خواہشات کو اپنے دماغ میں دبا لیتے ہیں وہ بڑے ذہین بھی ہوتے ہیں اور بڑے چالاک بھی۔ مریضہ اپنی مایوسی کو حقیقی طور پر بیان کرنے کی بجائے کہتی ہے: دنیا میں محبت کی قدر اور محبت کے قدر دان ہی نہیں رہے۔ اُس کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ بچوں کو اس دنیا میں لے کر آنا ظلم ہے اس لئے وہ بچے پیدا نہیں کرنا چاہتی (ایسا رویہ آپ کو اگنیشیا' نیٹرم میور اور سٹافی سیگریا کے مریضوں میں بھی ملے گا۔) مریضہ کا اندرونی تکبر اُس کے اردگرد کے لوگوں کو بے ہودہ قسم کا لگے گا۔ مثال کے طور پر ایسی مریضہ اپنے اندرونی تکبر کی وجہ سے سوموار کو ہونے والی کمپنی کی گفت و شنید میں شامل ہونے سے انکاری ہو جاتی ہے اور یہ انکار اُس کے تکبرانہ رویئے کی وجہ سے ہوتا ہے جو دوسروں کو اُس کی بے ہودگی لگتی ہے۔ اس موقع پر اگر ہومیوپیتھک ڈاکٹر صحیح تشخیص کر لے تو پلاٹینا کی صرف ایک خوراک مریض کو درست کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے کیونکہ ابھی مرضیاتی تبدیلی بہت زیادہ رونما نہیں ہوئی ہوتی۔ بعد کی مرضیاتی کیفیتوں میں بھی پلاٹینا کام کرتی ہے مگر اُس صورت میں علاج لمبا ہو جاتا ہے۔

اس مرضیاتی کیفیت کے بعد مریضہ اپنے اندر کچھ جسمانی اور کچھ تخیلاتی تبدیلیاں محسوس کرنے لگتی ہے جن سے اُس کے اندر کے تضاد کی جھلک ملتی ہے۔

ان علامات میں جو کہ مریضہ محسوس کرتی ہے' مخصوص ترین علامت یہ ہے کہ وہ محسوس کرتی ہے کہ اُس کے اعضاء سائز میں بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ یا پھر یہ کہ تمام دنیا کے لوگ اور چیزیں سکڑ کر چھوٹی ہو گئی ہیں۔ میں آپ کے سامنے اس کی ایک واضح مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک عورت جس کو پہلے فاسفورس دی گئی تو اگلی مرتبہ وہ کچھ واضح علامات کے ساتھ تشریف لائی۔ اُن علامات میں سے چند علامات یہ تھیں۔ مریضہ کہنے لگی

کہ "ڈاکٹر صاحب مجھے رات کو جاگ آ جاتی ہے جس سے میں محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی اجنبی جگہ پر ہوں۔ میرے اردگرد عجیب و غریب قسم کا فرنیچر پڑا ہے۔ فرنیچر فضاء میں تیرتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور لوگ مجھے بہت چھوٹے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں ایک اونچی پہاڑی پر کھڑی ہوں اور پہاڑی کے بہت نیچے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو دیکھ رہی ہوں۔"

دوسری چند ادویات میں بھی اس قسم کی علامات ملتی ہیں۔ سباڈیلا میں مریض کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اُس کے جسم کے حصے مسخ ہو کر بکھر گئے ہیں جبکہ کینابس انڈیکا میں مریض کو بار بار وہم ہوتا ہے کہ اُس کے اردگرد کا ماحول تباہ برباد ہو گیا ہے۔ پلاٹینا میں مریض خیال کرتا ہے کہ اُس کے اعضاء بہت بڑھ گئے ہیں۔ بعض اوقات مریض کو اس کی بجائے یہ وہم ستاتا ہے کہ اُس کے جسم کے گرد کوئی بندھن ہے جو اُس کے اعضاء کو سکیڑ رہا ہے یا پھر اُسے اپنے اعضاء میں سُن ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ خاص طور پر مریضہ اپنے ہونٹوں کے گرد سُن ہونے کا احساس پاتی ہے۔ خصوصی طور پر چہرے کا حصہ شہوانیت سے پُر دکھائی دیتا ہے۔ مریضہ کو یہ بھی خوف ہوتا ہے کہ اُس کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے اور ٹیڑھا ہو گیا ہے (چہرے کے اعصاب کا فالج "Ball's Palsy" پلاٹینا سے ٹھیک ہوتا ہے۔)

تکبر، غرور اور بدتمیزی کے باوجود مریضہ میں شدت اور طاقتور قسم کی جنسی خواہش اُبھرتی ہے چونکہ وہ اُس کو مکمل طور پر دبانے کی اہل نہیں ہوتی لہٰذا وہ مردوں سے تعلقات استوار رکھتی ہے لیکن اُس کے ساتھ ساتھ وہ اُن کے لئے ہتک کا جذبہ بھی رکھتی ہے (یعنی اُن کے لئے اپنے دل اور دماغ میں حقارت بھی محسوس کرتی ہے۔)

آخرکار وہ جنسی تعلقات کو محبت کے جذبات سے الگ کر لیتی ہے اور جنسی تعلقات صرف اپنے اندر کی بے اطمینانی کو ختم کرنے کے لئے کرتی ہے۔ اس حالت میں مریضہ میں غیر طبعی نفسانی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ نفسانی خواہش اس قدر شدید ہوتی ہے کہ وہ مطمئن نہیں ہو پاتی۔ اس لئے وہ مختلف قسم کی جنسی بدفعلیوں میں ملوث ہو جاتی ہے۔

پلاٹینا کی مرضیاتی تبدیلیوں کے پہلے درجے میں مریضہ میں غرور اور جنسی بے اعتدالیوں والی کیفیات ادل بدل کر آتی ہیں البتہ غرور و تکبر والا عنصر مریضہ پر زیادہ غالب رہتا ہے۔ وہ پریشان اور زچ سی کیفیت میں ہوتی ہے اور ذہانت کے حوالے سے اپنی

فطرت کے بڑے عنصر کی شدت کے مطابق غرور میں مگن رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے غرور پر تھوڑی دیر کے لئے قابو پا لے تو ایسے میں شہوانیت اُس پر غالب آ جاتی ہے اور نفسانی خواہشات اُسے اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ غیر طبعی جنسی خواہشات کا شکار ہو جاتی ہے۔

پلاٹینا کے مریضوں میں علامات کا ادل بدل کر آنا بھی ایک اہم علامت ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مریضوں میں دماغی اور جنسی علامات باری باری آ سکتی ہیں۔ اکثر جسمانی علامات اور دماغی علامات ایک دوسرے کے ساتھ بدل کر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب مریض میں (مریضہ) جسم کے حصوں کے بڑھے ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے تو مریض کی جسمانی علامات، غائب ہو جاتی ہیں جیسے ہی اوہام غائب ہوتے ہیں جسمانی علامات لوٹ کر آ جاتی ہیں تاہم مزاج میں بگاڑ اور جنسی خواہش کا غیر طبعی طور پر بڑھنا مریض میں نمایاں رہتا ہے۔

اگر مریضہ اچھے طریقے سے خود پر قابو پا لے اور اپنی خواہشات کو دبا لے تو سابقہ زندگی میں دنیا کی دیگر چیزوں کے لئے پائی جانے والی حقارت سے اجتناب زیادہ دیر تک کامیاب نہیں رہتا۔ مریضہ زودرنج ہو جاتی ہے۔ خفا خفا رہنے لگتی ہے اور گستاخ زبان یا زبان دراز بن جاتی ہے۔

مریضہ کی بیماری کا دارومدار اُس کی سابقہ اور آنے والی زندگی کے واقعات پر ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسے ماحول میں پلی ہے جہاں اُس کی شہوانیت کو کھلے عام اظہار کا موقع ملا ہو تو اُس کی نفسانی فطرت بہت زیادہ اُس کے قابو سے باہر ہو گی۔

مریضہ عرصہ دراز تک مغموم اور اُداسی کا شکار بھی رہ سکتی ہے۔ جب وہ محسوس کرتی ہے کہ یہ دنیا اُسے مطمئن نہیں کر سکتی تو اُس میں خودکشی کے جذبات بھی اُبھر سکتے ہیں۔ تاہم وہ خودکشی کرنے کا ارادہ نہیں کرتی۔ اُس میں اپنے قریب ترین لوگوں کو قتل کرنے کا جذبہ بھی اُبھر سکتا ہے (جیسا کہ اپنے خاوند، بچوں کو)۔ یہ علامت نکس وامیکا، مرک سال اور آرسینک البم میں بھی ملتی ہے لیکن پلاٹینا میں یہ خواہش خاص طور پر چاقو دیکھ کر بڑھتی ہے لیکن پلاٹینا کے مریض کی یہ خواہش اُس کے قابو میں ہوتی ہے اور شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ اُس نے اس خواہش پر عملدرآمد کیا ہو لیکن اگر مریضہ اس طرح کے خوف سے مکمل طور پر مغلوب ہو تو اُس میں غیر طبعی سا خوف پیدا ہوتا ہے۔ وہ خوف یہ ہوتا ہے کہ اُس

کے خاوند کو حادثہ پیش آئے گا اور وہ مر جائے گا۔ اُسے مکمل یقین ہو جاتا ہے کہ دن ہو یا رات اُس کا خاوند ضرور قتل ہو جائے گا۔ وہ رات رات بھر اپنے خاوند کے گھر لوٹنے کا انتظار کرتی ہے۔

مرضیاتی تبدیلی کے تیسرے درجے میں مریض میں حقیقی پاگل پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پاگل پن کا دارومدار مریض کی مرضیاتی تبدیلی کی سمت پر ہوتا ہے۔ اگر مریضہ میں غرور اور تکبر زیادہ ہو تو اُس میں اس طرح کا پاگل پن پیدا ہوتا ہے جس میں وہ اس وہم کا شکار ہوتی ہے کہ وہ جاہ و جلال اور عظمت کی مالک ہے۔ اس سے پہلے بھی اُس کے اندر یہ سوچ پیدا ہوا کرتی ہے مگر وہ اس سوچ کو اپنے تک محدود رکھتی ہے مگر پاگل پن کے درجے میں وہ اس کا اظہار لوگوں سے کرتی ہے۔ وہ دوسروں سے کہتی ہے کہ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور خود کو ملکہ تصور کرتی ہے۔ (مرد ہو تو خود کو بادشاہ کہتا ہے۔) وہ دوسروں کو اپنی رعایا سمجھتی ہے اور دوسروں سے اپنی عزت کروانا اپنا حق سمجھتی ہے۔ وہ خود کو عظیم تر اور طاقتور ترین مخلوق تصور کرتی ہے۔ وریٹرم البم کا مریض اس کے برعکس خود کو حضرت عیسیٰؑ یا خود کو جوہن پیپٹسٹ (عیسائیوں کے ایک مخصوص طبقے کا امام) کہتا ہے۔ اُسے اپنی شخصیت میں دوسری شخصیت (مذہبی رہنما کی) جھلک ملتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اُسے زندگی میں ایک اہم مشن سونپ دیا گیا ہے جبکہ پلاٹینا میں مریض یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی ذاتی انا اور عظمت سب سے اعلیٰ مرتبت ہے اور یہ اُس کے متکبرانہ مزاج کی بڑھی ہوئی شکل ہوتی ہے۔

پلاٹینا کے مریض کے پاگل پن کی دوسری تصویر شدید جنسی جنون کی شکل میں ملتی ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ اس دوا کی مریضہ ہائیوسائیمس کی مریضہ کی طرح صرف بے شرم ہی نہیں ہوتی اور اپنے جنسی اعضاء کو صرف ننگا ہی نہیں کرتی بلکہ وہ عملی طور پر اپنے جنسی جنون کا اظہار اس طرح کرتی ہے کہ وہ جان پہچان والوں کے پاس ہی نہیں بلکہ اجنبیوں کے پاس جا کر بھی انہیں جنسی افعال کی دعوت دیتی ہے۔ (یہ علامت ٹیرنٹولا میں بھی بالکل اسی طرح ہے اور اسے پلاٹینا سے الگ کرنا بہت مشکل ہے۔) جسمانی علامات میں تاہم پلاٹینا کا مریض محسوس کرتا ہے کہ اُس کے جسم کے کچھ حصے یا مکمل جسم جسامت میں بہت بڑھ گیا ہے۔ یا پھر یہ کہ اُس کا جسم مکمل طور پر کسی بندھن (رسی وغیرہ سے) باندھ دیا گیا ہے۔ یہ علامات ٹیرنٹولا کے مریضوں میں نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ اینا کارڈیم کے مریض

میں پلاٹینا سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ پلاٹینا کے مریض میں سُن ہونے کا احساس (خصوصاً ہونٹوں کے گرد) محسوس ہوتا ہے۔ مریضہ کے جنسی اعضاء میں شدید شہوانیت اُبھرتی ہے مزید یہ کہ چھونے سے بھی اُن کے اعضاء میں شدید درد محسوس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یہ تکلیف خود کو جماع سے باز رکھنے کے لئے مزاحمت کرنے پر بھی محسوس کرتی ہے اور ڈاکٹر کے معائنہ پر بھی۔ یہ جنسی اعضاء کی حساسیت جنسی اعضاء میں کھنچاؤ اور فرج میں تناؤ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس دوا سے ایک حاملہ عورت کے رحم میں پائے جانے والے شہوانی تشنج کو ٹھیک کیا گیا۔ یہ شہوانی دورے اس قدر شدید اور بار بار پیدا ہو رہے تھے کہ مریضہ کو بے ساختہ اسقاط حمل کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

مختصراً پلاٹینا کی علامات کا اصل جوہر یہ ہے کہ مریضہ شہوانی خیالات اور محبت میں مثالی محبت کے جذبات رکھنے والی ہوتی ہے۔ مغرور ہوتی ہے خصوصاً اس کے زمرے میں ایسی حساس عورتیں آتی ہیں جو بار بار جذباتی مایوسی کا شکار ہو کر تکبر اور پھر شاہی خاندان سے تعلق کے وہم میں مبتلا ہو چکی ہوں۔ یا پھر شدید جنسی بے راہ روی کا شکار ہوں اور جنسی تعلقات میں وہ کسی سے بھی مطمئن نہ ہوتی ہوں۔

---

40 — پلمبم میٹ

پلمبم میٹ جدید زمانے کی بیماری Arteriosclerosis (خون کی شریانوں کے سخت ہو جانے کی بیماری) میں زیادہ تجویز کی جاتی ہے۔ پلمبم کی علامات خون کی شریانوں کے سخت ہونے کی علامات کے ساتھ بہت ملتی جلتی ہیں۔ یہ دوا بہت آہستہ اور سست رفتاری سے تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ ابتدا میں تو صرف مریض کسی تبدیلی کا صرف احساس ہی کرتا ہے مگر آہستہ آہستہ اور بتدریج مریض کی تمام سطحوں (جسم، جذبات، دماغ) پر ادھرنگ یعنی آدھا فالج یا مفلوج کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

عقل و فہم کے حوالے سے دیکھیں تو مریض کے دماغ میں بے حسی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ سستی و کاہلی سمجھنے کی صلاحیت اور بیان کرنے کی صلاحیت دونوں میں ہوتی ہے۔ یہ دماغی کمزوری بڑے ڈرامائی انداز میں وقوع پذیر ہوتی ہے جس سے جسمانی سطح پر بھی مرضیاتی تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور جو اہم علامت اُبھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہوتی ہے

کہ مریض کے جسم میں سوئی بھی چبھوئیں تو اُس کا احساس اُسے بڑی دیر سے ہوتا ہے۔ (یہ علامت اگرچہ کاکولس کے مریضوں کے لئے منسوب ہے تاہم ایلومینا اور پلمبم میں بھی ملتی ہے)۔ بیرونی تحریکات اور اثرات کو مریض سمجھ نہیں پاتا اور اسے بہت دیر سے احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح مریض بات کو سمجھنے اور عقل و فہم سے پرکھنے میں بھی دیر لگاتا ہے اور جب سمجھنے میں دیر لگتی ہے تو ظاہری بات ہے کہ اُس کا ردعمل بھی دیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

پلمبم میٹ کی دماغی زوال پذیری کی ایک اہم علامت یہ ہے کہ مریض خاص طور پر الفاظ بھول جاتا ہے۔ مزید یہ کہ یہ بھول جانے کی تکلیف مریض کی عمر کے حوالے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے (تعلق زیادہ تر بڑھاپے سے نہیں)۔ مریض ایسی کیفیت میں الفاظ یاد کرنے کے لئے بہت زور لگاتا ہے تاکہ اپنی بات کہہ سکے مگر وہ الفاظ یاد کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دماغ کا وہ حصہ جہاں پر الفاظ یاد رکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہاں پر خون کی نالیوں کے سخت ہونے کی وجہ سے خون پوری طرح نہیں پہنچتا اور وہ حصہ جو یادداشت کو کنٹرول کرتا ہے' کمزور ہو جاتا ہے۔

جوانی میں بھی پلمبم کے مریض کے لئے دماغی کام کرنا بہت مشکل اور سخت ذہنی مشقت کا کام ہوتا ہے۔ جب اُسے آپ کچھ پوچھیں گے تو وہ اُس کا بڑی مشکل سے جواب دیتا ہے۔ یہ سستی اور کاہلی فاسفورس کی طرح کی نہیں ہوتی جو کہ خالی دماغ کی وجہ سے ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا تعلق مرک سال کی طرح ہوتا ہے جس میں مریض ذہنی طور پر اُلجھا ہوا ہوتا ہے۔ پلمبم کے مریض کا دماغ ذہنی کارکردگی میں سست ہوتا ہے اور مریض کو جواب دینے کے لئے شدید مشقت کرنا پڑتی ہے۔ آپ مریض کے چہرے کا بغور جائزہ لیں تو اُس کی بھنویں سکڑی ہوئی اور ماتھے پر تیوڑیاں آپ کو مریض کی طرف سے کی جانے والی ذہنی مشقت کی نشاندہی کریں گے جو اُسے سوال کا جواب دینے کے لئے کرنا پڑ رہی ہوتی ہے۔ یہ پلمبم میٹ کے مریض کی نہایت ہی اہم علامت ہے۔

جذباتی سطح پر بھی مریض میں فالجی کیفیت ملتی ہے جسے ہم Apathy (مردہ دلی) سے منسوب کر سکتے ہیں۔ یہ مردہ دلی اور سردمہری کسی بوڑھے مریض کی کیفیت کی طرح ہوتی ہے جسے عرصہ دراز سے شریانوں کی دیواروں کے سخت ہو جانے کا عارضہ رہا ہو۔ مریض میں نہ تو کوئی سکت ہوتی ہے اور نہ ہی اندرونی جذباتی کیفیت۔ پلمبم کے مریضوں میں یہ کیفیت رات بھر میں نہیں آتی بلکہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد سامنے آتی ہے۔

پلمبم کی مرضیاتی تبدیلیاں بڑے جگرے والے لوگوں میں پیدا ہوتی ہیں جو کہ تمام زندگی انا پرست اور خودغرض رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے تمام زندگی سب کچھ اچھے طریقے سے کیا ہوتا ہے۔ اچھا کھایا ہوتا ہے' اچھا پیا ہوتا ہے۔ اچھے ماحول میں رہائش رکھی ہوتی ہے اور کسی سب سے منفرد عورت سے شادی کر کے منفرد اور مثالی قسم کی شادی شدہ زندگی گزاری ہوتی ہے۔ وہ ان چیزوں کا عادی ہوتا ہے اور اُنہیں ہر حال میں اسی طرح قائم رکھنا چاہتا ہے۔ آخرکار اُس میں سخت گیر طبیعت پنپنے لگتی ہے اور اُس کا رویہ اور تعلقات بڑے سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ مرغن غذا کھاتا ہے اور ذرا ذرا بات پر اُس کا معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ جب مریض ذہنی طور پر پریشان ہوتا ہے تو ایڈرینالین کی پیدائش بڑھ جاتی ہے جو خون میں شامل ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں مریض کا (Lipid Profile) بڑھ جاتا ہے۔ (لپڈ پروفائل میں کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ بڑھ جاتے ہیں) جو کہ خون کی نالیوں کی اندرونی سطح پر تہہ کی شکل میں جمنے لگتے ہیں جس سے شریانوں کی اندرونی دیواریں سخت ہو جاتی ہیں۔ اس طرح اُس کے غیر لچکدار روّیے اور سخت گیر طبیعت کے ساتھ ساتھ اُس کی شریانوں میں بھی سختی پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں مریضوں کی تینوں سطحوں (دماغ' جذبات' جسم) پر سختی پیدا ہو جاتی ہے اور تینوں سطحیں غیر لچکدار ہو جاتی ہیں۔

چونکہ ان مریضوں میں زیادہ سے زیادہ سردمہری اور مردہ دلی واقع ہو جاتی ہے اس لئے وہ چڑچڑے اور غصیلے ہو جاتے ہیں لیکن اس دوا کے مریضوں کے غصے کی ایک اہم اور نمایاں بات یہ ہوتی ہے کہ مریض اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس قدر اعصابیت کا شکار ہوتا ہے کہ اُس کا دل کرتا ہے کہ اپنے جسم میں چاقو گھونپ لے۔ یہ سوچ اُس کی اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کی خواہش کا نتیجہ ہوتی ہے۔

پلمبم کے مریض میں افسردگی اور اُداسی پائی جاتی ہے۔ جو بعد میں چڑچڑے پن کا روپ دھار لیتی ہے۔ یہ حقیقی ڈپریشن نہیں ہوتا بلکہ اُداسی کے ساتھ ساتھ تشویش کا عنصر بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔ مریض اپنی طاقت کو مصلوب ہوتا محسوس کرتا ہے جس کے نتیجے میں مریض میں یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ اُس کے ساتھ یا اُس کے کسی عزیز کے ساتھ کوئی انہونی ہونے والی ہے۔

آخرکار پژمردگی اور اُداسی بہت بڑھ جاتی ہے اور مریض کو زندگی میں کوئی دلچسپی

نظر نہیں آتی۔ اچھے دنوں میں اُس نے زندگی اور جنسی تعلقات سے بڑے مزے لوٹے ہوتے ہیں، جب اُس کی شادی ہوتی ہے اور مریض مرضیاتی تبدیلیوں کا شکار پہلے سے ہو چکا ہوتو پھر شادی کے وقت خود کو نامرد محسوس کرتا ہے اور آپ اُس میں پھر وہی پلمم والی غیر لچکدار کیفیت اور سستی و کاہلی دیکھتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ پلمم کے مریض اپنی مردہ دلی، پژمردگی اور افسردگی کا ایک انوکھے انداز سے تدارک کرتے ہیں۔ وہ انوکھا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ اُن چیزوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جنہیں معاشرہ قبول نہیں کرتا۔

وہ خطرناک اور بدنامی والے کاموں کی طرف اپنا رُخ پھیر لیتے ہیں۔ وہ ایسے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں جنہیں معاشرے نے ممنوع قرار دیا ہو۔ ایک شادی شدہ مرد اپنی بیوی کی بہن (سالی) کو ورغلانے کی کوشش کرے گا۔ اگر یہ بات دوسروں پر آشکارہ ہو جائے تو پھر بدنامی کا باعث بنے گی۔ اس طرح کی ممنوعہ بات پر وہ بہت جذباتی ہو جاتا ہے اور اپنی پوزیشن کو واضح کر کے اپنی ساکھ بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں بھی اگر کسی لڑکی کی بہن کی شادی کسی پادری سے ہو گئی ہو تو وہ خود بھی اُس پادری سے تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ پلمم ایسے جواریوں کی بھی دوا مانی جاتی ہے جو اپنا گھر اور کاروبار تک داؤ پر لگانے سے نہیں چوکتے۔ جو اپنی خودغرضی میں ظالمانہ حد تک بڑھ چکے ہوتے ہیں۔

اُس دوا کے مریضوں میں آپ کو کوئی مریض ایسا بھی ملے گا جو اپنی روزمرہ کی آسودہ زندگی گزارتے گزارتے اچانک فیصلہ کرے گا کہ وہ بدھ مت کا مذہب اختیار کرنے جا رہا ہے۔ یا پھر ہندو مذہب کی طرف راغب ہو رہا ہے (یعنی اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہے گا۔) اُس کا یہ رویہ اُس کے خاندان میں شدید ابتری پیدا کر دیتا ہے۔ یہ ابتری اور بے چینی اُس کے خاندان میں ہی نہیں بلکہ دوستوں اور ساتھ کام کرنے والوں میں بھی پیدا ہو گی۔ اس طرح کی سرگرمیاں مریض اپنی پژمردگی اور افسردگی کا تدارک کرنے کے لئے کرتا ہے۔ اگر پادری ایسے مریض سے کہے کہ شاباش انہی کاموں میں لگے رہو تو مریض کو ایسے کاموں میں مزید کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔

پلمم کے مریضوں کی ایک مخصوص شکل و شباہت ہوتی ہے جسے بیان کرنا مشکل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ ہر شے اچھی رکھنا اور کھانا چاہتا ہے اور اچھے ماحول

کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے اُس میں خود پسندی پائی جاتی ہے۔ اُن کی جلد چمڑے کی طرح سخت اور چہرے پر مٹی کی سی رنگت جیسی ہوتی ہے۔ چہرے پر گہرے سوراخ (مسام) اور گہری لکیریں ہوتی ہیں۔

عموماً پلمبم پٹھوں کے دردوں کی تکالیف میں تجویز کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس دوا میں ''پارکنسن ڈیزیز'' کی علامات بھی ملتی ہیں۔ (خواہ یہ تکلیف ابتدائی شکل میں ہو یا پھر شریانوں کی سختی کے ثانوی درجے پر) پلمبم کے مریضوں میں کمزوری، رعشہ، کانپنا اور چہرے کے پٹھوں کی کمزوری پائی جاتی ہے۔ یہ دوا ایسے مریضوں میں بھی تجویز کی جاتی ہے جن کو صدمہ پہنچا ہو، لو لگ گئی ہو اور خاص طور پر جب مریض کے اعضاء کو کھولنے والے پٹھوں میں فالجی کیفیت پیدا ہو جائے۔ بعض اوقات اعضاء کو کھولنے اور بند کرنے والے دونوں پٹھوں میں تکلیف پیدا ہو سکتی ہے لیکن اس کی تکلیف زیادہ تر اعضاء کو کھولنے والے پٹھے سے منسوب ہوتی ہے جیسا کہ ہم "Wrist Drag" میں دیکھتے ہیں۔

پلمبم کے مریضوں میں کپکپی پٹھوں کی کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایسے مریضوں کے لئے اچھے طریقے سے گلاس پکڑنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ متاثرہ پٹھوں کا تشنج بھی اس دوا کے لئے مخصوص ہے۔ تاہم تشنج اس دوا کی اس قدر اہم علامت نہیں ہوتی جتنا کہ اگیریکس اور زنکم کی ہے۔

جن مخصوص پٹھوں میں تکلیف ہوتی ہے وہ سوکھنے لگتے ہیں۔ جب پٹھوں اور اعضاء میں سوکھنا اہم علامت ہو تو پلمبم کو یاد رکھیں۔ پلمبم کا فالج مثانے کو بھی متاثر کر سکتا ہے اور مقعد کو بھی۔ یہاں تک کہ مثانے میں 24 گھنٹے تک پیشاب پڑا رہ سکتا ہے کیونکہ مثانے کے اعصاب میں اُسے خارج کرنے کی طاقت ہی نہیں ہوتی۔ پیشاب کی نالی کے سوراخ کو کنٹرول کرنے والے پٹھے بھی مفلوج ہو سکتے ہیں۔ مقعد کی کارکردگی میں کمی مریض میں مزمن قسم کی قبض پیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے اُسے سخت کالے رنگ کا پاخانہ خارج ہوتا ہے۔

شریانوں کی سختی کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھیں تو خون کے بہاؤ کے نظام میں خرابی اس دوا کے زمرے میں آتی ہے۔ خاص طور پر مریض جب بائیں کروٹ لیٹتا ہے تو اُسے شدید دھڑکن محسوس ہوتی ہے۔ دھڑکن کی یہ کیفیت فاسفورس اور لیکیسس کے مریضوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

ایک اور اہم علامت فاسفورس اور پلمبم میں ایک جیسی لگتی ہے۔ یہ علامت ''مالش کرنے سے تکالیف میں کمی'' ہے۔ مریضوں میں بجلی کے کرنٹ کی طرح کے درد ہوتے ہیں جنہیں مالش کرنے سے سکون ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مالش کرنے سے کچھ وقت کے لئے خون کا دوران ٹھیک ہو جاتا ہے۔ خواہ وقتی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔

اس دوا کی ایک اور نمایاں علامت ناف میں کھنچاؤ (کھینچے جانے کا احساس) پایا جاتا ہے۔ مریض یوں محسوس کرتا ہے جیسے کوئی رسی ڈال کر ناف کو کمر کی طرف کھینچ رہا ہو۔ بہرحال ناف کے کھنچاؤ کے علاوہ بھی مریض مختلف جگہوں اور اعضاء پر ایسا کھنچاؤ محسوس کر سکتا ہے لیکن یہ علامت ناف اور پیٹ کے حصوں کے لئے مخصوص مانی جاتی ہے۔ کچھ مریضوں میں یہ کھنچاؤ معدہ اور سینہ میں بھی محسوس ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں میں یہ کھنچاؤ انتڑیوں اور گردوں کے درد میں بھی پایا گیا ہے۔ اگر کبھی ایسا مریض سامنے آئے تو پلمبم چند گھنٹوں میں اُس کی تکلیف رفع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

سلیشیا کی طرح پلمبم میں پاؤں کے پسینے کی شدید بدبو بھی پائی جاتی ہے۔ کینٹ کہتا ہے کہ کبھی کبھار پلمبم کے مریضوں میں ہسٹریائی کیفیتیں بھی ملتی ہیں مگر میں نے آج تک کسی مریض میں ایسی کیفیت خود نہیں دیکھی لیکن کینٹ کی بیان کردہ تفصیل میری یقین دہانی کے لئے کافی ہے۔ اس کی مریضہ میں ہسٹریائی کیفیات ماسکس سے ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ کینٹ ایک کیس کی مثال دیتا ہے جسے دوسروں کی موجودگی میں بے ہوشی (کومہ) کی سی کیفیت محسوس ہوتی تھی جبکہ تنہائی میں وہ بالکل عام حالت میں آ جاتی تھی۔

پلمبم ایسی دوا ہے جسے بہت زیادہ کتابوں میں بیان نہیں کیا گیا۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس کے بیان نہ کئے جانے کی بنیادی وجہ اس کا دیر سے اثر کرنا ہے اور بہت سے مریضوں اور ہومیوپیتھک ڈاکٹروں میں اس کے مکمل فوائد دیکھنے کے لئے مہینوں انتظار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ اگر پلمبم کے بعد جلد ہی دوسری ادویات دے دی جائیں تو وہ اس کے اثر کو متاثر کرتی ہیں۔ مزید یہ کہ پلمبم زیادہ تر زیادہ عمر کے (بوڑھے) لوگوں میں تجویز کی جاتی ہے جن میں ادویات کے نتائج ویسے ہی محدود ہوتے ہیں۔

ایلومینا ایک دوا ہے جو کچھ کچھ پلمبم سے مشابہت رکھتی ہے۔ تاہم پلمبم میں مریض دماغی کمزوری محسوس کرتا ہے جبکہ ایلومینا کا مریض صحیح طرح سے وہم کو بھی سمجھنے سے قاصر

ہوتا ہے۔ (مثال کے طور پر مریض کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اُس سے کون ہم کلام ہے۔) اس کے علاوہ پلمبم کا فالج بھی ایلومینا کی طرح مختلف انواع کا نہیں ہوتا۔ ایلومینا کا فالج زیادہ تر ڈھیلا ڈھالا سا ہوتا ہے جبکہ پلمبم کا زیادہ سخت۔ اس کے علاوہ ایلومینا کا فالج زیادہ تر ٹانگوں میں دیکھنے میں آتا ہے جبکہ پلمبم میٹ کا ہاتھوں اور بازوؤں میں۔

42۔ پلساٹیلا

یہ زیادہ تر عورتوں کی دوا ہے۔ تقریباً 75 فیصد عورتوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ نرمی کے ساتھ تبدیلی اس کی نمایاں علامت ہے۔ رطوبات کا پیدا ہونا اور کسی بھی مقابلہ بازی میں مزاحمت نہ کرنا اس دوا کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اس دوا کے مریضوں سے علامات لینا مشکل ہوتا ہے۔ آپ جو بات کہتے ہیں مریضہ اُسی سمت میں خود کو موڑ لیتی ہے۔ (پلساٹیلا کے مریضوں میں آپ کو بہت محتاط ہونا پڑے گا کہ کہیں کوئی اہم علامت رہ نہ جائے) کیونکہ مریضہ (مریض) کو جو بات زور دے کر کہی جاتی ہے وہ اُسی پر اپنی سوچ استوار کر لیتی ہے۔ مریضہ کے احساسات بڑے مضبوط ہوتے ہیں مگر یہ احساسات فطری قسم کے اور بغیر کسی تصنع کے ہوتے ہیں۔ مریضہ میں خودنمائی کی زیادہ حس نہیں ہوتی۔ مریضہ اتنی کہنا کار ہوتی ہے کہ اُسے کوئی بھی جو کچھ کہہ دیتا ہے وہ اُسے من وعن قبول کر لیتی اور مان لیتی ہے۔ فاسفورس کی مریضہ سودا سلف خریدتے وقت خیال رکھتی ہے کہ لوگ اُسے کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح فاسفورس کے مرد حضرات خیال رکھتے ہیں کہ وہ کون ہے کیونکہ مریضہ کی سج دھج انہیں متوجہ کرتی ہے۔ فاسفورس کی مریضہ توجہ پذیر جبکہ پلساٹیلا کی مریضہ نرم مزاج ہوتی ہے۔ پلساٹیلا کی مریضہ میں تبدیلی بہت نمایاں علامت ہے لیکن مریضہ سادہ اور کھری ہوتی ہے۔ پلساٹیلا اپنے گردونواح کے حوالے سے دریا کی مانند ہے۔ فاسفورس بادل ہے اس میں بھی تبدیلی پائی جاتی ہے لیکن اس میں نفوذ پذیری کا عمل بھی نمایاں ہوتا ہے۔ فاسفورس کے مریضوں میں تخیلاتی طاقت بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ سلفر کے مریضوں میں بھی تخیلاتی حس بہت مضبوط ہوتی ہے مگر سلفر کا مریض بڑا نا قابل فہم ہوتا ہے۔ اُسے سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ پلساٹیلا کا مریض اپنے بارے میں اپنی عمومی کیفیت نہیں بتا پاتا کیونکہ اُس کی حالت اور مزاج مسلسل بدلتا رہتا ہے۔ اگر کوئی

پلساٹیلا کے مریض سے کہے کہ وہ راستہ صحیح ہے تو مریض اُس پر غور و خوض کئے بغیر اُسی راہ پر چل دیتا ہے۔ سلفر کے مریضوں میں ایسی تبدیلیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ وہ ہر بات میں خود کو نمایاں کرتا ہے اور اپنے آپ پر فخر کرتا ہے۔

پلساٹیلا کے مریض کے خیالات بڑے نرم ہوتے ہیں جو با آسانی تبدیل ہو جاتے ہیں اور نئی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جذباتی طور پر دیکھا جائے تو مریضہ کے جذبات بہت جلد اُبھر آتے ہیں۔ تاہم مریضہ مستقل مزاج نہیں ہوتی۔ اگر کوئی اُس کے پاس پیار بھرے انداز میں آئے تو وہ اس کے لئے فوری پیار بھرا انداز اپنا لیتی ہے۔ جسمانی طور پر دیکھا جائے تو اس کے اخراجات بدلنے والے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی رطوبت ایک طرح کی خارج نہیں ہوتی۔ اس لئے مریض سے تکلیف میں کمی زیادتی کی علامات لینا مشکل ہوتا ہے۔ علامات آوارہ گردسی ہوتی ہیں (یعنی تکالیف پورے جسم میں گھومتی پھرتی ہیں۔) حیض کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔ مریضہ نازک اندام، شہوت پرست اور بڑے ہونٹوں والی ہوتی ہے۔ خون کا بہاؤ آسانی سے کم اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ چہرہ بہت جلد سرخ ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ حرکت مریض کی خاص علامات میں سے ایک ہے۔ فیرم میٹ کے مریض پلساٹیلا کے مریضوں کی نسبت زیادہ پُر جوش اور زیادہ گرم ہو جاتے ہیں۔ بہرحال پلساٹیلا کی مریضہ ہلکی ہلکی حرکت کو پسند کرتی ہے۔ مریضہ اگرچہ خود کو سست ہونے سے بچاتی ہے تاہم ورزش مریضہ کی علامات کو اُبھار دیتی ہے۔ فیرم میٹ کے مریض پلساٹیلا کی نسبت زیادہ تھکن کا شکار اور خون کی کمی کا شکار ہوتے ہیں۔ پلساٹیلا کی مریضہ شور سے حساس ہوتی ہے اور کاغذ کی چڑچڑاہٹ کو بھی برداشت نہیں کر پاتی۔ مریضہ کی تکالیف حرارت سے بڑھتی ہیں۔ لیکن شدید اور اچانک پیدا ہونے والی تکالیف ٹھنڈ یا ٹھنڈک سے بڑھ سکتی ہیں۔ مریضہ سورج کی روشنی برداشت نہیں کر پاتی اور دھوپ میں اُس کی تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔ وہ صرف چلتے وقت سورج کی گرمی برداشت کر پاتی ہے یا پھر جب وہ بار بار ٹھنڈے پانی سے نہا سکے تاکہ اُس کا جسم ٹھنڈا رہے۔ اس دوا کی مریضہ گرمی سے نڈھال ہو جاتی ہے۔ فاسفورس میں بھی جلن دار حرارت پائی جاتی ہے۔ پلساٹیلا کی مریضہ بھی گرم مشروبات سے صحت کی خرابی میں مبتلا ہو جاتی ہے (جیسا کہ فاسفورس کی) او، ٹھنڈی چیزیں پسند کرتی ہے۔ مریضہ کو پیاس بہت کم لگتی ہے یا بالکل ہی نہیں لگتی۔ اس کے علاوہ وہ اپنے جسم پر اوڑھنی برداشت نہیں کرتی۔ اُسے بند جگہوں سے بھی خوف محسوس ہو:

ہے کیونکہ بند جگہوں پر اُسے گھٹن کا احساس ہوتا ہے۔ مریضہ سمندر کے ساحل اور ٹھنڈے پانی میں خود کو بہتر محسوس کرتی ہے۔ ایسی غذا جس میں چکنائی زیادہ ہو یا جو اُس کے جسم میں حرارت پیدا کرے، مریضہ کو ناپسند ہوتی ہے۔ الکحل مریضہ (مریض) کے اعصاب کو زیادہ متاثر کرتا ہے اس لئے وہ اُسے برداشت نہیں کر پاتی۔ اس دوا کے مریض چکنائیوں اور سور کے گوشت سے نفرت کرتے ہیں۔ مکھن کو یا تو بہت پسند کرتے ہیں یا پھر اُس کو بڑی شدت سے ناپسند کرتے ہیں۔ موسم کی تبدیلی یا جگہوں کی تبدیلی مریضوں کی تکالیف کو بڑھا دیتی ہے۔ (نیٹرم میور کے مریض بھی بند جگہوں پر تکلیف اُٹھاتے ہیں۔) پلساٹیلا کے لوگوں کی تکالیف سورج غروب ہونے کے وقت بڑھتی اور صبح سویرے کم ہوتی ہیں۔ انہیں صبح کے لوگ بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ صبح سویرے اُٹھتے ہیں اور صبح خیزی کو پسند کرتے ہیں، فاسفورس کی طرح۔ سورج غروب ہونے کے وقت ان کی طاقت جواب دے جاتی ہے۔ فاسفورس اور پلساٹیلا کے کچھ مریضوں کو سورج غروب ہوتے وقت بھی سکون محسوس ہوتا ہے۔

اگر پلساٹیلا کا مریض ابھی صحت مند ہو اور اُس کی مرضیاتی تبدیلیاں جسمانی سطح سے آگے نہ بڑھی ہوں تو اُس کی جذباتی کیفیات بڑی مضبوط ہوتی ہیں۔ وہ جلد رو دیتی ہے۔ رونے کے بعد خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتی ہے۔ ہمدردی سے مریضہ کو سکون ملتا ہے۔ مریضہ خود کو پُرسکون کرنے کے لئے بھی رو لیتی ہے۔ وہ خود کو بے چارگی کی پوزیشن میں بھی لے آتی ہے۔ اُس کے لئے تعلقات اور رشتہ داریاں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ وہ بہت جلد آپ کی ہمدردی حاصل کر لیتی ہے۔ وہ تعلقات بناتی ہے اور جب خود کو کسی کے ساتھ منسلک کر لیتی ہے (خواہ وہ منفی سوچ کا شخص ہی کیوں نہ ہو) تو اُس وقت تک اُس کا ساتھ نبھاتی ہے جب تک اُس میں سکت ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شروع میں وہ باوفا نہ ہو مگر جب تعلقات ایک خاندان کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو وہ بہت زیادہ باوفا بن جاتی ہے۔ وہ دھرتی کی ماں ہوتی ہے اور دوسروں کو اچھی نصیحت کرنا اور اچھی نصیحت لینا پسند کرتی ہے۔ وہ ایسے معاشرے میں بھی شہوت پسندی دکھاتی ہے جہاں پر اسے اچھا تصور نہیں کیا جاتا۔ کبھی مریضہ ایسے معاشرے کی پابندیوں کو قبول کرنے کے لئے اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ لیتی ہے اور بہت زیادہ تکلیف اُٹھاتی ہے۔ وہ آپ کو بتائے گی کہ وہ شہوانی خواہشات کو یاد رکھتی ہے۔ اُس کی جنسی خواہشات بہت بلند ہوتی ہیں جس کا وہ

ذہنی، جذباتی اور جسمانی طور پر اظہار کرتی ہے لیکن وہ جنسی تخیلات میں مگن نہیں رہتی۔ (فاسفورس کے مریض محبت کو پسند کرتے ہیں اور تخیلات میں ڈوبے رہتے ہیں اور حقیقی طور پر جنسی تعلقات قائم نہیں کرتے۔) پلساٹیلا کے مریضوں کو نرم خو، اچھی سوچ رکھنے والے، اپنے خیالات کو بہتر طریقے سے بیان کرنے والے لوگ کہہ سکتے ہیں۔ حد سے بڑھنے والے مگر جلد ہمت ہار جانے والے ہوتے ہیں لیکن ایسے لوگ اذیت پسند اور ظالم نہیں ہوا کرتے۔ دوسروں پر اپنے آپ کو یا اپنے خیالات کو مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے ہیں اور اپنے خاندان کے لوگوں کے لئے بہت پریشان ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اپنی کوئی سوچ نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کی سوچ پر ہی انتہائی حد تک جا پہنچتے ہیں۔ غذا کے حوالے سے بڑے سخت ہوتے ہیں اور مخصوص غذا ہی لینا پسند کرتے ہیں۔ متکبر قسم کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور روحانیت پسند لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی سوچ ناپائیدار ہوتی ہے اسی لئے جلد ایک اصول سے دوسرے کی طرف بدل جاتے ہیں۔ مریضہ بعض اوقات بہت زیادہ غیر لچکدار ہو جاتی ہے۔ وہ ایسے درختوں کو پسند کرتی ہے جنہیں پانی دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخری درجے میں مریضہ مردہ دل اور پژمردہ سی ہو جاتی ہے۔

42—رسٹاکس

تمام جسم خصوصاً جوڑوں میں اکڑن اور سختی اس دوا کا طرۂ امتیاز ہے۔ جبڑوں میں سختی، اکڑن اور کڑکڑاہٹ بھی اس دوا کے زمرے میں آتی ہے۔ جذباتی طور پر مریض اچانک گرم ہو جانے یا اچانک سرد ہو جانے کی کیفیت کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنے جذبات کی صحیح ترجمانی کر پاتا ہے۔ محبت میں اُس کا خیال ہوتا ہے کہ دوسرے ہی اُس سے اظہار محبت کریں اور انہیں اس معاملے میں کچھ نہ کرنا پڑے۔ مریض کو اپنا دل ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا ہے۔ اس لئے دماغی طور پر سخت مزاج ہو جاتے ہیں اور لچک کا اظہار نہیں کرتے۔ وہ مخصوص خیال پر جم جاتے ہیں چونکہ اس دوا کا مرکزی خیال اکڑن ہے اس لئے مریض تینوں سطحوں (دماغ، جسم، جذبات) میں اکڑاؤ اور سختی محسوس کرتا ہے۔ خود کو جذباتی طور پر باندھ کر رکھتا ہے اور دماغی سختی کے ساتھ ساتھ جذباتی

طور پر بھی کسی قسم کی لچک کا اظہار نہیں کرتا۔
جسمانی طور پر مریض محسوس کرتا ہے کہ اُس کی نسیں (پٹھے) اکڑے ہوئے اور سخت ہیں۔ وہ انہیں ہر وقت حرکت دینا چاہتا ہے اور بار بار بازوؤں اور ٹانگوں کو کھولتا اور پھیلاتا ہے تا کہ اُن کی اکڑن دور ہو۔ گردن کے مہروں کے پاس سے وہ بہت حساس ہوتا ہے اور ہر وقت اپنی گردن کو پھیلانے اور گھومانے کی کوشش کرتا ہے۔ گردن کے حصے پر وہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے برداشت نہیں کر سکتا۔ اس سے اُس کے دماغ میں کند ذہنی آ جاتی ہے اور مریض ایک طرح کی غنودگی اور نیند سی کی کیفیت میں چلا جاتا ہے۔ اُس کی تمام تکالیف سرد اور مرطوب موسم میں بڑھ جاتی ہیں۔ اس دوا کا مریض اپنے اندر تشنگی محسوس کرتا ہے خواہ وہ بہت معمولی سی ہی کیوں نہ ہو۔ (یہ تشنگی کالی کارب کے مریض میں بھی پائی جاتی ہے) لیکن یاد رکھیں کہ کالی کارب میں گو مریض تشنگی محسوس کرتا ہے مگر اُس کا گردن کے مہروں کا حصہ رسٹاکس کی طرح ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے حساس نہیں ہوتا۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو کلکیر یا فاس اور سمی سی فیوگا کے مریض بھی گردن کے مہروں کے حصے پر حساس ہوتے ہیں مگر اُن میں تشنگی نہیں پائی جاتی۔ رسٹاکس کا مریض سرد موسم میں، مرطوب موسم میں اور بارش کے موسم میں بھیگ جانے سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ ان موسموں میں ہاتھ کی پشت کی دوسری لائن کی ہڈیوں میں زیادہ تر تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ مریض میں دردوں کے ساتھ ساتھ شدید بے چینی اور بے سکونی پائی جاتی ہے جس سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ مسلسل حرکت میں رہنا چاہتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آتا جاتا رہتا ہے۔ اس حرکت سے اُسے کچھ سکون ملتا ہے۔ مریض کی پہلی حرکت تکلیف دہ مگر بے چینی کو کم کرنے والی ہوتی ہے مگر یہ لمحوں کی بات ہوتی ہے جلد ہی مریض پھر بے چینی محسوس کرتا ہے اور اپنا پہلو بدلتا ہے۔ چارپائی پر لیٹا ہو تو کروٹ پر کروٹ بدلتا ہے۔ اکثر آپ دیکھیں گے کہ اس دوا کا مریض کرسی پر چت لیٹا ہے اور ٹانگیں ہلا رہا ہے۔ اُس وقت وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ اُس کی ٹانگوں پر شکنجہ کسا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ حصہ اکڑا ہوا ہے۔ اس اکڑاؤ کو ختم کرنے کے لئے وہ مسلسل متاثرہ حصے کو حرکت میں رکھتا ہے اور پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ حصہ مسلسل حرکت میں رہے۔ (سیپیا میں مریض کی حرکت ڈانس کرنے کی سی ہوتی ہے۔) اکڑن، سختی اور کڑکن خصوصاً تمام جوڑوں میں اور سب سے زیادہ گردن میں ہو تو رسٹاکس دوا ہوتی ہے۔

جذباتی طور پر مرضیاتی تبدیلیوں کو دیکھا جائے تو مریض میں جلدی سے غصہ آنے اور چڑچڑے پن کی علامات ملیں گی۔ مریض زیادہ شور اور بیرونی اثرات برداشت نہیں کر پاتا۔ مریض میں تشویش بھی پائی جاتی ہے جو اصل میں ایک خوف ہی کی شکل ہوتی ہے جس میں مریض محسوس کرتا ہے کہ کوئی بُرا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ موسم کی تبدیلی سے مریض کی کیفیت تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ وہ خود کو انتہائی اذیت ناک حالت میں محسوس کرتا ہے۔ ناخوش رہتا ہے۔ اُس کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور اُس کے اردگرد مایوسی کے سائے منڈلانے لگتے ہیں۔ ایک طرف تو پانی رسٹاکس کے مریض کی تکالیف کو بڑھاتا ہے (مرطوبیت کے حوالے سے) دوسری طرف پانی ہی رسٹاکس کے اثر کو زائل کرنے کی بھی اہلیت رکھتا ہے۔

اس دوا کا مریض گرم موسم اور خشک موسم میں جسمانی، دماغی اور جذباتی طور پر بہتر محسوس کرتا ہے چونکہ مریض کی ہر (جسمانی، دماغی، جذباتی) سطح پر صرف اور صرف اکڑن اور جکڑن کا راج ہوتا ہے اس لئے اپنے اندر کی گرم جوشی اور جذبات کو سمجھ نہیں پاتا ہے اور نہ ہی اُن کا اظہار کرتا ہے۔ اپنی جذباتی کیفیات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مریض بے حسی کی طرف بڑھتے بڑھتے عیار اور مکار بن جاتا ہے۔

اس دوا کا مریض شام کو بہت تکلیف میں ہوتا ہے خاص کر اُس وقت جب سورج غروب ہو رہا ہو (بالکل فاسفورس اور پلساٹیلا کی طرح) اور یہ تکلیف کی شدت سورج غروب ہونے سے لے کر رات بھر رہ سکتی ہے اور جب وہ صبح جاگتا ہے تو اُس لمحہ اُس کا تمام جسم اکڑن اور درد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس دوا کا مریض دودھ پینے کا شوقین ہوتا ہے۔ رسٹاکس دینے کے بعد مریض کی دودھ پینے کی خواہش کم ہو سکتی ہے۔ اس دوا کا مریض پنیر کھانے کا بھی شوقین ہوتا ہے (پنیر کھانے کی خواہش سسٹس، پلساٹیلا اور اگنیشیا کے مریضوں میں بھی پائی جاتی ہے)۔ اس کے علاوہ دہی کھانے کی خواہش رسٹاکس اور نیٹرم سلف میں پائی جاتی ہے۔ فالجی کیفیت، رعشہ خاص طور جو سرد مرطوب موسم میں ہو اور سرد مرطوب موسم میں ہی بڑھے، رسٹاکس کے زمرے میں آتا ہے۔ جلدی اُبھار جن میں جلندار خارش ہو، بھی رسٹاکس سے ٹھیک ہوتے ہیں۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ ایسے اُبھاروں پر گرم پانی لگانے سے انہیں سکون ملتا ہے۔

رسٹاکس ایسی دوا ہے کہ کچھ ڈاکٹر اس کی بے چینی کو آرسینک البم کی بے چینی اور

بے سکونی سمجھ بیٹھتے ہیں لیکن اس علامت میں تفریق کے لئے مریض سے مندرجہ ذیل علامات ضرور لیں۔

کیا مریض میں کسی شخص کو قتل کرنے کی خواہش تو نہیں اُبھرتی۔ کیا مریض کو جوڑوں کا درد اور گنٹھیا کی تکلیف تو نہیں۔ اس دوا کے مریضوں میں جسمانی علامات زیادہ اور دماغی اور جذباتی علامات کم ہوں گی جبکہ آرسینک کا مریض دماغی اور جذباتی علامات زیادہ رکھتا ہوگا۔

43—سیپیا

پہلا نظریہ

سیپیا کا مطالعہ کرتے ہوئے جو بات ذہن میں آتی ہے وہ جمود ہے۔ یہ جمود Dynamic Plane پر کسی عمل کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ ہر جسم میں فطرمی طور پر دو پول ہوتے ہیں ایک مثبت اور ایک منفی۔ طاقت کے یہ دونوں پول ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں تو ایک دوسرے کے اثر کو زائل کرکے نیوٹرل (جمود) کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ جب جسم میں ہارمونز ایک دوسرے کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں تو سیپیا کا مریض جنم دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو برابر مگر مخالف طاقتوں کے ایک دوسرے پر عمل کرنے سے جو متوازن کیفیت (بغیر کسی طاقت کے اظہار کے) پیدا ہوتی ہے اُس سے سیپیا کے مریض کی کیفیتیں جنم لیتی ہیں۔ (یہ ایسی کیفیت ہے جو دو طاقتوں کے ایک دوسرے کو زائل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔) مثال کے طور پر اگر جنسی خواہش زیادہ ہو تو اسے دوسرے ہارمونز بڑھ کر متوازن کر دیتے ہیں۔ سیپیا میں دوسرے ہارمونز کے بڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ وہ پہلے ہی متوازن پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ ایک نیوٹرل کیفیت پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اسی لئے اس دوا کی مریضہ میں اُس وقت تک جنسی خواہش پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ فریق ثانی (خاوند، عاشق) جماع کی خواہش کا اظہار نہ کرے۔ اکثر اس دوا کی مریضہ محسوس کرتی ہے کہ وہ جماع کو پسند نہیں کرتی۔

مریضہ میں جمود کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اُس میں عورتوں والی قدرتی خواہشات ہی نہیں ہوتیں اور نہ ہی عورتوں والے قدرتی خدوخال ہوتے ہیں۔ اس دوا کی عورتیں دبلی پتلی بغیر نسوانی زاویوں کے سیدھے (بغیر اُبھرے) سینے کی ہوتی ہیں۔ اگر اس جسامت کی عورت ہوگی تو اُس کے مسائل پیدائشی ہوں گے اور پیدائشی توازن جو کہ مریضہ کے ہارمونز میں ہوگا' آپ اُس کا سدباب نہ کر پائیں گے۔ ہارمونز کے اس توازن کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مریضہ میں بانجھ پن' اٹھرا اور حمل کے ساقط ہو جانے کے عوارض پیدا ہو جائیں گے۔ مزید یہ کہ کسی قسم کا دباؤ اور ذہنی تناؤ مریضہ کے لئے برداشت کرنا مشکل ہوگا۔ بہرحال بار بار جماع کر کے مریضہ کی ہارمونز کی متوازن کیفیت کو غیر متوازن کیا جاسکتا ہے۔

مریضہ جسمانی سطح پر بھی جمود کا شکار ہوتی ہے۔ اس دوا کی مریضہ کے قدرتی نظام میں دو متضاد اور مخالف سمت میں طاقتیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کا مقابلہ کر کے غیر جانبدار (متوازن) کیفیت کو جنم دیتی ہیں۔ اسی طرح مریضہ کے رحم میں جمود اور رحم کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا پایا جاتا ہے۔ خودکار اعصابی نظام کے جسم پر کنٹرول میں کمی کے باعث مریضہ کے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں۔ مریضہ مقعد میں فضلہ بھرے ہونے کا احساس رکھتی ہے۔ اُسے بغیر پاخانے کی خواہش کے قبض رہتی ہے۔ تاہم مریضہ معدے میں خالی پن اور ایک قسم کی شدید بھوک کا احساس محسوس کرتی ہے لیکن اُسے غذا سے نفرت ہوتی ہے یہاں تک کہ غذا کی خوشبو بھی اُسے اچھی نہیں لگتی۔ ایک مخصوص علامت اس دوا کی یہ ہے کہ مریضہ کو صبح سویرے متلی کا احساس ہوتا ہے۔ (حمل کے دوران صبح کی متلی) ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ مریضہ حاملہ ہونے کے بعد جماع کی بالکل خواہش نہیں رکھتی یہاں تک کہ خاوند کو بھی ناپسند کرتی ہے۔ مزید یہ کہ مریضہ کھائے چلی جاتی ہے اور اُس کا پیٹ بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ اُس کے خون کی نالیاں اچھے طریقے سے سکڑتی اور پھیلتی نہیں جس سے ہماری توجہ "Reynaud's Disease" کی طرف جاتی ہے۔ مریضہ میں خون کے فشار میں کمی ہوتی ہے۔ یوں کہہ لیں کہ خون کی نالیاں ایک قسم کے فالج کا شکار ہوتی ہیں اور ٹھیک سے کام نہیں کرتیں۔ وہ ساکت سی کبھی سفید' سفید سے سرخ اور سرخ سے نیلی ہو جاتی ہیں۔ اُن کو سکڑنے کے لئے شدید جسمانی محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی لئے مریض مشقت کرنے کے بعد خود کو بہتر محسوس کرتا ہے۔ وہ تیز تیز چلتا ہے اور دیر

تک چلتا رہتا ہے تا کہ اُس کے اندر کا جمود ٹوٹ جائے۔ جذباتی سطح پر بھی مریض جسمانی سطح جیسا جمود محسوس کرتا ہے۔ جذبات کا ایک جگہ ٹھہر جانا اس دوا کی خاص علامت ہے۔ مریض کسی مسکن دوا سے بھی جذبات اور خوشی حاصل کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ جذبات زندگی اور خوشی کا آئینہ ہوتے ہیں۔ سیپیا کی مریض عرصہ دراز تک ایک ہی حالت میں رہتی ہے اور اُسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ کتنے عرصہ سے جمود کا شکار ہے۔ لیکن جب مریضہ بہتر ہوتی ہے تو اُس کی زندگی کی رونقیں پھر سے لوٹ آتی ہیں۔

سیپیا کی مریضہ میں غصہ اور چڑچڑا پن جلد پیدا کیا جاسکتا ہے۔ جب مریضہ غصے یا چڑچڑے پن کا شکار ہوتی ہے تو ایسی حالت میں وہ اپنے بچوں کو پیٹتی ہے۔ اُس وقت اُس میں ماں کی فطری مامتا موجود نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ اس کیفیت میں وہ اپنے خاوند کے لئے بھی وہ محبت محسوس نہیں کر پاتی جو نارمل زندگی میں اُسے اپنے خاوند سے ہوتی ہے۔ نتیجتاً جب کوئی اُس سے پوچھتا ہے کہ اُس کا خاوند کیسا ہے تو اُس کا جواب ہوتا ہے' اچھا ہے لیکن اُس وقت تک اچھا لگتا ہے جب تک وہ مجھ سے دور اپنے بستر پر پڑا ہو لیکن جب وہ مجھ سے جماع کا تقاضا کرتا ہے تو مجھے بہت بُرا لگتا ہے۔

سیپیا کی مریضہ میں کمر کا درد (Lumbago) بھی پایا جاتا ہے لیکن اس درد کو زور کے ساتھ دبانے سے سکون ملتا ہے۔ مزید یہ کہ مریضہ بائیں کروٹ لیٹے تو اُسے تیز دھڑکن محسوس ہوتی ہے۔ وہ لیکیسس کے مریضوں کی طرح گردن کے گرد دباؤ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ تھکی ماندی لگتی ہے اور اکیلے بیٹھنا پسند کرتی ہے۔ زیادہ لوگوں کی محفل اسے اچھی نہیں لگتی۔ وہ چکنائیاں اور چکنائی دار غذائیں بھی نہیں کھا سکتی۔ یہ تمام تصویر بمع جماع سے نفرت کے اُسے سیپیا کی مریضہ ظاہر کرتی ہے نہ کہ لیکیسس کی۔ اُسے خوف ہوتا ہے کہ وہ کوئی کام جو اُس کے ذمے لگایا گیا ہو کر نہیں پائے گی۔ ایسی مریضہ ڈاکٹر سے سوال جواب کرتے ہوئے پلساٹیلا کی مریضہ کی طرح رونے لگے گی۔ اُس وقت ہی نہیں بلکہ وقفوں وقفوں سے مریضہ پر رونے کے دورے پڑیں گے۔ جب مریضہ اپنی تمام تکالیف پر غور کرتی ہے تو آخر کار تشویش میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اُس کی تشویش یہی ہوتی ہے کہ کہیں کوئی غلط واقعہ پیش نہ آ جائے۔ اس دوا کی مریضہ کی تشویش خراب ترین تشویشوں میں سے ایک ہوتی ہے۔ وہ دن رات روتی ہے مگر اُسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔

تشویش اس عنصر کے ساتھ کہ اُسے تشویش کے بارے میں کوئی علم نہیں سوائے اس کے کہ کوئی انہونی ہونے جا رہی ہے سیپیا کی اہم علامات میں سے ایک ہے۔ یہ مسلسل رونے کی کیفیت سیپیا میں بڑی دیر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ (فاسفورک ایسڈ میں بھی یہی علامت ہوتی ہے مگر مریضہ اپنی کیفیت کو محسوس نہیں کر پاتی کیونکہ اُس میں حس کی کمی ہوتی ہے۔) سیپیا کی مریضہ کے نزدیک بہترین بات یہ ہوتی ہے کہ وہ خود کو الگ تھلگ اور دوسروں سے تنہا کر لے۔ اعصابیت اور جوش و جذبہ جوان لڑکیوں میں دیکھنے میں آتا ہے' جوانی کی عمر میں وہ ہنستی کھیلتی' پارٹیاں اٹینڈ کرتی اور اُن میں ناچتی گاتی نظر آتی ہے۔ بچوں میں بھی شدید قسم کا جوش و ولولہ پایا جاتا ہے جیسا کہ چھوٹی بچی میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ کبھی بھی آسانی سے ٹوٹ نہیں سکتی لیکن جب اُس کی صحت خرابی کی طرف مبذول ہوتی ہے تو وہ سخت دباؤ میں' جوش میں اور بھری ہوئی ملتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ زندگی کی رعنائیوں کے لئے زیادہ ردعمل کا اظہار نہیں کر پاتی۔

جسمانی اور جذباتی سطح کی طرح ہی مریضہ اپنے دماغ میں ساکن پن (جمود) محسوس کرتی ہے۔ اُس کے اندر کند ذہنی پائی جاتی ہے اور وہ خود کو بے وقوف سمجھتی ہے۔ اُس کے اندر ذہنی انعکاس کے عوامل ختم ہو چکے ہوتے ہیں۔ سوال کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے اسی لئے مریضہ جواب دینے میں بھی دیر لگاتی ہے۔ اکثر خود کو غیر حاضر دماغی کی حالت میں محسوس کرتی ہے۔ وہ کاہل سی اور کسی بھی کام کے کر سکنے کی ہمت نہ رکھنے والی مریضہ ہوتی ہے جسے اپنے دماغ کے اندر شدید کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ اُس کی کند ذہنی کو کوئی چیز بھی متاثر نہیں کر پاتی۔ دماغی سکوت کی وجہ سے کوئی بات سوچنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی۔

اس دوا کی مریضہ کی ایک خاص نشانی یہ ہے کہ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتی ہے کیونکہ اس طرح بیٹھنے سے اسے تکلیف میں کمی اور جسمانی طور پر سکون ملتا ہے۔ شاید جنسی اعضاء پر دباؤ اُس کے لئے سکون کا باعث ہوتا ہے۔ ایسی مریضہ میں جنسی اعضاء کا ڈھیلا پن اور اپنی جگہ سے ہٹ جانا بھی پایا جاتا ہے۔ مریضہ اپنی کند ذہنی کی کیفیت کے دوران اپنے ذہن میں خاص طور پر ساکت پن محسوس کرتی ہے کیونکہ وہ دوسروں کے ساتھ خود کو شامل نہیں کر پاتی لیکن خود کمزور ہونے کے باوجود وہ دوسروں کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتی ہے۔ وہ اپنے اردگرد کے ہر شخص کی کمزوری جانتی ہے۔ وہ ہر شخص کی کمزوری جاننے

جذبات کے جمود کو کاٹ دیتی ہے۔

اگر آپ کا کوئی کیس بہت سی ادویات دینے کے باعث خراب ہو گیا ہو تو سیپیا ایسی دوا ہے جو کیس کو واپس اپنی نارمل حالت میں لے آئے گی۔ آپ بیماری کو یا تو دوائی سے دبا سکتے ہیں یا پھر اپنی قوت ارادی سے۔ بیماری کسی طرح بھی دبائی گئی ہو سیپیا باہر نکال لاتی ہے۔

سیپیا کے زیر اثر زیادہ تر عورتیں ہی آتی ہیں۔ اس دوا کے دس کیسوں میں سے نو عورتوں اور ایک کسی مرد کا ملتا ہے۔

دماغی سکوت ایک خاص عمل کے ذریعے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جوانی میں اس دوا کے لوگ بڑے چاک و چوبند' حساس اور پُر جوش نظر آتے ہیں جیسے ہی اُنہیں کوئی چوٹ پڑتی ہے تو وہ راہ فرار ڈھونڈتے ہیں۔ وہ مزید چوٹ کھانے سے بچنے کے لئے اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور جتنا بھی ممکن ہو سکے وہ اپنی جنسی خواہش کو دبا لیتے ہیں۔ اسی تگ و دو میں اُن کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی جاتی ہے اور وہ اپنے دماغ پر بوجھ اور اندر کند ذہنی محسوس کرتے ہیں۔ تاہم وہ جسمانی جمود کو کم کرنے کے لئے اپنے خون کی گردش کو جسمانی مشقت سے تیز کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب خون کی گردش بہتر ہوتی ہے وہ اپنے اندر بہتری محسوس کرتے ہیں۔ ایک بات یاد رکھنے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ سیپیا کے مریض نمک کھانا پسند نہیں کرتے جبکہ نمک دیکھ کر متلی اور قے ہونا نیٹرم میور کی علامت ہے۔

44—سیپیا

دوسرا نظریہ

اس نظریہ کے حامل ڈاکٹرز صاحبان زیادہ تر مریض کے سردی کے احساس اور شدید مشقت کرنے کے بعد سکون ملنے کی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں سیپیا کا مریض بے سکون تو نہیں ہوتا ہاں البتہ سردی سے اُس کی تکالیف بڑھتی اور جسمانی مشقت سے جسم میں سکون محسوس ہوتا ہے۔ ان کے مطابق اس دوا کے مریض کی جسمانی ساخت کو دیکھنا ہو تو وہ لمبا تڑنگا' دبلا پتلا مگر گتھے ہوئے جسم اور تیز نین نقش کا مالک ہوتا ہے۔ ایسے مریض کے ہاتھوں پر غور کریں تو آپ کو اُس کی انگلیاں دوسرے لوگوں سے قدرے لمبی دکھائی دیں گی۔

مزاج کے حساب سے مریض سخت مزاج' اکھڑ' دوسروں سے مقابلہ کرنے والا اور سخت محنت کرنے والا ہو گا۔ اس دوا کو اکثر ڈاکٹر عورتوں کی نکس وامیکا کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

لیکن سیپیا کی ساخت کے دوسرے مریضوں کو دیکھیں تو ہمیں پھولی ہوئی قدرے موٹی' دھوبن کی طرح کی عورت ملے گی۔ ایسی عورت سستی سے بھری ہوئی ہوگی جو اپنی ضرورت کے کاموں کے علاوہ اور کچھ کرنے کی ہمت نہ رکھتی ہو گی۔

اکثر عورتوں کے گھٹنے سوجے ہوئے ہوں گے۔ خون کی نالیوں میں اُبھار اور سختی ہو گی۔ رحم گرا ہوا ہو گا۔ پٹھے تھکے ماندے اور کمزور ہوں گے اور وہ ڈھیر کی طرح گری پڑی ہو گی۔

اُس کی حالت میں جمود' سکوت اور تبدیلی میں ردعمل کا اظہار نہ کرنا پایا جاتا ہے۔ (ہمت کا جواب دے جانا اور مریض کا انتہائی سست ہو جانا) یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ مریضہ بے جان اور کمزور ہوتی ہے۔ اُس کے اعصاب ڈھیلے ڈھالے ہوں گے اور اُن میں چستی اور سختی نہیں ملے گی۔ مریضہ کو حرکت میں لانے کے لئے کسی طاقتور محرک کی ضرورت پڑے گی۔ مریض مردانہ اور زنانہ صفات کے کسی درمیانے درجے میں ملے گا۔ اگر مریض عورت ہے تو وہ جواں مردوں کی طرح ہو گی اور اگر مرد ہے تو اُس

میں زنانہ خصائل بدرجہ اتم پائے جائیں گے۔
مریض کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کرتا اس لئے اُسے حرکت کرنے کے لئے بھی اپنے اندر کوئی دباؤ یا احساس نہیں ملتا۔ اس دوا کا مریض (مریضہ) مردہ دلی اور لاپرواہی کا شکار ہوگا اور اُس میں جنس مخالف کے لئے بھی کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔
اگر مریض عورت ہے تو کھڑے ہونے پر اُسے اپنا رحم گرا ہونے کا احساس ہوگا۔ جو آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر واپس چلا جائے گا۔ اکثر مریضہ کو ردعمل کے اظہار کے لئے بہت زیادہ تحریک دینی پڑتی ہے۔ مریضہ کے جسم میں احساسات ایک دوسرے کو رد کرکے اُسے متوازن کیفیت میں لے آتے ہیں۔ اُسے کام کرنے اور کارکردگی دکھانے کے لئے بھی بیرونی طور پر تحریک ملنا ضروری ہے۔ وہ کسی بیرونی کام سے متاثر ہو کر کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے جاتی (جاتا) ہے۔
اس دوا کے مریض بچپن میں فاسفورس کی طرح بڑے جوشیلے ہوتے ہیں اور ہر اُس کام کی تلاش میں رہتے ہیں جو اُن کی جدوجہد کرنے کی عادت کو برقرار رکھے۔ جنسی کارکردگی کے لئے بھی مریض کو بہت زیادہ تحریک کی ضرورت ہوتی ہے اور اُسے جنسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے بھی بہت زیادہ جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ (یعنی جلد جنسی کاموں کی طرف بھی اُکساہٹ نہیں ہوتی) جب مریض جنس مخالف کے پاس پہنچ جاتا ہے تو جماع سے نفرت محسوس کرتا ہے اور جنس مخالف کو غصہ اور چڑچڑا پن دکھا کر اپنی ناپسندیدگی (جماع سے) کا اظہار کرتا ہے۔
اگر مریض عورت ہو تو اُس کا حمل بار بار ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اُس کے رحم میں بچہ سنبھالنے کی سکت نہیں ہوتی اور اُس کے پٹھے بڑے سست اور کمزور ہوتے ہیں۔ اگنشیا میں دوا کی اصل روح جذبات کی کمی ہے مگر اگنیشیا کے مریض بڑے تضاد پسند ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اُن میں دباؤ محسوس ہوتا ہے اور وہ خود کو فولاد کی طرح سخت کر لیتے ہیں جبکہ سیپیا کی سختی کا تعلق مردہ دلی اور سردمہری سے ہوتا ہے۔ اس کا مریض کسی حد تک بھی بدتمیزی کر سکتا ہے۔ اُسے پرواہ نہیں ہوتی کہ اُس کی بات سے کسی کی دل آزاری ہو جائے گی۔
تاہم اس دوا کے مریض بڑے ذہین اور باریک بین ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کے اندر تک جھانک لیتے ہیں مگر انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہونے دیتے۔ وہ بڑے

کینہ پرور ہوتے ہیں مگر اُس کینہ پروری میں اُن کے لاشعور کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ جان بوجھ کر دوسروں سے حسد کرنے کی جدوجہد میں نہیں ہوتے۔ مریض بڑا گہرا اور اپنی بات کو پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی پرواہ نہیں کرتا تو دوسرے بھی لامحالہ اُسے زیادہ توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ سے مریض کوئی وجہ جانے بغیر ہی روتا رہتا ہے۔ اکثر اُسے احساس ہوتا ہے کہ اُس کے اندر کوئی پوشیدہ مرض ہے جس سے وہ ڈر جاتا ہے اور اکثر اس تکلیف کے متعلق سوچ کر روتا ہے اور سوچتا ہے کہ اُس کی تکلیف کبھی ٹھیک نہیں ہو گی۔ اُسے یہ بھی خوف ہوتا ہے کہ وہ اندر سے مرتا جا رہا ہے۔ کلکیریا کا مریض بھی اپنی تکلیف کے ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہوتا ہے اور اپنی تکلیف کو اپنے آپ تک محدود کرکے دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے۔ دونوں ادویات کے مریض بلاوجہ روتے ہیں۔ تاہم کلکیریا کے مریض کو خوف ہوتا ہے کہ وہ پاگل ہوتا جا رہا ہے۔

درمیانی عمر میں مریض کا دماغ منجمد سا ہو جاتا ہے اور اچھی طرح اپنا کام سرانجام نہیں دے پاتا۔ مریض اپنے دماغ کو جمود سے نکالنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو برقرار رکھے۔ اس کے لئے وہ زیادہ تر شدید جسمانی مشقت کرتا ہے یا پھر طاقتور سکون آور ادویات کا استعمال کرتا ہے۔ تیز محرک اشیاء استعمال کرتا ہے یا پھر اپنے ماتھے کو سختی سے مسلتا ہے۔ (ایلومینا کا مریض بھی ماتھے کو مسلتا ہے مگر وہ اپنے ماتھے پر محسوس ہونے والے مکڑی کے سے جالے کو ہٹانے کے لئے ایسا کرتا ہے۔) نیٹرم میور کے مریض کی آنکھوں میں نرمی پائی جاتی ہے جو کہ سیپیا کی نرم و نازک قسم کی عورتوں کی آنکھوں میں بھی ملتی ہے۔ سیپیا کا مریض (مریضہ) رومینٹک ہو سکتا ہے مگر وہ رد کئے جانے کے خوف سے اپنے اندر کی جنسی خواہش کو دبا لیتا ہے۔

سیپیا کے مریض کو اپنا معدہ بھرنے کے لئے بہت زیادہ دیر تک کھانا پڑتا ہے۔ پھر بھی وہ بھرنے کا نام نہیں لیتا۔

45—سلیشیا

سلیشیا کے مریضوں کو بیان کرنے کے پیچھے جو اہم نقطہ ملتا ہے وہ شرم و حیاء ہے۔ یہ شرم و حیاء ایک قسم کی جھجک یا بُزدلی ہوتی ہے لیکن اسے ہم حقیقی بُزدلی قرار نہیں دے سکتے۔ (ایسی بُزدلی نہیں ہوتی جیسی لائیکو پوڈیم اور جلسی میم کے مریضوں میں پائی جاتی ہے) یہ ایک اطاعت شعاری یا فرمانبرداری کی کیفیت ہوتی ہے جو کہ مریض میں اپنی بات کو منوانے کی طاقت کے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ اُس کا نقطۂ نظر کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی بات نہیں منوا سکتا۔ اسی لئے اس دوا کی خصلت رکھنے والے لوگ دوسروں کی بات کو جلد من وعن مان کر اُن کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔

اس دوا کی خاصیت رکھنے والے لوگ ذہین ضرور ہوتے ہیں مگر جارحیت پسند نہیں ہوتے اور نہ ہی لیکیسس کے مریضوں کی طرح دوسروں پر تنقید کرنے والے ہوتے ہیں۔ اُن کی سمجھ بوجھ بڑی عمدہ اور نکھری ہوئی ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ عقل مند گنے جاتے ہیں لیکن اُن کی بڑی خامی یہ ہے کہ اگر آپ اُن پر زبردستی اپنا نقطۂ نظر تھوپنا چاہیں گے تو وہ اُس کے لئے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔ اگر مریض عورت ہے تو وہ آپ کے نقطۂ نظر کو فوقیت دے گی۔ اگرچہ وہ اچھی طرح سمجھ رہی ہوگی کہ آپ کتنے درست اور حق بجانب ہیں یا کتنا غلط ہیں' پھر بھی وہ اپنا نقطۂ نظر آپ سے نہیں کہے گی بلکہ وہ اپنی سوچ کو اپنے تک ہی محدود رکھے گی۔ یہ بات پلساٹیلا کی مریضہ کے برعکس ہے جس کا اپنا کوئی نقطۂ نظر ہی نہیں ہوتا۔ سلیشیا کی مریضہ اپنا نقطۂ نظر رکھنے کے باوجود صرف اس لئے دوسروں کی بات مان لیتی ہے کیونکہ وہ کسی قسم کی بھی مصیبت اور مشکل میں پڑنا نہیں چاہتی جو کہ دنیا والوں کو اپنا نقطۂ نظر بتانے سے آ سکتی ہے۔

اسی لئے سلیشیا کے مریض نرم اور سنجیدہ ہوتے ہیں لیکن سٹافی سیگریا' اگنیشیا اور نیٹرم میور کی طرح سے نہیں کیونکہ سلیشیا کے مریضوں کی کیفیت خود کو دوسروں سے الگ تھلگ کر لینے والی نہیں ہوتی۔ جب کبھی موقع ملتا ہے وہ دوسروں سے کھل کر بات کر سکتے ہیں اور آسانی سے دوستیاں بنا سکتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر سے وقت کے متلاشی یا اُس پر انحصار کرنے والے نہیں ہوتے اور نہ ہی ڈاکٹر سے شکایت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کسی سلیشیا کے مریض کا علاج کر رہے ہیں اور کافی عرصہ تک دوائی اُس پر کوئی اثر

نہیں دکھاتی تب بھی وہ نہ تو بے صبرا ہو گا اور نہ ہی آپ سے دوائی کے اثر نہ کرنے کی شکایت کرے گا۔ (جو کہ آرسینک البم اور فاسفورس کے مریضوں کے بالکل برعکس ہے۔) سلیشیا کے مریض میں فاسفورس کی سی نرمی تو پائی جا سکتی ہے مگر اُس جیسی دوسروں پر انحصاری نہیں ملے گی۔

آپ کو سلیشیا کے مریض تھکے ماندے ملیں گے۔ اُن میں کسی کام کو زیادہ دیر تک کرنے کی سکت نہ ہو گی۔ خاص طور پر ذہنی کاموں کو وہ زیادہ دیر تک نہ کر پائیں گے۔ اسی لئے وہ اپنی طاقت کو محفوظ کر کے رکھنا چاہتے ہیں اور صرف ضرورت کے وقت اُسے استعمال کرتے ہیں نہ کہ ہر فضول کام میں اپنی طاقت خرچ کرتے پھریں۔ نہ ہی وہ اپنی طاقت کو اپنی انا کی تسکین اور خود کو دوسروں میں بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

سلیشیا کے مریض بڑے نرم و نازک' صاف ستھری ذہنیت رکھنے والے' حسن پرست اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ یہ مریض دبلے پتلے' پیلی رنگت والے' نازک اندام اور بہت زیادہ نکھار اور لطافت والے ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ ذہانت' عقل و فہم اور ادراک رکھتے ہیں تاہم نہ تو وہ بڑے دعوے دار ہوتے ہیں اور نہ ہی جارحیت پسند۔

سلیشیا کے اصل اور بنیادی خاصیت رکھنے والے بچے زیادہ تر امیر گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر زیادہ پڑھے لکھے خاندانوں کے چشم و چراغ ہوتے ہیں۔ وہ اس قدر نرم و نازک ہوتے ہیں کہ جلد ہی اُن کی ریڑھ کی ہڈی میں خم آ جاتا ہے۔ (ریڑھ کی ہڈی ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔) تاہم اُن کی ذہانت اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ یہی ذہانت آئندہ زندگی میں مرضیاتی تبدیلیوں کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ابتدائی زندگی میں یہ لوگ بہت زیادہ محرک رہتے ہیں جو کہ آئندہ زندگی میں ذہنی کارکردگی میں فقدان کا شکار ہوتے ہیں۔ یوں تو سلیشیا کے بچے بات کو جلد نہیں بھولتے مگر ان میں سے اکثر ماں کی طرف سے کی گئی اصلاح کو چند دنوں کے بعد بھلا کر پھر سے اپنی غلطیوں کو دہرانے کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور اُن کی اصلاح کس وجہ سے کی گئی اُس کی وجہ کا بھی پتہ ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر بات کی وجوہات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ بار بار کی گئی ڈانٹ ڈپٹ اور اصلاح کا بچوں پر اس طرح اثر پڑتا ہے کہ بچے اپنی

ذہنی صلاحیتوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ سنجیدہ اور مدبر دکھائی دیتے ہیں۔

ضرورت سے زیادہ ذہنی کارکردگی آگے چل کر دماغی صلاحیتوں اور کارکردگی میں فقدان کا سبب بنتی ہے۔ یہ بات ایسے پیشہ ور لوگوں میں زیادہ ملتی ہے جو کہ کام کرکرکے تھک جاتے ہیں اور آخری زندگی میں کام سے جی چرانے لگتے ہیں کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ اب اُن میں مزید کام کرنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ ان مریضوں کی اس علامت کا کلکیر یا کارب کی علامت سے موازنہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ کلکیر یا کارب کے مریض میں بھی ذہنی کام کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے مگر اُس کی وجہ زیادہ تر تشویش اور فکر ہوتا ہے۔ کلکیر یا کارب کے مریض اپنے اخراجات (خرچوں) کی وجہ سے پریشان اور فکرمند ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں انجانے واقعات رونما ہونے کا بھی فکر ہوتا ہے اور وہ ان فکرمندیوں کے آگے بند باندھنا چاہتے اور اُن کا تدارک کرنا چاہتے ہیں (پیشگی تدارک)۔ تاہم سلیشیا کے مریض کلکیر یا کارب سے زیادہ نرم و نازک، عمدہ اور جلد ناراض ہو جانے والے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ سلیشیا کے مریضوں کو ذہنی طور پر دبایا اور اُن پر اپنا مؤقف تھونپا جا سکتا ہے اسی طرح اُن کی جسمانی سطح پر بھی دباؤ رکھا جا سکتا ہے۔ (یعنی ان کی جسمانی رطوبات کو دبایا جا سکتا ہے۔)

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ سلیشیا کے مریضوں کو بہت زیادہ پسینہ آتا ہے خصوصاً بغلوں میں، گردن کے پیچھے اور پاؤں میں اور جب تک اُن کو پسینہ آتا رہے وہ بڑی پُرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ اس لئے سلیشیا کے مریضوں کے پسینے کا علاج بے صبری سے نہیں کرنا چاہئے۔ اگر آپ نے کسی طرح اُن کے پسینے کو دبا دیا تو آپ اور مریض دونوں مشکل میں پڑ جائیں گے۔ اگر آپ نے یا مریض نے اپنے پسینے کو پاؤڈر یا بورک ایسڈ وغیرہ سے دبا دیا تو یاد رکھیں کہ مریض بڑی بڑی بیماریوں مثلاً ٹی بی، کینسر، گردے کے امراض یا کسی دوسری شدید مرض میں سے کسی ایک کا شکار ہوسکتا ہے۔

کھانے والی ادویات سے بھی ان مریضوں کے پسینوں کو دبانا مشکلات پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ پسینے کی حالت میں پنکھوں کی ہوا سے اسے خشک کرنا بھی تکلیف کا باعث بنتا ہے مگر اُس کا اتنا گہرا اثر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی سلیشیا کا مریض پسینہ کی حالت

میں ہوا کے جھونکوں کی زد میں آ جائے اور اُس کا پسینہ بخارات بن کر اُڑ جائے تو پھر یا تو اُسے سر درد ہو جائے گا یا پھر جوڑوں میں درد۔ سلیشیا کے مریض کا پسینہ بذات خود ایک خاص نوعیت کا ہوتا ہے۔ یہ پسینہ بدبودار بھی ہوتا ہے اور خراش دار بھی۔ ان دونوں خاصیتوں میں سے بدبو والی خاصیت زیادہ اہم ہے۔ بدبودار پسینے کا تعلق خاص طور پر پاؤں کے پسینے سے ہے۔ مریض دن میں تین بار بھی اپنے پاؤں دھوئے تو بھی اُس کے پاؤں کے پسینے کی بدبو کم نہیں ہوتی۔ دراصل یہ بدبو جسم میں سے خارج ہونے والے زہریلے مواد کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (سورائنم میں بھی بدبو ہوتی ہے مگر وہ اس قدر شدید ہوتی ہے کہ کوئی مریض کے کمرے میں کھڑا نہیں ہوسکتا) سلفر میں بھی یقیناً بدبودار پسینہ ہوتا ہے لیکن اس کی بدبو کی وجہ جسم کو مناسب طریقے سے صاف نہ رکھنا ہوتی ہے۔ سلفر کا مریض ٹھیک سے اپنے جسم کو صاف نہیں کرتا۔ ان تینوں ادویات میں پسینے اور بدبو میں تفریق صرف مناسب سوال و جواب سے ہی کی جا سکتی ہے۔ سلیشیا کے مریض کے پاؤں کا پسینہ خراشدار بھی ہوتا ہے۔ یہ صرف بے چین کرنے والا پسینہ نہیں ہوتا بلکہ یہ اس قدر تیزابی ہوتا ہے کہ وہ جراب تک کو کھا جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی ایک ہی جراب کے جوڑے کو دو سال تک استعمال کر سکتا ہو تو وہی جوڑا سلیشیا کے مریض کے پاؤں میں تین ماہ میں گل سڑ جائے گا۔

سلیشیا کے مریض کی سنجیدگی، فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کو مدنظر رکھیں تو اس دوا کے مریضوں میں پیدا ہونے والی رسولیوں، فائبرائیڈ، پستانوں کی گلٹیاں، سوجے ہوئے غدود اور مسے وغیرہ ہمارے لئے کوئی حیران کن بات نہ ہوں گے۔ یہ گلٹیاں وغیرہ اکثر سخت ہوتی ہیں۔ (بالکل کلکیر یا فلور اور برائیٹا میور کی طرح) سلیشیا کے مریضوں میں اکثر گریفائیٹس کے مریضوں کی طرح سے زخموں کے نشان بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جلد پر شگاف پڑنا بھی سلیشیا کے مریضوں کی اہم علامت ہے۔ مزید یہ کہ سلیشیا کے مریضوں کے ناخن ٹوٹ جاتے ہیں اور خاص طور پر ناخنوں پر سفید نشان اور دھبے دکھائی دیتے ہیں۔

یقیناً سلیشیا گہرے پھوڑوں کو پھاڑنے کی دوا ہے اور ایسے مریضوں کو ٹھیک کرنے کی بھی جن کی رطوبات دب گئی ہوں لیکن یہ دوا صرف اُسی وقت کام کرے گی جب مریض میں سلیشیا کی تمام علامات ہوں گی چونکہ سلیشیا گہرا اثر کرنے والی دوا ہے اس

لئے عام پھوڑوں کو پھاڑنے کے لئے اس کا روزمرہ استعمال (بلاضرورت) نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ تاہم اخراجات کے دبے ہونے کی صورت میں اخراجات (رطوبات) کو جاری کرنے کے لئے اس کا استعمال اُس وقت بھی کیا جاسکتا ہے جب مکمل طور پر مریض میں اس کی علامات نہ بھی ہوں۔

ذہنی طور پر فرمانبرداری سلیشیا کے مریض میں قبض کا موجب بنتی ہے۔ پاخانہ سخت ہوتا ہے اور مقعد کے پٹھے کام نہیں کرتے۔ اس لئے مریض کو بہت زیادہ زور لگانا پڑتا ہے لیکن پاخانہ باہر نکلنے کی بجائے واپس اندر چلا جاتا ہے اور مریض بغیر رفع حاجت کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ مریض کی اس کیفیت کو کتابوں میں "Bashful Stool" کا نام دیا گیا ہے۔

غذائی معاملات کو دیکھا جائے تو سلیشیا کے مریض کو نمک، گوشت اور دودھ ناپسند ہوتے ہیں۔ مریض دودھ اور چکنائیاں دونوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے خود بھی مشاہدہ کیا ہے کہ سلیشیا کا مریض انڈے کھانے کی خواہش رکھتا ہے (یہ علامت پلساٹیلا اور کلکیر یا کارب میں بھی ملتی ہے)۔

سلیشیا اور نائٹرک ایسڈ میں بھی کئی علامات مشترک نظر آتی ہیں۔ اگر آپ اُنہیں دماغی اور جذباتی علامات کے حوالے کے بغیر الگ کرنا چاہیں تو یہ بہت مشکل ہوگا کیونکہ ان دونوں ادویات کے مریض دُبلے پتلے اور سرد مزاج ہوتے ہیں۔ وہ شدید سردی محسوس کرتے ہیں۔ دونوں ادویات کے پسینے تیزابی ہوتے ہیں۔ دونوں میں گلٹیاں، مسے اور زخم پائے جاتے ہیں۔ دونوں ادویات کے مریضوں کے ناخنوں پر سفید داغ ہوتے ہیں۔ اگر آپ صرف اور صرف جسمانی علامات سے دونوں میں تفریق کرنا چاہیں تو بڑا مشکل کام ہے ہاں البتہ مریض کی غذا کو مدنظر رکھ کر ان میں کچھ تفریق کی جاسکتی ہے۔ سلیشیا کے مریض کو نمک اور چکنائیاں ناپسند ہوتی ہیں جبکہ نائٹرک ایسڈ کا مریض نمک اور چکنائیوں کو پسند کرتا ہے۔ بہرحال جذباتی علامات دونوں میں جو تفریق کریں گی وہ غلطی سے پاک ہو گی۔ جذباتی طور پر دیکھیں تو نائٹرک ایسڈ کا مریض پُرتشویش، دوسروں پر انحصار کرنے والا اور دوسروں سے تقاضا کرنے والا ہوتا ہے جبکہ سلیشیا کا مریض دوسروں کا خیال رکھنے والا اور دوسروں کی بات ماننے والا، صابر و شاکر اور شرمیلا ہوتا ہے اور دوسروں سے کسی بات کا تقاضا نہیں کرنا چاہتا۔

اگرچہ سلیشیا کا مریض شدید سردی محسوس کرتا ہے تاہم ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ شدید تکالیف میں سلیشیا کا مریض گرم اور بند کمرے کو برداشت نہیں کر پاتا۔ (پلساٹیلا کی طرح) اس کے برعکس اس دوا کا مریض ہوا کے جھونکوں سے تکلیف اُٹھاتا ہے خواہ ہوا کے جھونکے اُن کے جسم کو محسوس نہ بھی ہو رہے ہوں۔ یہ علامت کالی کارب کی علامت کے بالکل برعکس ہے جس میں مریض سرد ہوا کے جھونکوں کو جسم پر تو بہت محسوس کرتا ہے مگر اُن سے اُس کی تکالیف میں اضافہ نہیں ہوتا۔ سلیشیا کے مریض بعض اوقات اُس وقت اپنی تکالیف میں کمی محسوس کرتے ہیں جب موسم سرد خشک موسم میں تبدیل ہو رہا ہو۔

یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ سلیشیا کا مریض بھی کلکیریا کارب کے مریضوں کی طرح پورے چاند کے دنوں میں اپنی تکالیف میں اضافہ محسوس کرتا ہے۔ اس سے ایسا لگتا ہے کہ اس دوا کے مریضوں میں ایسے عناصر کی کمی ہوتی ہے جو کہ زمین اور چاند دونوں میں موجود ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ چاند کے اُتار چڑھاؤ سے متاثر ہوتا ہے۔

سلیشیا کے مریضوں کا کامن پنوں (سوئیوں) سے گہرا تعلق ہے۔ وہ خود سے اس کے متعلقہ کوئی علامت بیان تو نہیں کرتے لیکن سوال و جواب کے دوران آپ اُن سے معلوم کر سکتے ہیں کہ اُن میں کامن پنوں کا خوف یا نوک دار چیزوں کا خوف تو نہیں۔ یہ علامت اکثر تصدیقی علامت کے طور پر کام دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ مریض اپنی زبان پر بال محسوس کرتا ہے۔ یہ علامت کالی بائیکرام کی طرح ہے۔ میرے تجربے کے مطابق سلیشیا کے مریضوں کی دماغی اور جذباتی سطح پر زیادہ مرضیاتی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ اس سطح پر جو علامت اکثر دیکھنے میں آتی ہے وہ ذہنی کارکردگی میں صلاحیت کی کمی ہے۔ اس کے علاوہ گلٹیاں بننے کے بعد مریض کا مخصوص خیالات کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس دوا کے مریض کے نزدیک جماع ایک گناہ کی طرف مائل کرنے والا عنصر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے لگتا ہے کہ مریض کے دماغ کا کچھ حصہ خون کے بہاؤ میں کمی کا باعث بن گیا ہے جو کہ جنسی معاملات کے متعلقہ سوچنے کے لئے لچک کا اظہار نہیں کرنے دیتا۔

46— سٹینم میٹ

وہ لفظ جو سٹینم کی مخصوص علامات کے لئے بولا جاتا ہے اور جس کے گرد اس دوا کی علامات گھومتی ہیں وہ Exhaustion یعنی تھکان یا ضعف ہے۔ جب بھی کوئی شخص عمومی تھکان کا ذکر کرے تو پہلی دوا جو ہمارے ذہن میں آنی چاہئے وہ سٹینم میٹ ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں پرانی کمزوری اور تھکن ہوتی ہے جو کہ مریض کے اندر گہرائی تک اُتر چکی ہوتی ہے اور یہی تھکن مریض کی ہر سطح میں نمایاں ہوتی ہے۔

اگر اس دوا کے مریضوں کی ساخت کو دیکھنا ہو تو وہ ویسے ہی دوسری ادویات سے بالکل الگ تھلگ ہے کیونکہ اس دوا کے مریضوں میں سے اکثر ٹی بی کے مریض ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں 20 سال قبل ٹی بی کی شکایت ہوئی ہو اور اب وہ نزلہ، زکام، فلو، برونکائیٹس کی تکلیف کا شکار ہو۔ یہ لوگ تمام زندگی کمزور رہے ہوتے ہیں اور کمزوری اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ معمولی سی سردی بھی اُن میں تھکان بھر دیتی ہے اور اُن کی سانس کی باریک نالیوں میں میٹھی بلغم کثیر مقدار میں بھر جاتی ہے۔ سٹینم میٹ کی مرضیاتی تبدیلیوں کا اصل دائرہ برونکائی ہی ہے بہرحال مریضوں میں جلدی رنگت بھی خراب ہوتی ہے اور اس دوا کے مریضوں کی جلد کی رنگت زردی مائل تانبے جیسی ہوتی ہے۔ اس دوا کے مریض جھریوں والے، تھکے ماندے اور پیلی رنگت والے ہوتے ہیں۔ بہرحال جلد سخت ہو کر چمڑے جیسی ہو جاتی ہے۔ آپ کو سٹینم میٹ کا کوئی مریض بھی پلسا ٹیلا، فیرم میٹ اور کلکیر یا کارب جیسا گلابی رنگت کا نہیں ملے گا۔

بہرحال یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اس دوا کے مریضوں کی تھکن اور ضعف غیر متوازی ہوتا ہے۔ کمزوری اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ مریض اپنی جلد کے نیچے حرارت محسوس کرتا ہے۔ وہ یہاں تک کہہ جاتا ہے کہ ''ڈاکٹر صاحب میری آنکھیں کمزوری کی وجہ سے جل رہی ہیں۔'' اس کے علاوہ جو بات مریض کی زبان سے ادا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب مجھے یوں لگتا ہے جیسے کمزوری میری خون کی نالیوں کے اندر اتر گئی ہو اور خون کے ساتھ ساتھ بہہ رہی ہو۔ بہرحال یہ سٹینم کا ہی خاصہ ہے کہ مریض اس طرح کی تخیلاتی علامت بیان کرتا ہے۔

تھکن اور ضعف کا عنصر اس دوا کے مریضوں میں اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ معمولی

سی مشقت بھی مریض کے لئے شدید تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بولنا بھی اُن کے لئے تھکن اور ضعف کا باعث بن جاتا ہے۔ جب کبھی کوئی مریض آ کر آپ سے کہے کہ ڈاکٹر صاحب فون پر تھوڑی سی گفتگو کے بعد مجھے سانس میں دقت محسوس ہوتی ہے تو جان لیں کہ اُس کی یقینی دوا سٹینم ہے۔ اگر آپ ایسے شخص کو کرسی پر بیٹھا دیکھیں تو آپ کو اُس کی اس قدر تکلیف دہ کیفیت کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔

ہاں البتہ اگر آپ ایسے شخص کو امتحان دینے کی میز پر بھیج دیں تو اُس کی سانس اتنی چھوٹی اور بے ترتیب ہو جائے گی کہ آپ کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں گی۔ یہاں تک کہ صبح سویرے منہ دھونے کے لئے اگر مریض کو واش بیسن تک جانا پڑے تو یہ بھی اُس کے لئے محال ہو گا۔ میرے تجربے میں آج تک ایک ہی اور دوائی آئی ہے جس میں اس قدر ضعف پایا جاتا ہے اور وہ دوائی ہیلونیاس ہے۔ ہیلونیاس میں جب مریض کرسی سے اُٹھنے کی کوشش کرتا ہے تو کمزوری اور سانس میں دقت کی وجہ سے اُس کا چہرہ لال بھبھوکا بن جاتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ سٹینم کے کچھ مریض اس قدر کمزوری اور ضعف کا شکار نہ ہوئے ہوں تاہم تھکن اور کمزوری کا عنصر اُن کی بیماری کا اہم جزو ہو گا۔ یہاں تک کہ اگر مریض میں مسلسل کام کرنے کی سکت بھی ہو تو بھی وہ اپنے روزمرہ کے کاموں سے ہی تھک کر چور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اُسے ستانے کے لئے لیٹنا پڑتا ہے۔

اس طرح کی شدید کمزوری اور تھکن اور تکالیف میں اضافہ جو کہ مریض ہلکی سی ورزش سے بھی محسوس کرے تو ہمیں اکثر برائی اونیا کا بھی خیال آتا ہے۔ لیکن اس بات پر غور ضرور کریں کہ برائی اونیا میں سٹینم کی نسبت بہت زیادہ زندگی پائی جاتی ہے جبکہ سٹینم کا مریض تھکن سے ادھ موا سا نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر برائی اونیا کا مریض کومے (Coma) میں بھی جا رہا ہو تو بھی وہ بڑا غصہ ور اور چڑچڑا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دور سے آپ کو برائی اونیا کے مریض کی ٹانگیں قبر میں (یعنی مریض مرنے کے قریب) نظر آتی ہوں مگر جب آپ اُس کے قریب جائیں گے تو وہ شدید ردعمل کا اظہار کرے گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سٹینم کا مریض برائی اونیا سے کہیں زیادہ تھکا ماندہ اور بے جان ہوتا ہے۔ وہ خود کو اس قدر کمزور اور تھکن کا شکار پاتا ہے کہ اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ اگلے چند سالوں میں وہ ضرور مر جائے گا۔

دراصل سٹینم میٹ کے مریضوں میں موت کا خوف نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے حقیقتاً جان چکے ہوتے ہیں کہ وہ جلد مر جائیں گے یا کہ موت اُن کے قریب ہے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر مایوسی اور کم ہمتی محسوس کرتے ہیں۔ شروع میں تو اُن میں مستقبل کے بارے میں تشویش ہی اُبھرتی ہے۔ مریض خود سے سوال کیا کرتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ زندہ کیسے ہوں۔ مجھے آہستہ آہستہ کیا ہوتا جا رہا ہے اور میں کس جانب بڑھ رہا ہوں۔ یہ ایک مکمل تشویش ہے جو کہ بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

آخرکار وہ بیماری کے خلاف جدوجہد کو ہی ترک کر دیتا ہے کیونکہ اب اُن کے پاس مایوسی کے سوا کچھ کرنے کو رہا ہی نہیں ہوتا۔ تاہم یہ کلکیر یا کارب یا آسینک البم جیسی پُرتشویش مایوسی نہیں ہوتی بلکہ یہ حقیقی مایوسی ہوتی ہے۔

جب کمزوری اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اپنی کمزوری کی وجہ سے سٹینم کے مریض لوگوں کو اپنے اردگرد دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ بات قطعی نہیں ہے کہ اس دوا کے مریض لوگوں کو پسند نہیں کرتے اور لوگوں سے نفرت کی وجہ سے اُن کو دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ اس کی وجہ صرف کمزوری ہوتی ہے جو اُن کے لئے کسی دوسرے سے ہم کلام ہونے میں بھی مانع ہوتی ہے ورنہ سٹینم کے لوگ تو بڑے پیارے اور بے لوث ہوتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ بڑے روابط رکھتے ہیں (بالکل سلیشیا کی طرح سے)۔ کتابوں میں مریض کی اس کیفیت کو "لوگوں سے خوف" کے تحت لکھا جاتا ہے مگر دیکھا جائے تو یہ لوگوں سے خوف نہیں بلکہ یہ دوسروں کے ساتھ بات نہ کر سکنے کی وجہ سے اُن سے احتراز کا عمل ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں خوف کا عنصر اس قدر زیادہ نہیں ہوتا اس لئے ہم حقیقی معنوں میں مریض کی اس کیفیت کو ڈر سے تعبیر نہیں کر سکتے۔

بعض اوقات سٹینم میٹ کے مریض ہسٹریکل کیفیات میں بھی چلے جاتے ہیں۔ اس کیفیت میں مریض باآسانی دیوانگی کا شکار ہو کر اپنی کارکردگی اور صلاحیت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ وہ ایک کام کو شروع کرتے ہیں اور پھر اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر دوسرے کو پکڑ لیتے ہیں۔ پھر دوسرے سے تیسرے کو اور سلسلہ یوں ہی آگے بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ مریض کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہیں کر پاتا۔

ایک عورت کسی خاص حساب کتاب کو شروع کرتی ہے۔ جلد ہی اُسے یاد آتا ہے کہ اُسے تو اپنے خاوند کے لئے چائے بنانا ہے۔ اسی طرح سے نکمے نکمے خیال اُسے

اصل مقصد سے ہٹا دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے دماغی کمزوری اس قدر شدید ہو چکی ہو کہ دماغ کسی ایک کام پر توجہ مرکوز کرنے کا اہل ہی نہ رہا ہو۔ نئے نئے خیالات ذہن میں آتے ہیں اور مریض اُن سے اپنی جان نہیں چھڑا پاتے اور اپنی مصروفیات اور کارکردگی کو اچھے طریقے سے منظم بھی نہیں کر پاتے۔

اس دوا کے ٹی بی کے مریضوں میں اعصاب کا درد پایا جاتا ہے جو پہلے آہستہ آہستہ بڑھتا اور پھر آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے۔ کتابوں کے مطابق سٹینم کی علامات سورج کے ساتھ ساتھ دن میں بڑھتی اور کم ہوتی ہیں۔ ہم اسے سورج کی گرمی سے بڑھنے کی حقیقی کیفیت نہیں کہہ سکتے۔ دراصل یہ تکلیف کی ترقی پذیری ہے جو کہ صبح سے دوپہر تک دیکھنے میں آتی ہے جو بعد میں دوپہر کے بعد زوال پذیر ہو جاتی ہے جبکہ دوپہر 2 بجے تکلیف اپنے عروج پر ہوتی ہے۔

سٹینم کے مریض کے سر درد کی ہی مثال لے لیں۔ یہ صبح 10 بجے سے شام 4 بجے تک رہتا ہے جبکہ نیٹرم میور کے سر درد کا وقت اکثر صبح 10 بجے سے شام 3 بجے تک ہوتا ہے لیکن نیٹرم میور میں مخصوص وقت پر تکلیف کی زیادتی اور کمی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔

سٹینم کے مریض کی تکالیف (خواہ وہ اعصابی درد ہو سر درد ہو کھانسی ہو یا کمر کا درد ہو) کے بڑھنے کا مخصوص وقت صبح 5 بجے ہے۔

سٹینم کا مریض ایک مخصوص قسم کی کمزوری اپنے سینے میں محسوس کرتا ہے۔ یہ درد مریض اُس وقت بھی محسوس کرتا ہے جب ابھی اُسے ٹی بی کی شکایت نہیں ہوتی یا برونکیل دمہ اُس کے جسم میں پیدا نہیں ہوا ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک قسم کے خالی پن کی کیفیت ہوتی ہے جسے مریض ''کمزوری'' (Weakness) کا نام دیتا ہے۔ یہ کمزوری یا خالی پن مریض اُس وقت شدت سے محسوس کرتا ہے جب وہ باتیں کرتا ہے۔ یہ علامت میں نے بذات خود سٹینم کے بہت سے مریضوں میں مشاہدہ کی ہے۔

سٹینم کی مریضہ کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ حیض سے پہلے اُس میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور جیسے ہی حیض جاری ہو جاتا ہے یہ تشویش ختم ہو جاتی ہے۔ اس علامت پر کئی لوگ لیکیسس کا خیال کرتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ سٹینم کا مریض اپنی مخصوص کمزوری' تھکن اور ذرا سی حرکت سے تکلیف میں زیادتی کی علامات دیتا ہے جو کہ خاص طور پر دن کے اوقات میں بڑھتی اور کم ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ لیکیسس کا مریض حیض سے پہلے سر درد

کی شکایت کرتا ہے جسے حیض جاری ہونے کے بعد سکون ہو جاتا ہے۔

تھکن سے چور مریضوں کے لئے جو عام دوا تجویز کی جاتی ہے وہ فاسفورک ایسڈ ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ فاسفورک ایسڈ کی کمزوری کا بہت زیادہ تعلق جذباتی کیفیات کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوری سے ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ فاسفورک ایسڈ کی رہنما علامت Apathy، مردہ دلی، سردمہری اور بے اعتنائی ہوتی ہے۔ اس کا مریض (فاسفورک ایسڈ کا) اس قدر لاپرواہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے گھر کو جلتا دیکھتا رہتا ہے مگر اُس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تاہم فاسفورک ایسڈ کی مریضہ بھی محبت میں گرفتار ہوسکتی ہے اور سٹینم کی بھی۔ اگر سٹینم کا مزاج رکھنے والی جوان لڑکی کسی مرد کی محبت میں گرفتار ہو جائے (جبکہ اُس وقت اسے ٹی بی کی بھی شکایت ہو چکی ہو) تب بھی اُس کے جذبات جوان رہتے ہیں جبکہ ایسڈ فاس والی مریضہ مردہ دل ہو جاتی ہے۔ مَردوں کے حوالے سے دیکھیں تو فاسفورک ایسڈ کا مریض اپنے آپ اور ماحول سے لاپرواہ ہوتا ہے جبکہ سٹینم کا مریض اپنی نئی کار خرید کر اُس کے مزے لوٹتا ہے۔

میورٹیک ایسڈ بھی ایک ایسی دوا ہے جس میں شدید کمزوری پائی جاتی ہے لیکن اس کا مریض اس کمزوری کو سمجھ نہیں پاتا۔ اوپیم کے مریض کی طرح میورٹیک ایسڈ کا مریض بھی یہی سمجھتا ہے کہ سب اچھا ہے (یعنی اُسے کوئی مرض لاحق نہیں ہوا)۔ عموماً میورٹیک ایسڈ کی کمزوری شدید تکالیف مثلاً بخار، خون میں عفونت (Septicemia) وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ ان تکالیف میں مریض بہت زیادہ کمزور، تھکا ہوا، بے جان سا ہو جاتا ہے اور اُن کی یہ تمام تھکن اور کمزوری اُن کی جسمانی سطح پر محسوس ہوتی ہے۔ یہ سٹینم کے مریض سے بالکل الگ کیفیت ہے جو سٹینم کے مریض کی علامات سے باآسانی الگ کی جا سکتی ہے۔

47۔ سٹافی سیگریا

اس دوا کا مرکزی کردار ''جذبات کو دبا کر رکھنا'' (Suppression of Emotions) ہے۔ خاص طور پر وہ جذبات جن کا تعلق عشق و محبت سے ہو۔ اس دوا کا مریض بڑا جوشیلا اور برانگیختہ ہوتا ہے جس کے جذبات بہت جلد بھڑک اُٹھتے ہیں لیکن جب وہ اپنے فطری جذبات کو اُجاگر نہیں ہونے دیتے تو وہ مسائل اور مرضیاتی تبدیلیوں کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ اُن کے مسائل گھمبیر ہو جاتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں کا مزاج دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مزاج مردانہ اور دوسرا عورتوں کا (یعنی مردوں کی علامات مختلف اور عورتوں کی علامات اس دوا میں ذرا مختلف پائی جاتی ہیں)۔

عورتوں میں اگر جذبات کو اندر دبا لیا جائے تو اُن کی کیفیت کا اظہار اُن کی مجہولی کیفیت (سستی) سے ہوتا ہے اور وہ خود کو ہر معاملے سے قطع تعلق اور دستبردار کر لیتی ہیں جسے ہم بُزدلی کی ایک قسم کہہ سکتے ہیں لیکن مردوں میں ظاہراً تو مندرجہ بالا کیفیت نظر نہیں آتی اور وہ اپنے آپ کو سخت جان اور جوانمرد ظاہر کرتے ہیں تاکہ باہر کی دنیا والے اُن کے احساسات نہ بھانپ سکیں مگر اندر سے اُن کی کیفیت بھی اوپر والی کیفیت سے کچھ مختلف نہیں ہوتی۔

سٹافی سیگریا کی مریضہ بڑی نرم و نازک اور بھروسا کرنے والی ہوتی ہے۔ وہ ایک عمدہ اور نفیس خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کا بہت زیادہ خیال رکھنے والی بھی ہوتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اُس کے مسائل صرف اُسی کے ہیں اور اُسی تک محدود رہنے چاہئیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ دوسروں پر بوجھ بنے۔ جب وہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے تو اپنی اس فطری جبلت کی وجہ سے اُسے زیادہ معلومات فراہم نہیں کرتی۔ وہ اُسے صرف اپنے مخصوص مسائل یا تکالیف کا بتاتی ہے اور مزید تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتی۔ اس سے یہ بات قطعی نہیں ہے کہ وہ خود کو اپنے خول میں بند رکھنا چاہتی بلکہ اُس کے تفصیل میں نہ جانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ معالج کو اپنی باتوں سے یا تکالیف بتا کر اُس پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔ سٹافی سیگریا کی مریضہ نہ تو منہ پھٹ اور نہ ہی ہٹ دھرم ہوتی ہے۔ وہ سنجیدگی اختیار کرتی ہے مگر مٹھاس بھری سنجیدگی جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ اگر معالج سٹافی سیگریا کی مریضہ کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے اور

اور اُس کی تکالیف کو جاننے میں دلچسپی ظاہر کرے تو مریضہ جلدی سے اُسے سب کچھ بتا دیتی ہے۔ یہ علامت اگنیشیا کی مریضہ کے بالکل برعکس ہے جو کہ حقیقت میں اپنے خول میں بند ہوتی ہے اور دوسروں پر اپنے جذبات کا اظہار نہیں چاہتی اور اُس سے حقیقت اگلوانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

سٹافی سیگریا کے مریض کبھی بھی انا پرست' سخت رویہ رکھنے والے (بدتمیزی کرنے والے) اور مغرور نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ اس دوا کے مرد جو کہ دوسروں پر اپنی طاقت اور مردانگی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی اندر سے بڑے حساس' بزدل اور نرم مزاج ہوتے ہیں۔ اندرونی طور پر طاقت کی کمی کی وجہ سے مریضہ بڑی منکسر مزاج ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ اپنے حق کے لئے بھی نہیں لڑتی۔ ابتدائی زندگی میں وہ چند مرتبہ دوسروں کے مدمقابل کھڑا ہونے کی کوشش کرتی ہے مگر جلد ہی وہ لڑائی سے دستبردار ہونے اور کسی بھی قسم کے جھگڑے میں حصہ نہ لینے کا سبق سیکھ جاتی ہے۔

یہاں تک کہ اگر مریضہ اپنے حق پر بھی ہو اور دوسرا بلاوجہ اُسے ستائے تو بھی وہ اُس سے جھگڑنے کی کوشش نہیں کرتی۔ اُس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے غصے کو پی جائے لیکن اس دوا کی مریضہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ کبھی بھی تلخ نہیں ہوتی۔ سکون سے اپنے جذبات کو اندر ہی اندر دبا لینا مریض کے اندر مرضیاتی تبدیلیوں کا راستہ کھول دیتا ہے۔ اگرچہ مریضہ بڑی پُرسکون اور نرم مزاج رہتی ہے تاہم اُس کے اندر کا صحت دینے کا نظام کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اسی لئے ذہنی سطح پر مریض میں سختی اور سنگدلی پروان چڑھنے لگتی ہے۔ مریضہ کے جذباتی طور پر کھائے ہوئے زخم جلد مندمل نہیں ہوتے اسی لئے اُس کے اندر کی طبعی حساسیت اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ مزید جذباتی تکلیف محسوس کرتی ہے اور اپنے حقوق سے دستبردار ہوتی چلی جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ اپنے جذبات کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرتی ہے۔

جذبات کو دبانے کی وجہ سے پیدا ہونے والی سختی اور بے حسی کا عمل ہمیں مریض کی جسمانی سطح پر بھی نظر آتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ سٹافی سیگریا کے مریضوں کے زخم (جسمانی زخم) جلد بھرنے کا نام نہیں لیتے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ جذباتی لحاظ کو متوازن کرنے کے لئے گلنے سڑنے لگتے ہیں۔ (یعنی جذباتی سطح پر پائے جانے

والے زخموں کے برابر بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں) بلکہ حقیقتاً زخم کے ٹشو ضائع ہو کر سخت اور بے حس ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے سٹانی سیگریا کے مریضوں میں سخت اور مردہ سی رسولیاں (گلٹیاں) دیکھنے میں آتی ہیں یا پھر جسم پر مختلف قسم کے سخت اور بے حس حصے بن جاتے ہیں۔ یہ سست اور بے حس حصے زیادہ تر جنسی اعضاء (بیضہ دانی، رحم اور خصیوں) میں پیدا ہوتے ہیں۔ دراصل یہ جذباتی کیفیات کے دباؤ کا جسمانی اظہار ہے جس کی بہترین مثال آنکھوں کی گوہانجیاں ہیں۔ سٹانی سیگریا کی گوہانجیاں دوسری ادویات کی گوہانجیوں کی طرح سے پیدا ہو کر بغیر کوئی نشان چھوڑے ختم نہیں ہوتیں بلکہ ان گوہانجیوں کے بعد پپوٹوں پر سخت قسم کے حصے بن جاتے ہیں جو وقت کے ساتھ ختم نہیں ہوتے۔

سٹانی سیگریا اُن بہت سی ادویات میں سے ایک ہے جن میں غم کے بعد تکالیف نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ سٹانی سیگریا کے مریض کا غم بھی مٹھاس بھرا ہوتا ہے جو کہ اگنیشیا اور نیٹرم میور کے بالکل برعکس ہے جن میں مریض جس نے بہت سے غم اُٹھائے ہوتے ہیں، تلخ اور بدمزاج ہو جاتا ہے جیسے کہ اُس کے اندر کانٹے بھر دیئے گئے ہوں جن تک اُس کی پہنچ نہیں ہوتی۔ اگر آپ ان ادویات کے مریضوں کا اچھے طریقے سے جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اُن کے اندر کی تلخی اور بدمزاجی بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی کے جسم میں کانٹے چبھو دیئے گئے ہوں جبکہ سٹانی سیگریا کے مریض کا بغور جائزہ آپ کو اُس کی مٹھاس بھری دستبرداری سے آگاہ کرے گا۔

سٹانی سیگریا کے غم سے تکالیف کا اہم تعلق رومانوی غم سے ہے۔ عام طور پر زندگی میں پیش آنے والے دکھ اور تکالیف جو کہ پیشہ وارانہ نقصان، مالی تنگی، یہاں تک کہ کسی عزیز کی موت کا غم بھی سٹانی سیگریا کے مریض میں تکالیف پیدا کرنے کا باعث نہیں بنتا لیکن اُن کے رومانوی جذبات سے ملنے والا غم اُن میں مرضیاتی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔

سٹانی سیگریا کا مزاج رکھنے والے لوگ بڑے نفیس ہوتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ اگر ایسے میں انہیں کوئی کاروباری نقصان بھی ہو جائے تو وہ جلد خود پر قابو پا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ''اورم'' کے مریض کاروبار کی ناکامی کے بعد بالکل بے جان و پژمردہ ہو جاتے ہیں۔ جب انہیں نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو مایوسی اس حد تک اُن کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے (اورم کے مریضوں کو)

کہ وہ یا تو خود کو گولی مار کر مر جاتے ہیں یا پھر خود کو کسی بلند مقام سے نیچے گرا کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ اگنیشیا اور نیٹرم میور کے مریضوں میں عزیز و اقارب کی وفات کے غم کی ہسٹری ملے گی جس کے بعد اُن کے عوارض پیدا ہوئے ہوں گے لیکن سٹافی سیگریا کا مزاج رکھنے والے لوگوں میں تکالیف صرف اور صرف رومانوی معاملات سے ملنے والے غم کے بعد پیدا ہوں گی۔

سٹافی سیگریا کے مریض کی مٹھاس بھری دستبرداری ایک قسم کی بزدلی ہوتی ہے جسے کینٹ نے بزدلی نہ سمجھتے ہوئے سٹافی سیگریا کو "Timidity" کے عنوان کے تحت درج نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگ دوسروں کے سامنے بزدل نظر نہیں آتے اور نہ ہی اپنی بزدلی کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کی بزدلی کا اظہار نہ تو اُن کی پیشہ وارانہ سرگرمیوں میں ہوتا ہے اور نہ ہی محفلوں میں چونکہ وہ بڑے نفیس قسم کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ہر حال میں لوگوں سے دوستانہ ماحول اور جذبات کے ساتھ ملتے ہیں جن کے ساتھ اُن کی بزدلی اُس وقت سامنے آتی ہے جب وہ کسی ایسے شخص سے ملتے ہیں جن کے ساتھ اُن کے محبت بھرے جذبات وابستہ ہوں۔ ایسی صورت میں اُن کی زندگی تخیلاتی کاموں میں گزرنے لگتی ہے۔ وہ اپنے محبوب کو تخیلات میں تو دیکھتے اور چاہتے ہیں لیکن اُن کے قریب جانا (حقیقی زندگی میں) اُن کے لئے محال ہوتا ہے۔ یہی اُن کی اصل بزدلی اور شرمیلے پن کی بنیاد ہے۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ سٹافی سیگریا کے مریض بہت زیادہ جوشیلے ہوتے ہیں اور (مرد ہو یا عورت) جلد عشق و محبت کے جال میں جا پھنستے ہیں جس کی وجہ سے اُن میں دماغی طور پر تخیلاتی محبت بھرے انداز اور اطوار جگہ بنا لیتے ہیں اور وہ زیادہ تر اپنی خیالی دنیا میں گم رہنے لگتے ہیں۔ مریضہ ہر وقت اپنے محبوب کے خیال میں گم رہتی ہے اور مریض ہر وقت اپنے معشوق کے خیال میں گم۔ مریضہ رات کو سونے سے پہلے اپنے محبوب کے ساتھ کی گئی باتوں، گزرے واقعات وغیرہ کی تمام فلم اپنی آنکھوں کے سامنے سے گزارنے کی کوشش کرتی ہے اور خیالوں ہی خیالوں میں اپنے مستقبل کے ممکنات کا بھی جائزہ لیتی ہے۔ خیالوں تک تو اُس کے مسائل کی ابتدا ہوتی ہے۔ ہجر میں تو (محبوب سے دور) وہ خود کو بڑا پُرسکون محسوس کرتی ہے۔ (ایسا مریض اپنی تخلیاتی دنیا میں کئی سال بڑی خوش و خرم زندگی گزارتا ہے) لیکن جیسے ہی زندگی کے اُتار چڑھاؤ کے

ساتھ اُس کا سامنا اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے وہ دکھوں میں گھر جاتی ہے۔

اپنے انتہا کو پہنچے ہوئے جذبات اور اُن کے نکاس کا کوئی دوسرا راستہ نہ ہونے کی وجہ سے سٹافی سیگریا کا مریض معمولی معمولی بات کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی جسمانی حرکات اور چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو بھی۔ مریض چھوٹی چھوٹی بات پر رنجیدہ اور معمولی معمولی بات پر خوش ہو جاتا ہے۔ اُس کی یہی عادت اور بہت زیادہ تخلیاتی دنیا میں سکون حاصل کرنے لیکن اپنے محبوب سے حقیقی زندگی میں دور رہنے کی وجہ سے اکثر مریضہ اپنے رومانوی معاملات میں ناکام ہو جاتی ہے جس سے اُسے مایوسی ہوتی ہے اور اُس کے جذبات بُری طرح سے مجروح ہو جاتے ہیں۔

آپ کو سٹافی سیگریا میں بہت سے رومانوی غم ملیں گے کیونکہ اس کے مریض جلد جوش میں آنے والے' تخیلاتی زندگی گزارنے اور حقیقت سے نظریں چرانے والے ہوتے ہیں۔ حقیقت پسند نہ ہونے کی وجہ سے وہ مایوسی کا شکار ہو کر غموں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس طرح کے بار بار جھٹکے لگنے کے بعد مریض جسمانی طور پر بھی مرضیاتی تبدیلیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب مریض جسمانی سطح پر مرضیاتی تبدیلیوں کا شکار ہوتا ہے تو پھر معمولی سی مایوسی یا غم کا سامنا کرنے پر مریض اسہال کا شکار ہو جاتا ہے۔ اُسے بار بار پیشاب کی حاجت ہونے لگتی ہے۔ یا پھر اُس کے جسم میں سینکڑوں رسولیاں (گلٹیاں) بن جاتی ہیں جو کہ اپنی نوعیت میں سخت ہوتی ہیں۔ مرد مریضوں میں اکثر پراسٹیٹ غدود بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر مریض سر درد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس دوا کے مریضوں کے سر درد کی نمایاں علامت یہ ہے کہ مریض محسوس کرتا ہے کہ یا تو اُس کے گردن (گدی والے حصے) میں یا پھر پیشانی میں لکڑی کا ٹکڑا رکھا ہوا یا پھنسا ہوا ہے۔ لکڑی کے ٹکڑے کا یہ احساس اس دوا کی اہم علامت ہے جو کہ دوسری سطحوں پر پائی جانے والی سختی اور بے حسی کا ہی ایک عمل ہے۔

سٹافی سیگریا کی اس علامت پر توجہ مرکوز کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس دوا کے مریض کے جذبات اور احساسات جلد بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اس بات کا آپ کو اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ معمولی سا بخار چڑھنے سے مریض کی پانچوں حسیات اُجاگر ہو جاتی ہیں جن کے ساتھ ہی محبوب سے ملنے اور دوستانے کا خوف بڑھ جاتا ہے جو کہ مریض کو مشت زنی (انگشت زنی) کی طرف مائل کرتا ہے جو کہ سٹافی سیگریا کے مریض کا خاصہ

ہے۔

سٹافی سیگریا کے مریضوں کی تخیلاتی میں جذباتی کیفیت اس قدر شدید ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی راستہ ڈھونڈتے ہیں اور وہ راستہ انہیں مشت زنی (انگشت زنی) کرنے کے علاوہ اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی حساسیت کی بدولت سٹافی سیگریا کے مریض اکثر فنکارانہ کاموں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ فنکارانہ رغبت اکثر انہیں تنہائی میں کئے جانے والے فنکارانہ کاموں کی طرف لے جاتے ہے جن میں نقش و نگاری، موسیقی، شاعری وغیرہ شامل ہیں۔ اکثر سٹیج ایکٹر یا موسیقاروں میں سٹافی سیگریا کی اکثر علامات نظر آتی ہیں۔ اگر کوئی بحری جہاز کا کپتان آپ سے دوا لینے آئے اور اُس کی دوا سٹافی سیگریا بن رہی ہو تو آپ اس پر پھر سے غور و خوض کریں گے کیونکہ آپ کا پہلا خیال یہی ہے کہ بحری جہاز کا کپتان ایک سخت کام کرنے والا ہے اور اُس کے لئے اس دوا کا کوئی ربط نہیں بنتا لیکن اگر اُس کے پیشے سے ہٹ کر آپ کو پتہ چل جائے کہ وہ اندر سے کتنا نرم مزاج ہے تو یہی دوا اُس کی اصل دوا کے طور پر سامنے آئے گی۔ اُس کی نرم مزاجی اور فنکارانہ دلچسپی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کو اُس سے اُس کی فنکارانہ زندگی کے بارے میں سوال کرنا ہوں گے جس سے وہ آپ کو بتائے گا کہ وہ اپنی پیشہ وارانہ زندگی کے علاوہ کتنا وقت شاعری کرنے میں گزارتا ہے۔ یا موسیقی سننے یا کرنے میں یا نقش و نگاری میں گزارتا ہے۔ یہی معلومات آپ کو اُس کے لئے سٹافی سیگریا تجویز کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گی۔

مجھے ایک 35 سالہ شخص کا واقعہ یاد ہے جس پر سٹافی سیگریا نے بہت اچھا کام کیا تھا۔ وہ ایک نفیس آدمی تھا۔ وہ آسانی سے دوست بنا لیتا تھا لیکن اُس میں حقیقی محبت میں ملوث نہ ہونے کی پرانی تکلیف تھی۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ ہم جنسی کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ بس اُسے تنہائی میں دوسروں سے ملنے کا خوف رہتا تھا۔ تاہم اُس نے مجھ سے اقرار کیا کہ وہ مشت زنی کا عادی ہے۔ وہ بچپن میں سات سال کا تھا کہ اُسے مشت زنی کی عادت ہوئی جو 35 سال کی عمر تک ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ کچھ عرصہ تو یہ عادت بہت زیادہ بڑھ جاتی، وہ بار بار خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا لیکن ایک دن وہ کوشش کرتا دوسرے دن اُس کی ہمت جواب دے جاتی اور وہ پھر اپنی عادت پوری کر لیتا۔ یہ اُس

کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ مسئلہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر اُسے سٹائی سیگریا نہ دی جاتی تو وہ آہستہ آہستہ بڑی گھمبیر حالت میں چلا جاتا۔

ایسے حساس لوگ جب اُنہیں غم سے یا براہ راست کسی مشکل کا سامنا ہوتا ہے تو وہ اعصابی طور پر بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ انہیں فوری طور پر جسم کے اندر کپکپی (کانپنا) محسوس ہوتی ہے جو کہ مکمل رعشہ میں بدل سکتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ مریض کے دوران خون کا نظام بھی متاثر ہوتا ہے۔ مریض بلند فشار خون میں مبتلا ہوسکتا ہے یا پھر اُس کے جسم میں خون کا بہاؤ غیر متوازن ہوسکتا ہے۔ غیر متوازن خون کے بہاؤ کی وجہ سے مریض کا چہرہ سرخ یا سفید اور ہونٹ نیلے ہو جاتے ہیں۔

اب تک کی پیش کی گئی تصویر میں پڑھنے والوں کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ مریض کے جنسی اعضاء کس قدر متاثر ہوتے ہیں۔ ابتداء میں مریض کے جذبات بہت جلد اُبھرتے ہیں لیکن یہ جذبات کا اُبھار اُس وقت ہی زیادہ ہوتا ہے جب تک مریض کا محبوب یا عاشق اُس کے قریب نہ ہو۔ مریض ان جذبات کو مشت زنی سے تسکین دیتا ہے لیکن جب اُسے حقیقی جنسی کیفیت (جماع کی نوبت آتی ہے) کا سامنا ہوتا ہے تو مریض نامردی محسوس کرتا ہے۔

بچوں میں جوانوں جیسی علامات نہیں ملتیں۔ تاہم جذبات کو دبانے کی کیفیت بچوں میں بھی بڑوں جیسی ہی ہوتی ہے۔ بچوں میں آپ کو والدین یا اساتذہ کرام کے منع کرنے کی وجہ سے اپنے فطری جذبات کو دبانے کی عادت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بچے کند ذہن ہو جاتے ہیں۔ مجھے ایک گیارہ سالہ بچے کا کیس یاد ہے جو بہت ذہین اور بااخلاق اور دوسروں سے دوستی رکھنے والا تھا لیکن اُس کی یہ عادت چھ سال کی عمر سے قبل تھی۔ جب چھ سال کا ہوا تو اُسے سکول بھیج دیا گیا۔ سکول میں ابھی دوسرا سال ہی تھا کہ وہ دوسرے بچوں سے پیچھے رہ گیا اور آہستہ آہستہ ذہنی کمزوری میں مبتلا ہوتا گیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو ہر دیکھنے والا محسوس کرسکتا تھا کہ بچہ مجھول ہے (ذہنی طور پر ناکارہ) تین سال تک مسلسل وہ سکول نہ جا سکا۔ اُس کا رویہ بڑا تکلیف دہ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کا روزانہ کا معمول بن گیا تھا کہ وہ اپنی ماں کو مارتا۔ پہلے پہل میں نے اُس کی اس عادت پر سٹرامونیم تجویز کی لیکن بچے پر اُس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخرکار مجھے احساس ہوا کہ اس کیس میں بچے میں تبدیلی اُس وقت آئی جب وہ سکول داخل ہوا۔ پس میں نے اُس

وقت کے بعد بچے کے ماحول اور اُس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا جائزہ لینا شروع کیا جس سے مجھے پتہ چلا کہ اُس کے ماں باپ آپس میں بہت زیادہ لڑتے جھگڑتے تھے جس کا بلاشبہ بچے پر اثر پڑا جس کا اظہار بچے کے دماغ پر کئی سالوں کے دورانئے میں ظاہر ہوا۔ پھر مجھے اُس کی ایک اور عادت کا پتہ چلا وہ یہ کہ بچہ دائیں کی بجائے ہر کام بائیں ہاتھ سے کرتا ہے۔ اُس کی یہ عادت قدرتی تھی لیکن استاد نے اُسے دائیں ہاتھ سے لکھنے پر مجبور کیا (تاکہ بچہ دوسرے بچوں کی طرح دائیں ہاتھ سے ہی لکھے)۔ پرانے تجربات سے مجھے اندازہ تھا کہ ایسا دباؤ دماغ پر بڑے قوی اثرات چھوڑتا ہے۔ اسی بناء پر میں نے بچے کے لئے سٹانی سیگریا تجویز کی جس کے بعد بچہ نہ صرف اپنے سکول کی کارکردگی میں بہتر ہوا بلکہ اُس نے اپنے پچھلے تین سالوں کی کمی کو بھی پورا کیا۔

سٹانی سیگریا کی مرضیاتی تبدیلی جب اس سے بھی اگلے درجے میں جاتی ہے تو مریض اپنی ضرورت سے زیادہ حساسیت کا اظہار چڑچڑے پن کی شکل میں کرتا ہے جس کی بدولت مریض تخریبی اور غصہ ور طبیعت کا حامل ہو جاتا ہے لیکن اس قدر زیادہ نہیں ہوتا جتنا سٹراموینم کا مریض ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر سٹانی سیگریا کے مریض کو کافیا کا مریض سمجھنے کی غلطی بھی کر سکتا ہے کیونکہ دونوں میں مریض بڑے جوشیلے ہوتے ہیں۔ اُن کی حسیات خصوصاً سننے کی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ تاہم سننے کی اس تیز حس کا بھی سٹراموینم سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ سٹراموینم میں یہ ان سے بھی تیز ہوتی ہے۔

سٹانی سیگریا کے بنیادی تصور سے ہم مریض کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ شروع میں شدید غم یا مشکل حالات کا سامنا کرنے کے بعد مریض کے اندر کپکپی کا احساس ہوتا ہے جو بعد میں رعشہ میں بدل سکتی ہے۔ میں نے رعشہ کے بہت سے کیسوں کو سٹانی سیگریا سے ٹھیک ہوتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد کی کیفیت میں یادداشت کا جاتے رہنا مریض کی ذہنی تکالیف کا موجب بنتا ہے۔ مریض ذہنی طور پر تھکان اور بھول جانے کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ وہ جو بھی یاد کرتا ہے بھول جاتا ہے۔ سختی، اکڑاؤ جو کہ مریض کی جسمانی کیفیات میں ہوتی ہے، دماغی سطح پر بھی محسوس ہوتی ہے۔

عقل بے ڈھنگی اور غیر لچکدار ہو جاتی ہے (یعنی مریض اچھی طرح سے حالات وواقعات کا تجزیہ کر کے فیصلہ کرنے کی بجائے اپنی ایک ہی بات پر اڑ جاتا ہے)۔ اس

کے علاوہ مریض بیرونی عوامل سے متاثر نہیں ہوتا۔ وہ بس ایک جگہ بیٹھ جاتا ہے اور ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا ہے۔ سمجھ لیں کہ ایک قسم کا پاگل پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے دیگر بہت سی ادویات کے ساتھ ساتھ سٹافی سیگریا کو بھی پاگل پن کی ادویات میں یاد رکھیں۔ یہ اُس وقت پاگل پن کی مکمل دوا ہو گی جب مریض کے اندر جذبات وغیرہ کو دبانے کی ہسٹری موجود ہو۔

مزید نوٹس:

اگرچہ مریض کی جنسی طاقت کم ہو گی مگر مریض شہوت پرست اور شہوانی جذبات میں آگے بڑھتا جائے گا اور حقیقی لذت سے کہیں آگے والی لذت حاصل کرنا چاہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ مریض جنسی جنون کا شکار ہو جائے۔ اگر اُس کے جنسی روابط بہت زیادہ ہو جائیں تو بہت سے لوگ بتانے والے ہوں گے کہ اُس نے اُن کے ساتھ کیا جنسی حرکت کی ہے۔ کچھ مریض ایسی کیفیت میں بھی جا سکتے ہیں کہ اُنہیں اپنی ذات پر قابو رکھنے کی پرواہ بھی نہ ہو گی جو بھی آئے اور اُس کے ساتھ جو کچھ بھی کر جائے کیونکہ ایسی حالت میں وہ کسی کو انکار نہیں کر سکتے۔ ایسے مریضوں میں کچھ عرصے کے بعد اُن کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔

دوسروں کو تسکین دینے کے لئے زیادہ دیر تک عضو مخصوص کو ایستادہ رکھنے کی کوشش میں یا پھر شہوانی جنون کی وجہ سے یا پھر آزادانہ جنسی تعلقات کی زیادتی کی وجہ سے مریض کے مذی کے غدود (پراسٹیٹ گلینڈ) بڑھ جاتے ہیں جو کہ ہارمونز کے نظام کو غیر فطری طریقے پر کام کرنے پر اُکساتے ہیں۔ اس طرح کے تمام سابقہ کاموں کے بعد اگر مریض نامرد ہو جائے تو سٹافی سیگریا سے اُس کی نامردی جاتی رہتی ہے۔

کچھ مریضوں کی ایستادگی بڑی پُردرد ہوتی ہے۔ یہ پُردرد ایستادگیاں اکثر رات کے وقت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور بڑی دیر تک رہتی ہیں۔

---

48 — سٹرامونیم

کینٹ کا کہنا ہے کہ سٹرامونیم کی سب سے اہم علامت جو ہمیں اس دوا کی طرف متوجہ کرتی ہے وہ مریض کی ذہنی سطح سے اُبھرنے والا تشدد ہے۔ یہ بہت تیزی سے مشتعل ہونے کی کیفیت ہے جس میں مریض کا دماغ اُس کے بس سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رویئے میں حاسد' دوسروں کا بدخواہ اور تخریبی ذہن سے سوچنے والا دکھائی دیتا ہے۔
اس مریض میں ہر طرح کی تخریب کاری پائی جاتی ہے۔ یہ تخریبی یا تباہ کن رویہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی روا رکھ سکتا ہے اور اپنے آپ کے ساتھ بھی۔ اس صورت میں مریض مارتا ہے' دانتوں سے کاٹتا ہے' کپڑوں کو پھاڑتا ہے' چنگھاڑتا ہے اور گالیاں دیتا ہے اور بُرا بھلا کہتا ہے لیکن جو خاص بات اُس میں نظر آتی ہے وہ چیزوں کا توڑنا پھوڑنا ہے۔ مریض کی یہ حالت اچانک بھی ہو سکتی ہے جو کچھ دیر کے بعد خود ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن وہ اس کیفیت سے بالکل آزاد نہیں ہوتا۔ خصوصی طور پر یہ مزمن پاگل پن کی کیفیت ہو سکتی ہے یا پھر اس کیفیت کے دورے لمبے وقفوں کے بعد مریض میں نظر آ سکتے ہیں۔ اسے ہم صرف غصے کا دورہ نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اُس سے کہیں آگے کی کیفیت ہوتی ہے۔

سٹرامونیم کے عمل میں سب سے ابتدائی کیفیت مریض میں قابو میں نہ آنے والی بے شعوری ہوتی ہے جو کہ تشدد اور غصیلے رویئے کو جنم دیتی ہے۔ عام ہوش مند شخص میں بے شعوری کے اجزاء اور نظم و ضبط اور حیوانی جبلت کی سطح کو دماغ کے بڑے حصے کے عمل کے ذریعے سخت ترین کنٹرول کے تحت رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دماغ کے اس حصے کے اعمال ضمیر اور معاشرتی اثرات' اخلاقی اور مذہبی اقدار کو بھی کنٹرول کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص پاگل ہو جاتا ہے تو پاگل پن کی تعریف کے مطابق دماغ کے اس بڑے حصے کے اعمال مریض کی ان اقدار کو مضبوطی سے اپنے قابو میں نہیں رکھ پاتے۔ یا پھر یہ کہ اُن کا کنٹرول کمزور پڑ جاتا ہے۔ اس لئے مریض کا رویہ عام لوگوں کے رویئے سے مختلف ہو جاتا ہے۔ سٹرامونیم کی کیفیت جس میں مریض کے اندر بے شعوری کا عنصر یکدم اور شدت کے ساتھ اُبھرتا ہے۔ اس قدر شدید ہوتی ہے کہ مریض کے نارمل کنٹرول سسٹم کے اُس پر قابو پانے کا کوئی چانس نظر نہیں آتا۔

اس طرح کا پاگل پن بہت ہی شدید کیسوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ کیفیت

ایسے قاتلوں کی ہو سکتی ہے جو بلاامتیاز بہت سے لوگوں کو بلاوجہ قتل کرنا شروع کر دے۔ تاہم کوئی ڈاکٹر بھی صرف اسی علامت پر دوا تجویز نہیں کرے گا۔ (اس کی دوسری ممکنہ دوا نکس وامیکا بھی ہو سکتی ہے۔) تاہم سٹرامونیم ڈاکٹر کے ذہن میں ضرور آئے گی۔ ہاں البتہ اگر مریض کے Padded Cell میں شدید کھنچاؤ آ جائے تو ایسے پاگل مریض کو سٹرامونیم دینے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو گا۔

ریپرٹری کی ایک خامی یہ ہے کہ وہ علامات کے بڑھنے کے درجوں کی تفصیل بیان نہیں کرتی۔ اس لئے جب بہت سی ادویات تشدد کی علامت کے تحت ملتی ہیں تو ڈاکٹر یہ معلوم کرنے سے قاصر ہوتا ہے کہ کس درجے کے تشدد کی دوا کون سی ہے۔ سٹرامونیم میں اگرچہ تشدد کا درجہ اچانک رونما ہوتا ہے اس لئے اس سے پہلے کے درجے قابل فہم نہیں ہوتے البتہ وجوہات دوا کی تجویز میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

سٹرامونیم کے پاگل پن کی حقیقی وجہ اچانک صدمہ ہے۔ یہ صدمہ شدید خوف کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ جذباتی صدمہ بھی ہو سکتا ہے۔ سر کی چوٹ سے بھی ہو سکتا ہے یا پھر بخار کے دماغ پر اثرات کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ (اگر بخار کی وجہ سے ہو گا تو مریض میں بعد میں عموماً کم بخار میں بھی جھٹکے اور ہیجان کی کیفیت ملے گی۔) بے شعوری کا مریض میں پیدا ہونا بعد میں مریض کے اندر اندھیرے سے خوف پیدا کر دیتا ہے اور مریض تمام رات روشنی جلا کر سوتا ہے۔ اس کے علاوہ مریض میں غیر عمومی سے خوف مثلاً قبرستانوں سے خوف (سٹرامونیم میں خصوصی طور پر مریض اپنے آپ کو قبرستانوں میں پروان چڑھتا محسوس کرتا ہے)' سرنگوں اور بند جگہوں کا خوف' بہت زیادہ پانی کو دیکھنے کا خوف اور کتوں سے خوف بھی سٹرامونیم میں پائے جاتے ہیں۔ خاص علامات مریض میں رات کے وقت اندھیرے میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس دوا کے مریض کی مخصوص علامات میں سے ایک اندھیرے میں تکالیف کا بڑھنا اور دوسرا پانی کی بڑی سطح کو دیکھنے سے تکالیف میں اضافہ ہیں۔ کتابوں میں آپ کو لکھا ملے گا کہ سٹرامونیم کے مریض کی علامات میں چمکیلی چیزوں (شیشہ' چمکدار دھات' آگ) کے دیکھنے سے ہوتا ہے مگر تجربات میں جو بات زیادہ نمایاں نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ مریض کی تکالیف میں اضافہ پانی کی بڑی سطح کو دیکھنے سے ہوتا ہے۔ علامت کے طور پر ایسی باتیں مریض کے اندر پائی جانے والی بے شعوری کی ابتدائی کیفیتوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ تاہم بعد میں مریض کو مختلف حصوں میں

جھٹکے محسوس ہوتے ہیں (گردن، آنکھوں اور ٹانگوں میں)۔

مریض کی مرضیاتی تبدیلیوں کا عروج اُس وقت ہوتا ہے جب اُس کی بے شعوری اپنی انتہا کو پہنچ کر شدید قسم کے پاگل پن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر کو اچانک فون آتا ہے کہ وہ فوراً پہنچے کیونکہ مریض نے کھڑکیوں کے شیشے توڑنے شروع کر دیئے ہیں۔ وہ فرنیچر کی توڑ پھوڑ کر رہا ہے اور خاندان والوں کو قتل کر دینے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں مریض کو فوراً ہسپتال لے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا پھر ایلو پیتھک ڈاکٹر ایسے مریض کو نیند کا ٹیکہ لگا کر سلا دیتے ہیں۔

جب آپ دیکھیں کہ مریض بہت تشدد کر رہا ہے اور اپنے قابو سے باہر ہے یا پھر وہ کرسی پر بڑے خطرناک انداز میں بیٹھا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں درندگی نظر آ رہی ہے، اُس کی پیشانی پر بے سکونی سے تیوڑیاں پڑی ہوئی ہیں اور ایسا محسوس ہو کہ وہ کسی بھی لمحے آپ پر چھلانگ لگا دے گا یا کسی بھی لمحے بھاگ کر گھر سے باہر نکل جائے گا تو دوا سٹرامونیم ہوگی۔

سوال و جواب پر آپ کو پتہ چلتا ہے کہ مریض بضد رہتا ہے کہ رات کو لائٹ جلتی رہے مزید یہ کہ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کا ساتھ چاہتا ہے۔ شاید مریض رات کو روتا اور دن کو ہنستا بھی رہتا ہے۔ اگر ایسے کیس کا علاج نہ کیا جائے تو بلاشبہ یہ کیس پاگل خانے والوں کا بن جاتا ہے کیونکہ آہستہ آہستہ ذہنی سطح کمزور ہو کر دوروں کی شکل اختیار کر لیتی ہے یا پھر مکمل پاگل پن کی۔

اس دوا کا تعلق "Rabies" سے بھی ہے۔ Rabies ایسے جراثیم ہیں جو کہ کتوں اور انسانوں میں ہلکاؤ پیدا کرتے ہیں۔ اس کے مریض پانی سے خوف زدہ ہوتے ہیں چونکہ سٹرامونیم کے مریض بھی پانی سے ڈرتے ہیں اس لئے اکثر کتے کے کاٹنے کے بعد ہلکاؤ کے مریض سٹرامونیم سے ٹھیک ہوتے ہیں۔ پانی سے خوفزدہ ہونے کی بھی ان کی اپنی ہی کیفیت ہوتی ہے یعنی یا تو یہ پانی کو دیکھ کر خوفزدہ ہوتے ہیں یا پھر پانی کی آواز سے۔ اسی لئے مریض پیاس کے باوجود پانی پینے سے خوفزدہ ہوتا ہے اور پانی پینا نہیں چاہتا۔

اسی حوالے سے سٹرامونیم کے مریض کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ کتے اُس پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ یا پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مریض کو ایسے کتوں سے خوف آتا ہے جو کہ اُس پر حملہ کر سکتے ہیں۔

سٹرامونیم کی شدید تکالیف کے لئے اس کا بیلاڈونا سے موازنہ کرنا چاہئے۔ اس مریض کو بھی بیلاڈونا کے مریض کی طرح اچانک شدید بخار ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر دماغ کی جھلی کی سوزش کی وجہ سے۔ موازنہ کرنے پر آپ کو پتہ چلے گا کہ سٹرامونیم کے مریض کا بخار اس قدر تیز نہیں ہوتا جتنا کہ بیلاڈونا کے مریض کا لیکن سٹرامونیم کے بخار کی یہ خاصیت ضرور ہے کہ وہ یا تو مسلسل ہو گا یا پھر دوبارہ عود کر آنے والا جبکہ بیلاڈونا کا بخار تھوڑی تھوڑی دیر میں گھٹنے بڑھنے والا ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر امتیاز نہ کر سکے تو وہ پہلے بیلاڈونا دے سکتا ہے لیکن اگر بخار پھر لوٹ کر آ جائے تو بیلاڈونا کوئی کام نہیں کرے گی۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کو دوسری ادویات کا جائزہ لینا ہو گا۔ اگر مریض میں شدید، تشدد والا ہذیان ہو جس کے ساتھ بیلاڈونا جیسی سرخی بھی چہرے پر نظر آئے، آنکھوں کی پتلیاں پھیلی ہوئی ہوں، منہ خشک ہو اور مریض میں ہیجانی تشنج پایا جائے۔ پھر سٹرامونیم کو آخر میں ہی دیکھا جائے لیکن اگر بخار کے دوران مریض توڑ پھوڑ کرے، کپڑے پھاڑے، گالیاں دے، بُرا بھلا کہے تو یہ بخار سٹرامونیم کا ہے۔ کیونکہ سٹرامونیم کا مریض بخار کی حالت میں نہ تو اپنے آپے میں ہوتا ہے اور نہ ہی اردگرد کے ماحول کو پہچانتا ہے۔ ایسی صورت میں جو کام سرانجام دیتا ہے اُن کے مطابق مریض میں ''سپر ہیومن'' جیسی طاقت ملتی ہے (ٹیرنٹولا میں بھی مریض اتنی ہی طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے)۔ کلینک پر ایسا بچہ کرسی کو پکڑ کر بیٹھے گا اور خوفزدہ ہو گا اور درندوں جیسی آنکھوں سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھے گا جیسے وہ ابھی بھاگنے یا حملہ کرنے کے لئے تیار ہو۔

جب مریض کا شدید جنون ختم ہوتا ہے یا کم ہوتا ہے تو مریض میں کبھی تشویش لاحق ہونے لگتی ہے اور کبھی مایوسی۔ یہ دونوں باتیں ادل بدل کر مریض کے دماغ پر وارد ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر کو ادویات کا مطالعہ کرتے وقت یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اس دوا کا نقطہ ارتکاز کیا ہے۔ سٹرامونیم میں نقطۂ ارتکاز (فوکس پوائنٹ) ہائپو تھیلمس (دماغ کا ایک اہم حصہ جو غصے کو کنٹرول کرتا ہے) ہے۔

اس دوا کی ایک کلینیکل علامت اُس وقت سامنے آتی ہے (وہ نیورالوجسٹ اُس سے باخوبی واقف ہیں جو دماغ کا آپریشن کرتے ہیں) کہ جب سر پر چوٹ لگنے کے بعد کھوپڑی چٹخ جاتی ہے اور ہائپو تھیلمس والا حصہ تباہ ہو جاتا ہے تو مریض کس طرح غصیلا

اور تشدد پسند ہو جاتا ہے۔ جو کہ سٹرامونیم کی ہی ایک کلینیکل وضاحت ہے۔

اس طرح کی کیفیت بہت زیادہ الکحل کے استعمال کے بعد اس کا زہر جسم میں سرایت کر جانے سے اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب مریض اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور غیر فطری قسم کا غصہ دکھاتا ہے۔

سٹرامونیم مرکزی اعصابی نظام پر بھی پُرزور طریقے سے اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ خاص طور پر اعصاب اور پٹھوں کے نظام میں ارتعاش کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ سٹرامونیم سے ایسے بچوں کو بہت فائدہ پہنچا ہے جو پیدائش کے وقت کی چوٹ کی وجہ سے تشنجی کیفیت میں مبتلا ہوں یا پھر انہیں جو پیدائشی طور پر یرقان میں مبتلا ہوں۔ اس سے صدمے کی وجہ سے یا پھر اعصاب کے تباہ ہو جانے کی وجہ سے ہونے والے تشنجی فالج میں بہت فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

خاص طور پر اوپر والے جوارح (بازوؤں) کو متاثر کرنے والے رعشہ میں بھی اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ بہرحال آپ غور کریں کہ ہر بات میں زور بلا ارادہ نہ کنٹرول کئے جانے والے نروس سسٹم پر ہی پڑتا ہے۔

سٹرامونیم کے کچھ اثرات جسمانی سطح پر بھی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر سر کا درد جو کہ دھوپ میں بڑھتا ہے' اس کے علاوہ مریض کی تکالیف حرارت سے بڑھتی ہیں اور لیٹنے اور حرکت کرنے سے اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہو جاتی ہیں۔ سر کے درد عموماً گدی (سر کے پچھلے حصے) میں پائے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ گدی کے ساتھ ساتھ پیشانی پر بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دماغ کی جھلی کی سوزش بھی ملتی ہے جو کہ کان سے بہنے والی رطوبت کو بند کر دینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ زیادہ دیر تک پڑھنے سے آنکھوں پر دباؤ بھی اس کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر دماغ کے بخار یا چوٹ کی وجہ سے آنکھوں میں بھینگا پن ہو تو وہ بھی سٹرامونیم سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

مزمن پھوڑے پھنسیاں اس دوا میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عفونتی کیفیات جو کہ خاص طور پر تشنج اور جھٹکوں کے ساتھ پیدا ہوں اس دوا کی علامات میں سے ہیں۔

اس دوا کے مریضوں میں بائیں چوتڑ پر شدید درد بھی ملتا ہے۔ اس دوا کی کھانسی کی مخصوص علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ چمکدار چیزوں اور آگ کو دیکھنے سے بڑھتی ہے۔

جب مریض کے سر پر پانی گرتا ہے تو اُسے گھٹن کا احساس ہوتا ہے۔ بوڑھوں میں مثانے کے تشنج کی وجہ سے پیشاب کا رُکنا بھی اس دوا کی علامت ہے۔

موازنہ کرتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے کہ سٹرامونیم کا مریض زیادہ تشدد پر اُتر آتا ہے (بیلاڈونا کے مریض سے اور ہائیوسائیمس کے مریض سے بھی)۔ اس کے علاوہ بیلاڈونا کا تشدد وقتی شدید اور اچانک پیدا ہو کر اچانک ختم ہو جانے والا ہوتا ہے۔ بیلاڈونا کے ہذیان میں مریض کمرے کی دیوار پر چڑھنا چاہتا ہے۔ وہ بستر سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے (حالانکہ اُسے شدید بخار ہوتا ہے) اور جانوروں کی طرح تیزی سے کمرے کی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بیلاڈونا کے وہم آنکھیں بند کرنے پر اُجاگر ہوتے ہیں۔ دوسروں کو مارنا بھی بیلاڈونا کی اہم علامات میں سے ہے۔ ہائیوسائیمس کا مریض اُس وقت تشدد پر اُترتا ہے جب اُسے حسد محسوس ہو یا پھر اُسے انتہائی تنگ نہ کر دیا جائے۔ دوسروں کو پیٹنے کی علامت ہائیوسائیمس کی اہم علامات میں سے ہے۔ ٹیرنٹولا میں غصہ دوروں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ تاہم وریٹرم البم کا مریض سٹرامونیم کی طرح چاک و چوبند اور طاقتور ہوتا ہے لیکن سوائے انتہائی حالات کے وہ اس قدر پُرتشدد نہیں ہوتا۔

---

49 — سلیشیا

اس دوا کے مریضوں میں ہر چیز کا خوف پایا جاتا ہے جو کہ لیٹنے سے بڑھ جاتا ہے۔ مریض پُرتشویش ہوتا ہے۔ شام کے وقت مریض کی تمام تشویش ختم ہو جاتی ہے اور وہ پُرسکون ہو جاتا ہے۔

مریض ذرا سی محنت یہاں تک کہ قمیض کو بٹن لگانے کی کوشش میں پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ مریض میں نزلہ ہو جانے کا خوف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ کمرے سے باہر نہیں نکلتا تا کہ اُسے ہوا لگ کر نزلہ نہ ہو جائے۔

مریض کو خود پر اعتماد نہیں ہوتا یہاں تک کہ اُسے یہ بات بھی سمجھ نہیں آتی کہ وہ جو کر رہا ہے ٹھیک ہے یا غلط۔ چیزوں کو بیسیوں بار، بار بار دیکھتا ہے (فاسفورس اور کاسٹی کم کی طرح)۔

مریض کو مختلف قسم کے خوف ہوتے ہیں مگر وہ نہیں جانتا کہ کون سی بات نے اُسے

اِس قدر خوف زدہ کر رکھا ہے۔

اس دوا کے مریضوں میں اکثر فاحشہ عورت سے جماع کے بعد گندگی سے شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ بار بار کپڑے دھوتا ہے۔ اگر بس میں بھی کوئی اُس کے ساتھ چھو جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ اُس کے کپڑے گندے ہو گئے ہیں اس لئے وہ اُنہیں دھوتا ہے۔ مریض دوسروں سے ہاتھ تک ملانا نہیں چاہتا۔ وہ دن میں 50 سے 200 بار تک ہاتھ دھوتا ہے یہاں تک کہ اُس کے ہاتھوں پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔

اگر مریض ہاتھ نہ دھو سکے تو اُسے سر درد لاحق ہو جاتا ہے۔ اپنے بچوں کو نہیں چھوتا مبادا بچوں نے کسی گندی چیز کو چھوا ہو۔ اگرچہ مریض جانتا ہے کہ یہ بات مضحکہ خیز ہے تاہم وہ اپنی اس عادت پر قابو نہیں پا سکتا۔ تاہم مریض اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں میں مکمل ہوتا ہے۔

ایسا مریض دوسروں سے سوال کرتا ہے کہ کیا تم مجھے خبطی سمجھتے ہو اور اُس وقت تک دوسرے کا پیچھا نہیں چھوڑ دیتا جب تک کہ اُسے جواب نہ دیا جائے۔ دراصل وہ اپنے سوال کے جواب میں "نہیں" سننا چاہتا ہے۔

مریض کی تکالیف رات کو بڑھتی ہیں۔ مریض رات کو سو نہیں پاتا۔ صبح 2-3 بجے جاگتا ہے پھر سو جاتا ہے اور صبح جلد جاگ نہیں پاتا۔

اگر وہ کسی چیز کو (حقارت سے) دور پھینک دے تو (بعد میں) سوچتا ہے کہ اُس کی قسمت خراب ہونے کو جا رہی ہے۔ اس لئے اب کوئی بُرا واقعہ ضرور پیش آئے گا۔

مریض میں صحت کے متعلقہ تشویش بھی پائی جاتی ہے مگر وہ اس تشویش کا اقرار نہیں کرتا۔

مریض سردی سے خوفزدہ ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ وہ سردی کو کیسے برداشت کر پائے گا اور اس سردی میں کیسے سفر کیا کرے گا یا کیسے گھر سے باہر جائے گا۔

جب مریض پانی کی ٹوٹی یا کپڑے دھونے کی جگہ کے قریب ہو اور کوئی بلی اُس کے کپڑوں کو چھو کر گزر جائے تو وہ فوراً کپڑوں کو دھوئے گا۔

یہ دوا بڑی پوٹینسی خصوصاً 50ہزار یا CM پوٹینسی میں بہتر کام کرتی ہے۔ یہ بھی توقع نہ رکھیں کہ یہ جلد کام دکھائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا اثر دیکھنے کے لئے آپ کو چھ ماہ یا سال کا عرصہ لگے۔ (سلیشیا بھی بہت سستی سے کام کرنے والی دوا ہے۔)

اگر کسی مریض میں سفلس کا میازم دبا دیا گیا ہو تو اُس میں بہت بڑی انا پرستی اور الکحل پینے کی عادت پیدا ہو سکتی ہے۔

کاسٹی کم اس کے زیادہ قریب ہے۔ اگر مریض کو جاگ آ جائے اور خیال آئے کہ وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر سو گیا ہے تو وہ فوراً اُٹھے گا اور دروازہ بند کرے گا جبکہ سفلینم کا مریض اپنی جگہ پڑا رہتا ہے اور اُسے خوف ہوتا ہے کہ اگر وہ دروازہ بند کرنے کے لئے اُٹھا تو دروازہ بند کرنے سے پہلے ہی اُس کے ساتھ کوئی بہت بُرا واقعہ پیش آ جائے گا۔

50۔ ٹیرنٹولا ہسپانیہ

اگرچہ اس دوا کی بہت سی علامات دوسری ادویات سے ملتی جلتی ہیں تاہم اس کی چند ایک اپنی خصوصیات بھی ہیں۔

ابتدائی درجے میں اس دوا کا پہلا اثر اعصابی نظام پر ہوتا ہے۔ اعصابی نظام کی خرابی جب واقع ہوتی ہے تو اس دوا کا مریض یہ محسوس کرتا ہے کہ جیسے اُس کے اعصاب کوائل والے سپرنگ کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ گئے ہیں۔ اگرچہ اعصاب بہت زیادہ تناؤ کا شکار ہوتے ہیں تاہم ان میں ایک دوسرے کو سختی سے جکڑ کر رکھنے کی سکت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ ٹوٹنے سے بچے رہتے ہیں۔

اس دوا کا مریض مجبور ہوتا ہے کہ وہ خود کو مصروف یا کام میں لگائے رکھے یا پھر بغیر ساکت ہوئے مسلسل حرکت میں رہے۔ اس طرح کا ابتدائی درجہ ایسے پیشوں کے لوگوں میں ملتا ہے جن میں کام کرنے کے لئے بہت زیادہ تفصیلی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ بھی بہت زیادہ دباؤ کے تحت اور ذمہ داری کے ساتھ۔ ایسے پیشوں کے لئے آپ ہوائی جہازوں کی آمدورفت کو کنٹرول کرنے والے لوگ یا پھر خبریں پڑھنے والے جنہیں سہ سرخیاں اور ابتدائی خبریں پڑھ کر سنانا ہوتی ہیں، ملیں گے۔ کام کا مسلسل دباؤ ایسے لوگوں کے دماغوں کو مقفل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اُن کا دماغی نظام بہت زیادہ حساس ہو جاتا ہے۔

ٹیرنٹولا کے مریض بھی شروع شروع میں بہت زیادہ ذمہ داری کے ساتھ کام کرنے والے ہوں۔ ایسے لوگ اس قدر طاقتور کام کرتے نکس وامیکا کی طرح ہو سکتا ہے کہ

ہیں کہ لگتا ہے اُن میں ''سپر ہیومن'' طاقت ہو جس کی وجہ سے وہ دن رات کام میں لگے رہنے کی صلاحیت کے حامل ہو جائیں یہاں تک کہ وہ ہفتہ بھر بغیر سوئے کام میں جتے رہیں۔ اس دوا کے مریض محنتی، قابل، اچھی کارکردگی کے حامل ہوتے ہیں لیکن نکس وامیکا جس میں لوگ اپنی خواہش کی تکمیل اور مقابلہ بازی میں جیتنے کے لئے کام کرتے ہیں، کے برعکس ٹیرنٹولا کے مریض اپنے اعصاب کو سکون میں رکھنے اور اُن کے تناؤ کو کم کرنے کے لئے اس قدر زیادہ کام کرتے ہیں جس کے پیچھے جسم کو حرکت میں رکھنے اور مصروف رکھنے کی شدید ضرورت کارفرما ہوتی ہے۔

ریپرٹری میں لکھی گئی ایسی ادویات جن میں مریض بہت زیادہ جلد بازی کا مظاہرہ کرتا ہے، میں ٹیرنٹولا ہسپانیہ سلفیورک ایسڈ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اگرچہ بہت سی دیگر ادویات بھی اس ضمن میں بڑے حروف میں لکھی گئی ہیں تاہم یہ دونوں ادویات دیگر سب ادویات سے آگے آگے ہیں۔ ان ادویات کے مریضوں میں مسلسل بے سکونی پائی جاتی ہے خصوصاً ٹانگوں کی بے سکونی ان کی اہم خصوصیت ہے لیکن صرف ٹانگوں میں ہی نہیں بلکہ تمام جسم میں بے سکونی کے لئے بھی ان ادویات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ دیگر ادویات اگرچہ بے سکونی کے لئے تجویز کی جاتی ہیں لیکن اُن میں ٹیرنٹولا جیسی شدید بے سکونی نہیں ملتی۔

ٹیرنٹولا کا مریض رات بھر کسلمند اور کروٹیں بدلتا رہتا ہے اور جب صبح اُٹھتا ہے تو اُس کا سر بستر کے پاؤں کی طرف ہوتا ہے اور بستر کی تمام چادر سلوٹوں سے بھری ہوتی ہے۔

ٹیرنٹولا ہسپانیہ کی بے سکونی اور اعصابی تناؤ ابتدائی طور پر اعصابی نظام کو متاثر کرتا ہے اور اعصابی نظام پر اثرات کی ابتداء سیریبلم سے ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ ریڑھ کی ہڈی کی طرف تکلیف بڑھتی جاتی ہے۔ جب ہم میٹریا میڈیکا کا مطالعہ کرتے ہوئے اس دوا کی علامات اکٹھی کرتے ہیں تو ہمیں ایسے لگتا ہے جیسے کہ ٹیرنٹولا اور آرسینک البم کو الگ کرنا مشکل ہو لیکن بغور مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آرسینک البم کی بے سکونی دماغی اور جذباتی سطح سے اُبھرتی ہے اور اس کے مریض میں ٹیرنٹولا جیسی طاقت کبھی بھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ دراصل ٹیرنٹولا کی بے سکونی تشویش سے پُر روحانی قسم کی بے سکونی ہوتی ہے جو کہ بعد میں کروٹیں اور جگہیں بدلنے والی بے سکونی میں بدل جاتی ہے۔

وریٹرم البم کے مریض بھی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تیزی کا شکار ہوتے ہیں لیکن اس کی وجہ دماغ کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی کارکردگی ہوتی ہے جبکہ ٹیرنٹولا کی بے سکونی شدید اعصابی طاقت سے چھٹکارا پانے کے لئے ہوتی ہے جس کے نتیجے میں پہلے پہل مریض میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مریض کے دماغ کی کارکردگی ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتی ہے جو کہ بعد میں دماغی اثرات کی بدولت مریض کے اعصابی نظام کو متاثر کرتی ہے۔

ٹیرنٹولا کے مریض کی کارکردگی ہمیشہ ضرورت سے زیادہ تیز ہوتی ہے اس لئے وہ ہر کام بہت زیادہ تیز رفتاری سے کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دوسروں کے اندر پائی جانے والی سست رفتاری سے بے صبرے پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اگر کوئی گلی میں آہستہ آہستہ چل رہا ہو تو ٹیرنٹولا کا مریض راستہ نہ ملنے پر غصے میں آ جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرا شخص بھی اُسی کی تیزی کے ساتھ گلی سے گزرے۔ گھر کی طرف جاتے ہوئے ٹیرنٹولا کا مریض تیز تیز چلتا ہے یہاں تک کہ لگتا ہے کہ وہ اپنے پنجوں کے بل دوڑ رہا ہے۔ اس کی وجہ نہ صرف خیالات ہوتے ہیں بلکہ زیادہ تر اس کی وجہ مجبور کرنے والی شدید حرکت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اعصابی نظام کی بل کھائی ہوئی کیفیت کی وجہ سے ٹیرنٹولا کا مریض موسیقی سے اور اس کے اثرات سے سکون محسوس کرتا ہے۔ مریض محسوس کرتا ہے کہ سُر یں (تال سُر) مریض کے اعصابی تناؤ میں سکون پیدا کرتی ہیں جس سے اعصابی نظام پُرسکون ہو جاتا ہے۔ یہ اورم کے مریض میں سکون پیدا کرنے والے میکانی طریقہ سے مختلف کیفیت ہے۔ اورم میٹ اور نیٹرم میور میں دراصل دماغ کو سکون ملتا ہے نہ کہ اعصابی نظام کو۔ ان ادویات کے مریضوں میں موسیقی دماغ میں ہارمونز کی فضاء کو نرم کرتی ہے۔

اس کے برعکس ٹیرنٹولا کا مریض جب زیادہ دباؤ کے تحت کام کر رہا ہو تو موسیقی اُس کے بل کھائے اعصاب میں مزید تیزی لا کر اُس کی تکالیف میں اضافے کا باعث بھی بنتی ہے۔ دراصل سُر تال کی ضرورت ٹیرنٹولا کے مریض کو اس لئے پڑتی ہے تا کہ وہ اُچھل کود کر کے یا ڈانس کر کے اپنے جسم کی تیزی میں سکون لا سکے۔ (یہ حرکات مریض شریفانہ طریقے سے اور سست رفتاری سے نہیں کرتا۔)

ٹیرنٹولا کا مریض درندوں جیسی، وحشیانہ، تیز اور طاقت سے بھرپور حرکات کرتا ہے۔

تاہم بیک وقت یہی حرکات شاندار، سُر اور تال کے ساتھ پیدا ہونے والی اور اُن کے (سُر تال) کے ساتھ ساتھ چلنے والی بھی ہوتی ہیں۔ اسی لئے ٹیرنٹولا رعشہ کی ابتدائی ادویات میں سے ایک گنی جاتی ہے۔

یہ بات حیران کن ہے کہ اس قدر بل کھایا ہوا اعصابی نظام بیرونی دباؤ اور اثرات سے متاثر نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ غلط طریقے سے پیدا ہونے والی سُر تال اور موسیقی مریض کی تکالیف کو بڑھا دیتی ہیں۔ اسی لئے مریض کو ہلکا سا چھونے سے بھی اس کی تکالیف بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

ایک مخصوص علامت جو کہ اس دوا میں نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مریض کی تکالیف چمکدار اور تیز رنگوں سے بڑھ جاتی ہیں (سُرخ، زرد، سبز اور سیاہ رنگوں سے)۔

ٹیرنٹولا کے مریضوں میں تشویش اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور یہ مختلف انواع کی ہوتی ہے۔ کبھی مریض میں یہ تشویش ہوتی ہے کہ وہ کام کو سرانجام نہ دے سکے گا۔ کبھی یہ کہ کوئی غلط کام یا بات ہو جائے گی۔ عموماً یہ چڑچڑے پن سے پیدا ہونے والا خوف ہوتا ہے جو کہ بل کھائے ہوئے اعصابی نظام کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ دوسری جانب آرسینک البم کی تشویش بنیادی طور پر جذباتی سطح کی پیداوار ہوتی ہے۔

ٹیرنٹولا ابتدائی درجے میں ہسٹریا کے مریضوں کی بھی دوا ہے۔ جب اعصابی تناؤ اور بیرونی دباؤ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو اعصابی نظام تباہ ہو جاتا ہے اور جسمانی علامات رونما ہونے لگتی ہیں۔ اس صورت میں مریض کو جھٹکے لگ سکتے ہیں۔ بے ہوشی کے حملے ہونے لگتے ہیں۔ مریض میں ہیجانی اور رعشہ جیسی کیفیات کے علاوہ دیگر جسمانی علامات پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ علامات اُس وقت تک رہتی ہیں جب تک اعصابی تناؤ اور بیرونی دباؤ رہتا ہے جیسے ہی یہ تناؤ کم ہوتا ہے جسمانی علامات بھی غائب ہو جاتی ہیں اور جب تناؤ دوبارہ عروج پر پہنچتا ہے، جسمانی علامات پھر سے عود آتی ہیں۔ تاہم ٹیرنٹولا کے مریض کا تناؤ دور کرنا ہی آخری حل نہیں ہوتا بلکہ اصل مسئلہ اعصابی نظام کی بل کھائی ہوئی اور تناؤ سے بھری ہوئی کیفیات ہیں۔

ٹیرنٹولا کی تکالیف کے دوسرے درجے میں مریض اپنا جسمانی کنٹرول کھونے لگتا ہے اور مریض تخریب کاری کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ ایسی تناؤ زدہ کیفیت میں اگر ٹیرنٹولا کے بے سکون مریض کو کسی کام سے روکنے کی کوشش کی جائے تو وہ تشدد پر اُتر آتا ہے۔

شروع شروع میں تو یہ دماغی بگاڑ اُس وقت مریض میں پیدا ہوتا ہے جب مریض تنہا ہوتا ہے اور مریض تشدد کی کارروائیاں دوسروں سے چھپا کر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کیفیت ٹیرنٹولا کی مخصوص لومڑی جیسی مکاری اور لومڑی جیسی آنکھوں میں چمک پیدا کرتی ہے۔

آخرکار یہ تخریبی کارروائیاں مریض کے کنٹرول سے باہر ہونے لگتی ہیں اور وہ سرعام تشدد کرتا ہے۔ وہ اپنے کپڑے پھاڑتا ہے یا چیزیں توڑتا ہے۔ سٹرامونیم میں بھی تخریبی تشدد پایا جاتا ہے جس کا نشانہ دوسرے لوگ اور چیزیں ہوتی ہیں اور اس کی اُٹھان کا مرکز دماغی سطح ہوتی ہے جبکہ ٹیرنٹولا کے مریض کے تشدد کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دوسروں کی بجائے خود کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اپنے کپڑے پھاڑتا ہے، خود کو زخمی کرتا ہے اور اپنے سر میں زور زور سے مارتا ہے۔ اس تمام تشدد کی وجہ اعصابی نظام میں بل کھائی ہوئی کیفیت اور تناؤ ہوتا ہے۔ تاہم ٹیرنٹولا کے مریضوں میں بعض اوقات اپنے علاوہ دوسروں پر تشدد کرنے کے دورے بھی پڑتے ہیں۔

ٹیرنٹولا کی مرضیاتی تبدیلیوں کے تیسرے درجے میں دو مخصوص قسم کے پاگل پن وجود میں آتے ہیں۔ یہ دونوں طرح کے پاگل پن مختلف مریضوں میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ یا پھر دونوں قسم کی کیفیات ایک ہی مریض میں مختلف اوقات میں پائی جاتی ہیں۔ ایک کیفیت میں مریض بالکل سٹرامونیم کے مریض کی طرح دوسروں کو پیٹنا چاہتا ہے، قتل کرنا چاہتا ہے اور سپر ہیومن طاقت کے ساتھ تخریبی قسم کا تشدد کرتا ہے جبکہ دوسری قسم کی کیفیت میں مریض میں شہوانی پاگل پن پیدا ہوتا ہے جس میں وہ دوسروں پر جنسی تشدد کرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اپنوں، دوسروں یہاں تک کہ اجنبیوں تک میں تمیز نہیں کرتا۔ ہائیوسائمس میں بھی شہوانی پاگل پن ملتا ہے لیکن وہ عام قسم کی بے شرمی تک محدود ہوتا ہے نہ کہ ٹیرنٹولا کے مریضوں کی طرح حقیقی شہوانی حرکات پر۔

جسمانی سطح پر ٹیرنٹولا کے مریضوں میں مختلف قسم کے عمل تقریباً تمام اعضاء پر نظر آتے ہیں۔ جسمانی سطح پر پیدا ہونے والی مرضیاتی تبدیلیوں میں اس دوا کی علامات اور اُن میں کمی زیادتی آرسینک البم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں۔ مریض میں سردی، کپکپی اور سوکھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ مریضوں کی تکالیف میں مخصوص وقتوں کے ساتھ لوٹ کر آنا اور باری باری پیدا ہونے والی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ اس دوا کے دل پر بہت

نمایاں اثرات ہوتے ہیں۔ دل کی تکالیف میں مریض کوتشویش کے ساتھ ساتھ دل کی دھڑکن اور سانس میں دقت کا بھی عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ جلد پر پھوڑے پھنسیاں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ پھوڑے پھنسیاں خاص طور پر کمر کے درمیان اور Scapula (کندھے کی ہڈیوں کا آخری حصہ) پر پیدا ہوتے ہیں۔

مریض کا مرٹل والو (Mirtal Valve) کمزور پڑ جاتا ہے جس کے ساتھ سانس کی دقت اور دل کی دھڑکن میں تیزی کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مریض کے جنسی اعضاء بھی بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ عورتوں میں جنسی اعضاء میں فائبرائیڈ کے ساتھ ساتھ حیض میں زیادتی اور نفسانی خواہشات کا جنون پیدا ہوتا ہے جس کے ساتھ مریضہ اندام نہانی کے ساتھ ساتھ فرج (رحم کو جانے والی نالی) کے اندر بھی خارش محسوس کرتی ہے۔ مردوں میں جنسی خواہش بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جس کے ساتھ مریض جنسی اعضاء میں درد اور خصیوں میں رسولیوں کی تکلیف کا شکار ہو جاتا ہے۔

51—تھوجا آکسی ڈینٹل

تھوجا کی حالتوں کومختصر طور پر بیان کرنے کے لئے الفاظ کا انتخاب بڑا مشکل ہے۔ اس کا حل ہمیں شاعرانہ انداز میں ڈھونڈنا پڑے گا اور اس دوا کا مختصر بیان بھی اسی انداز میں کرنا ہوگا۔

جب آپ کسی تھوجا کے مریض سے سب سے پہلے ملتے ہیں تو آپ کی حسیات کچھ ایسا محسوس کرتی ہیں جن کی وجہ سے آپ کومحتاط ہونا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے مریض جلدی دوسروں پر بھروسا نہیں کرتے اور آپ کو یہ احساس ہوتا ہے کہ سامنے والا شخص جو کچھ کر رہا ہے وہ اس کے اندر کی حقیقت نہیں بلکہ وہ اندر سے کچھ اور ہے اور باہر سے کچھ اور دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ہر شخص کچھ نہ کچھ دوسروں سے ضرور چھپاتا ہے مگر تھوجا کا مریض دوسروں کی نسبت کچھ زیادہ ہی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ مزید یہ کہ آپ محسوس کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ چھپا رہا ہے وہ کوئی کریہہ قسم کی چیز ہے نہ کہ کوئی خوشگوار بات۔ ایسی معیوب بات جس کو بیان کرنا نہ تو مریض اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے اور نہ ہی دوا تجویز کرنے والے کے لئے لہٰذا جو قریب ترین

الفاظ ہمیں تھوجا کو بیان کرنے کے لئے ملتے ہیں وہ Ugly (معیوب یا قابلِ نفرت) اور Deceit (دروغ گوئی یا دھوکہ دہی) ہیں۔

تھوجا کا مریض چغل خور اور جوڑتوڑ (سازباز) کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر آپ سے معلومات چھپائے گا تاکہ آپ کو پرکھ سکے اور دیکھ سکے کہ جو آپ کرتے ہیں اُس کے متعلق آپ کو سوجھ بوجھ بھی ہے کہ نہیں۔ مثال کے طور پر ایک عورت کو بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ کہتی ہے: ''مجھے لگتا ہے کہ میری روح نکل رہی ہے اور مجھے خوف ہے کہ میں مر جاؤں گی۔'' وہ تھوڑی سی اور معلومات بھی مہیا کرتی ہے لیکن وہ آپ کو یہ نہیں بتاتی کہ ایک دن پہلے اُس نے بڑی مرغن اور بھاری غذا کھائی تھی۔ اس امکان کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ''نہیں' لگتا ہے کہ آپ کا فشارخون کم ہوگیا ہے۔'' تب وہ ہوسکتا ہے کہ ازخود کہہ دے: ''لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ کل تو میں نے بڑی مرغن اور بھاری غذا کھائی تھی۔'' اس طریقے سے وہ آپ کی خامی کو پکڑنا چاہتی ہے۔

تھوجا کے مریض ہمیشہ کم گو ہوتے ہیں۔ وہ خود کو مشاہدہ کرنے والے کی جگہ پر رکھتے ہوئے دوسروں کا بغور جائزہ لیتے ہیں مگر خود کچھ نہیں کہتے۔

وہ کبھی بھی اور کسی طرح کی بھی گہری گفتگو پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنے خول میں بند ہوتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ اُن میں محسوسات کم ہیں بلکہ وہ صرف کم گو ہوتے ہیں اور اس بات سے گھبراتے ہیں کہ اگر انہوں نے لمبی اور گہری گفتگو میں حصہ لیا تو خدا جانے کون سی افتاد اُن پر آ پڑے۔

تھوجا کے مریض سخت جان ہوتے ہیں۔ اُن کی جذباتی سطح کی سختی اُن کی جسمانی سطح پر بھی نظر آتی ہے (جیسا کہ سخت قسم کی رسولیاں اور گلٹیاں بننا)۔ اُن کی روح میں بھی اُسی طرح کی کمینگی پائی جاتی ہے جس طرح کی قابلِ نفرت کیفیت جسم پر بننے والی گلٹیوں اور رسولیوں میں نظر آتی ہے۔

یاد رکھنا ان کے چہرے کے بھول پن' کم گوئی اور شرمیلے پن سے دھوکہ نہ کھا جانا۔ میں آپ کو ایک ایسے شخص کا کیس بتاتا ہوں جسے تھوجا سے بہت اچھی صحت یابی ہوئی تھی لیکن اُس میں تھوجا کا علامتی جوہر موجود نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اُن عمدہ اور نفیس ترین لوگوں میں سے ایک ہے جو زندگی میں بہت کم ملتے ہیں (جیسا کہ بہت حساس قسم کا

Scanned by CamScanner

شاعر) تاہم وہ خود محسوس کرتا تھا کہ وہ دوسروں سے بہت دور ہے۔ وہ یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ وہ بذات خود اور براہ راست دوسروں سے گفت و شنید کرنے کا اہل نہیں ہے۔ پس اُس نے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے شاعری کو اپنا ذریعہ بنا لیا تھا۔ تھوجا کے اس طرح کے کیس کو سمجھنے کے لئے مریض اور دوا دونوں کے متعلق بہتر سوجھ بوجھ رکھنا بہت ضروری ہے۔ لیکن ایسے مریضوں کو جب تھوجا کی ایک خوراک دے دی جائے تو بہت زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔

ایسے مریضوں میں سائیکوٹک میازم کا اصل اور حقیقی رول کیا ہے۔ علامات لینے پر پتہ چلتا ہے کہ مریض اپنی ابتدائی ہسٹری میں وہ اپنی بنیادی فطری جبلتوں کو تحریک دے کر سرور حاصل کرتا رہا ہے۔ پھر وہ ان فطری جبلتوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ''تاہم معاشرہ اُس کے آڑے آتا ہے اور اُسے اُس کے آپے سے باہر نہیں آنے دیتا'' اور اُسے واپس دھکیل کر اُسے اُس کے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس صورت میں ہمیں تھوجا کی موجودہ کیفیت ملتی ہے کہ مریض اپنے کردار کو اچھے طریقے سے اُجاگر کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اُس کی صلاحیتیں اُس کے اندر ہی دم توڑ دیتی ہیں اور وہ ان کے اظہار کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہ جاتا ہے۔ اسی تگ و دو میں وہ دوسروں کو دھوکہ دینے کا فن جان جاتا ہے اور وہ ایک مکمل انسان دکھائی دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ جان گیا ہو کہ اُس کی جبلتوں کا اظہار معاشرے کے لئے کسی قسم کی قدر و منزلت نہیں رکھتا۔ اس لئے وہ اپنے آپ پر قابو پا کر رکھتا ہے۔ اس طریقے سے وہ دوسروں کے خیالات کی ٹوہ میں رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ڈرتا ہے کہ دوسرے اُس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ (جیسا کہ لائیکوپوڈیم کے مریض میں ہوتا ہے۔) تھوجا میں یہ ٹھنڈے دماغ سے سوچی ہوئی بات ہوتی ہے جس کا تعلق عملی زندگی سے ہوتا ہے۔

کند ذہنی اور یادداشت کا جاتے رہنا جب بہت بڑھ جاتا ہے تو یہ مریض کے اندر مایوسی اور عدم اطمینان کی کیفیت کو جنم دیتا ہے۔ یہ مایوسی اور عدم اطمینان وقت کے ساتھ ساتھ بہت گہرا ہوتا جاتا ہے لیکن یہ نائٹرک ایسڈ کی طرح کی شدید کیفیت نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں نائٹرک ایسڈ کا مریض مایوس ضرور ہوتا ہے مگر اُس کی مایوسی اُس کی اپنی صحت کے متعلق ہوتی ہے۔

تھوجا کے مریض میں صحت کے متعلق تشویش پائی جا سکتی ہے لیکن مریض تمام مسائل کا سامنا خود کرتا ہے۔ اس کے مریض عدم اطمینان اور مایوسی کا شکار ضرور ہوتے ہیں لیکن یہ دھیمے' ٹھنڈے دماغ سے سوچنے والے اور خود سے کام کرنے والے (دستکاری کا کام کرنے والے) اور اچھے منصوبہ ساز بھی ہوتے ہیں۔ وہ خود کو دوسروں سے الگ تھلگ کر لیتے ہیں اس لئے آپ یہ نہیں جان پاتے کہ حقیقت میں اُن کے دماغ میں کیا ہے۔

اسی وجہ سے تھوجا میں علامات غیر واضح ملتی ہیں۔ آپ محسوس کرتے ہیں کہ علامات اس قدر گڈمڈ ہیں کہ سرا کہیں سے ہاتھ آتا دکھائی نہیں دیتا۔ نتیجتاً آپ کبھی بھی تھوجا کو پورے یقین کے ساتھ تجویز نہیں کر پاتے۔ دوا کا پورا عکس سامنے نہیں آ پاتا کیونکہ مریض اس قدر کھل کر علامات نہیں دیتا کہ آپ مکمل فیصلہ کر پائیں۔

جیسے جیسے دماغی مرضیاتی تبدیلی بڑھتی ہے۔ مریض کے اندر مخصوص خیالات اپنا ڈیرہ جما لیتے ہیں۔ یہ خیالات مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ سب سے اہم علامت جو مریض دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کی ٹانگیں ٹوٹنے والی ہیں۔ کینٹ اس کیفیت کے بارے میں کہتا ہے کہ مریض محسوس کرتا ہے کہ گویا اُس کی ٹانگیں شیشے کی بنی ہوں۔ میرے تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ آج کل کے زمانے میں مریض براہ راست ایسی بات نہیں کہتا۔ ہاں البتہ وہ اپنی ٹانگوں میں شکستگی محسوس ہونے کی علامت ضرور دیتا ہے جیسے کہ اُس کی ٹانگیں باآسانی ٹوٹ جائیں گی۔ دراصل تھوجا کے مریض میں یہ احساسات سے بڑھ کر آگے کی کوئی کیفیت ہوتی ہے۔

ایک اور حیران کن علامت جو کہ مریض بیان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے پیٹ میں کوئی زندہ چیز موجود ہے لیکن مریض اس علامت کو بھی ازخود بتانے میں عرصہ لگا دیتا ہے۔ تاہم یہ علامت مریض کے اندر بڑی شدید ہوتی ہے۔ ایک مریض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اُسے محسوس ہوتا ہے کہ ایک بچہ اُس کے پیٹ کے اندر موجود ہے جو اپنے دائیں پاؤں سے پیٹ میں ٹھوکریں مار رہا ہے۔

ایک اور مخصوص علامت جو کہ تھوجا کے مریض بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مریض محسوس کرتا ہے کہ کوئی اُس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ تاہم یہ مریض کا خوف نہیں بلکہ اُس کا وہم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس میڈورینم کے مریض میں یہ خوف پایا جاتا ہے کہ کوئی

اُس کے پیچھے چل کر آ رہا ہے۔ اس سلسلے میں پیٹرولیم تھوجا کے زیادہ قریب ہے۔ پیٹرولیم کا مریض اس وہم میں مبتلا ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا اُس کے ساتھ اُس کے بستر میں موجود ہے۔

جسمانی سطح پر جسم پر بہت سی دیگر پیدائشیں (مسے، رسولیاں، گومڑ وغیرہ) ملتی ہیں البتہ مسے بننے کا رجحان تھوجا کے ساتھ خصوصاً منسوب ہے۔ اس کے علاوہ مریض کے جنسی اعضاء پر بار بار بننے والی داد کا ہونا ہے۔ عورتوں میں رحم کے قریب یا اندر رسولیوں (فائبرائیڈز) کا ہونا پایا جاتا ہے (یہ رسولیاں کلکیر یا فلور، کلکیر یا کارب اور فاسفورس میں بھی ملتی ہیں)۔ اس کے علاوہ مریض کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن گندے اور بے وضع ہو جاتے ہیں۔

تھوجا کی چند رہنما علامات مندرجہ ذیل ہیں:

- تھوجا کے پسینے میں سے میٹھی میٹھی بدبو آتی ہے۔
- مریض پیاز کا استعمال برداشت نہیں کر پاتا۔
- مریض زیادہ مصالحے دار اشیاء بھی کافی حد تک برداشت نہیں کرتا۔
- ایک کم ملنے والی اور اہم علامت جو کہ میں نے اپنی پوری پریکٹس میں دو بار دیکھی ہے، وہ یہ ہے کہ مریض جب پاخانہ کر رہا ہوتا ہے تو اُس کی ناک بہنے لگتی ہے۔ (یاد رکھیں کہ ٹرمبیڈیم کا مریض جب کھانا کھانے لگتا ہے تب اُس کی ناک بہنے لگتی ہے۔)

تھوجا کے مریضوں میں ہر طرح کی نزلاوی کیفیت ملتی ہے۔ (لیکوریا، ناک کا نزلہ، رحم کی نزلاوی رطوبات وغیرہ وغیرہ) اگرچہ رطوبات جو کہ اس دوا کے مریض کے جسم سے خارج ہوتی ہیں، بھی اپنی مخصوص کیفیات رکھتی ہیں۔ تاہم یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ رطوبات کے اخراجات سے مریض سکون محسوس کرتا ہے۔

اس دوا کے مریضوں کے سر درد بھی مخصوص قسم کے ہوتے ہیں۔ یہ عموماً پیشانی خصوصاً بائیں آنکھ کے اوپر سے شروع ہوتے ہیں اور پھر سر کی گدی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ دردِ سر کسی جانب بھی ہو سکتے ہیں (دائیں جانب بھی اور بائیں بھی) مگر دائیں جانب آنکھ کے اوپر سے شروع ہو کر اسی سائیڈ میں سر کی گدی کی طرف منتقل ہونے والا سر درد تھوجا کے علاوہ ''پرونس'' (Prunus) میں بھی ملتا ہے۔ (تاہم دائیں

آنکھ سے شروع ہونے والا دائیں طرف کا سر درد جو کہ دائیں گدی پر ٹک جانے والا ہو "سینگونیریا" کے لئے بھی مخصوص ہے۔)

سائیکوٹک دوا ہونے کی بنا پر اس دوا کے مریض کی مرطوب موسم میں تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔ اسی لئے اس میں تمام قسم کی ریاحی تکالیف پائی جاتی ہیں۔ تاہم یہ بات یاد رکھیں کہ سوزاک کے ابتدائی درجے میں تھوجا کوئی بہتر دوا نہیں ہوتی۔ یہ اُس وقت بہتر کام کرتی ہے جب سوزاک کو دبا دیا گیا ہو اور وہ گہری اور مزمن شکل اختیار کر گیا ہو۔ ابتدائی درجے کے سوزاک کے لئے میڈورینم' کینابس سٹائیوا' کینابس انڈیکا' سارسپریلا اور بہت سی دیگر ادویات بہتر کام کرتی ہیں لیکن اگر سوزاک کو دبا دیا گیا ہو (خصوصاً اینٹی بائیوٹک ادویات کے ساتھ) اور مریض کے جسم پر مسے نمودار ہو گئے ہوں یا پھر سوزاک کے دبانے سے مریض کی ذہنی صلاحیت سلب ہو گئی ہو تو تھوجا بہتر دوا ہو گی۔

تھوجا کے مریضوں میں سائیکوٹک میازم کی مخصوص بے ثباتی (کسی چیز کا ایک حالت میں زیادہ دیر تک نہ رہنا) پائی جاتی ہے۔ تاہم یہ بالکل میڈورینم کی طرح کی نہیں ہوتی۔ تھوجا کا مریض دفتر میں تو بالکل مکمل' بااخلاق اور راہ راست پر چلنے والا انسان دکھائی دے گا مگر جیسے ہی گھر پہنچے گا تو یہ بالکل بدلا ہوا انسان ہو گا۔ جیسے اُس نے دفتری اوقات میں اپنے چہرے پر جھوٹا نقاب پہن رکھا ہو (اُس نقاب کو چہرے پر قائم رکھنے کے لئے اُسے اپنے آپ پر مکمل کنٹرول بھی ہوتا ہے)۔ اس کے برعکس میڈورینم کا مریض خود پر قابو پانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ کسی بھی لمحے پھٹ پڑتا ہے۔ تھوجا کا مریض راہ راست پر چلنے والے اور معزز انسان کا نقاب اوڑھے رکھنے میں کامیاب ہوتا ہے جبکہ میڈورینم کا مریض اس قدر چالاک نہیں ہوتا بلکہ اُس کا شمار عام سیدھے سادھے انسانوں میں ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تھوجا کا مریض مرضیاتی تبدیلی کی کافی گہری سطح کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی تمام خصوصیات ایسے انسان میں دیکھی جا سکتی ہوں جس میں اپنے آباؤاجداد سے سائیکوٹک میازم نسل در نسل وراثت میں آیا ہو۔

تھوجا سائیکوٹک میازم رکھنے والے ماں باپ کے بگڑے ہوئے بچوں کی دوا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ میڈورینم تب دوا ہوتی ہے جب مریض کی اپنی سابقہ ہسٹری میں سوزاک کی تکلیف ملتی ہو جبکہ تھوجا اُس وقت دوا ہوتی ہے جب سائیکوٹک میازم

مریض کو وراثت میں ملا ہو۔

مزید یہ کہ میڈورینم کا مریض زیادہ گہرائی میں بیمار ہوتا ہے۔ (اُس کے جسم کی گہرائی میں مرضیاتی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔)

عموماً تھوجا کا مریض بیان کرتا ہے کہ جیسے اُس کی ٹانگیں اکڑ گئی ہوں۔ شیشے کی طرح سخت ہوں یا لکڑی کی بنی ہوئی ہوں۔ اس کے علاوہ وہ محسوس کرتا ہے کہ گویا اُس کی ٹانگیں ٹوٹنے والی ہیں۔ اس مریض کی حالت بڑی نازک ہوتی ہے اور ہلکے سے دھکے سے مریض مکمل طور پر ٹوٹ کر گر جاتا ہے۔

سمال پاکس (چیچک) کے ٹیکے کے بُرے اثرات کے بعد تھوجا کیوں دی جاتی ہے؟ بعض اوقات اس کی تفصیل بیان کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے مخصوص حالات میں بلا علامات دوا کا استعمال دراصل قانون سے فرار ہوتا ہے۔ تاہم چیچک کے ٹیکے کے بُرے اثرات کو روکنے کے لئے بلا علامت تھوجا کا استعمال کیا جاتا ہے اور میرے تجربے میں بھی یہ بات بہت زیادہ درست ثابت ہوئی ہے۔

سب سے پہلے میں مطالعہ کرنے والوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تھوجا کا استعمال صرف اور صرف چیچک کے ٹیکے کے بُرے اثرات ختم کرنے تک محدود ہے نہ کہ تمام حفاظتی ٹیکوں کے بُرے اثرات کے لئے بھی کارآمد ہے۔ یہی بات کینٹ بھی آپ کو باور کرانا چاہتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ تھوجا اور چیچک کے درمیان کوئی صوتی تعلق ضرور ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مریض جس میں چیچک کی بیماری حاصل کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے وہ تھوجا کی دوا کے لئے بھی بڑے حساس ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ چیچک میں بننے والے آبلے اور گومڑ تھوجا کی علامات میں بھی ملتے ہیں۔ کریہہ المنظر آبلے بھی تھوجا کی علامات میں سے ہیں اور یہی کریہہ المنظر آبلوں کے نشان چیچک کے آبلوں کے بعد مریض میں ملتے ہیں۔ (ایسے ہی آبلے اور اُن کے نشان چیچک کے حفاظتی ٹیکے لگانے کے بعد نظر آتے ہیں۔) مسئلہ یہ ہے کہ صرف پروونگ سے ہم ادویات کے تمام پہلوؤں کو بہتر طریقے سے سمجھ نہیں سکتے۔ اسی لئے ہمیں تھوجا اور چیچک کی مرضیاتی کیفیات کو سمجھنے اور اُن کے درمیان تعلق قائم کرنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

ہر دوا میں تقریباً توقعات کی ترتیب ملتی ہے۔ مرضیاتی تبدیلی شروع کہیں سے ہوتی

ہے اور اُس کی انتہا کہیں اور جا کر ہوتی ہے جس دوا کی تفصیلات سے ہم مکمل طور پر واقف ہوں اُس کے تمام درجوں کو ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ پھر دوا بالکل اُسی طریقے سے کام کرے گی جس طریقے سے مرضیاتی تبدیلیاں شروع ہوں گی اور اپنی انتہا کو پہنچیں گی۔

مثال کے طور پر اگر کسی کو چیچک کے ٹیکے کے بعد سر درد رہنے لگے تو بھی تھوجا اس سر درد کو ٹھیک کر دے گی۔ اس صورت میں ضروری نہیں کہ تھوجا کی مخصوص سر درد کی علامت (یعنی پیشانی کا بائیں طرف کا سر درد) موجود ہو۔ ایسی حالت میں ہمیں ایسے سر درد والی علامت جو کہ چیچک کے ٹیکے سے ہوتی ہے، تھوجا کی پروونگ کے حوالے سے بالکل نہیں ملتی بلکہ یہ ایک کلینیکل علامت ہے۔ یا پھر اسے ہم Law of Causation کے تحت معلوم کرتے ہیں اور اسی قانون کے تحت اس کا علاج کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ہمیں Law of Causation پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے ہم جانتے ہیں چیچک کا مرض دماغ کی جھلی میں سوزش (Maningitis) پیدا کرتا ہے جو کہ شدید سر درد کی ایک مخصوص وجہ ہوتی ہے۔ بہرحال ہمیں مریض کا مکمل کیس لینا چاہیے تاکہ ہم جان سکیں کہ کوئی دوسری ایسی دوا تو نہیں جو مریض کے تمام کیس پر پورا اُترتی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر تھوجا ہی اصل دوا ہو گی۔

عمومی طور پر لوگوں میں یہ بات عام ہو گئی ہے کہ تھوجا دبے ہوئے مسوں کو ٹھیک کرنے کی دوا ہے۔ اس علامت پر تھوجا دینا مناسب تو ہے مگر احتیاط پھر بھی ضروری ہے کیونکہ میرے تجربے میں ہے کہ ہم معمولی معمولی غلطیوں سے تھوجا کا بے دریغ استعمال کرا دیتے ہیں۔

تھوجا بہت گہرا اثر کرنے والی دوا ہے جس سے بعض اوقات حیران کن نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ بعض اوقات آپ کیس سے مایوس ہو جاتے ہیں جیسا کہ ایک کیس میں ہوا۔ میں کیس سے مایوس ہو گیا۔ بہت سی ادویات استعمال کرائیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مریض بڑا سنجیدہ، مکمل اور راہ راست پر چلنے والا تھا۔ ایسا جس کے لئے کالی کارب سب سے پہلے ذہن میں آئے مگر کالی کارب نے کوئی کام نہ کیا تھا۔ آخرکار اندازہ ہوا کہ مریض میرے ساتھ اس قدر ٹھیک نہیں۔ وہ مجھے بالکل صحیح معلومات فراہم نہیں کرتا۔ جب اس بات کا اندازہ ہوا تو جیسے ہی تھوجا دی ڈرامائی نتائج برآمد ہوئے اور مریض بالکل تندرست ہو گیا۔

52۔۔ ٹیوبر کولینم بووینم

ٹیوبرکولینم ایک مخصوص دوا ہے جس کی ایک مرتبہ سمجھ آ جائے تو اسے بھلایا نہیں جا سکتا لیکن اس دوا کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ اسے مختصراً بیان کرنا مشکل ہے۔ اس دوا کے مریض اپنے مزاج اور رویئے میں ایسے ہوتے ہیں کہ ہم ان کے بارے میں کوئی پیشگی اندازہ نہیں لگا سکتے۔ یہ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ والی کیفیت رکھتے ہیں۔ ایک لمحے میں تو یہ بڑے سلجھے ہوئے اور بااخلاق نظر آتے ہیں لیکن اگلے ہی لمحے وہ حاسد، کینہ پرور اور تخریبی ذہن کے مالک دکھائی دیتے ہیں۔

دیکھا جائے تو ٹیوبرکولینم کے مریض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو موم بتی کو دونوں طرف سے جلاتے ہیں۔ یہ ایک انگلش محاورہ ہے: "To Burn the Candle at both ends" مزید یہ کہ وہ زندگی کو بڑا مختصر سمجھتے ہیں اور بھرپور طریقے سے گزارنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی خود سے مکمل طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔ جب اپنی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہوتے تو لامحالہ وہ دوسروں کی کارکردگی سے بھی مطمئن نہ ہوں گے۔ ابتدائی زندگی میں یہ لوگ بڑے قابل اور مضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں لیکن اپنی حفاظت نہیں کرتے۔ وہ خود کو برباد کر لیتے ہیں۔ وہ متضاد سوچوں سے بھرے پڑے ہوتے ہیں۔ ایک جانب تو وہ اپنے کاموں کی تکمیل اور ہر لمحہ تبدیلی کے خواہش مند ہوتے ہیں لیکن دوسری جانب وہ عدم اطمینان اور چڑچڑے پن کا شکار رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر ٹیوبرکولینم کے مریض بچے کو ہی لے لیں۔ وہ کبھی بھی کسی چیز سے مطمئن نہیں ہوتا۔ (یہی علامت سائنا اور کیمومیلا میں بھی ملتی ہے)۔ ٹیوبرکولینم کے مریض میں تلون مزاجی اور اشتعال صرف عارضی ہوتا ہے مگر مریض میں پایا جانے والا شدید عدم اطمینان مریض کو تخریبی کارروائیوں کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس دوا کا مریض بچہ جان بوجھ کر حسد میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ یہ جان لیتا ہے کہ وہ کون سی بات ہے جس پر اُس کی تعریف کی جائے گی۔ مزید یہ کہ کون سی چیز زیادہ اہم ہے۔ وہ اُس اہم چیز کو توڑتا ہے۔ (اس علامت "Break Things" کے تحت ریپرٹری دیکھیں)۔ جب آپ کہیں جانے کو ہوتے ہیں یہ بچے بے قابو ہو کر اپنا غصہ دکھاتے ہیں جس کا مطلب صرف یہ ہوتا

ہے کہ آپ کا باہر جانے کا پروگرام خراب ہو جائے۔ ایسے بچے وہی کام کرتے ہیں جن کے کرنے سے انہیں روکا جاتا ہے۔ وہ ایسا صرف اپنے حسد اور کینہ پروری کی وجہ سے کرتے ہیں۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ بے ادبی اور بدتمیزی کرتے ہیں لیکن اندر سے وہ سوچتے ہیں کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں مگر عین وقت پر وہ اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتے۔ ایسے بچے مستقل طور پر اپنے ماں باپ کے لئے دردِ سر بن جاتے ہیں کیونکہ اُن کو تمام خاندان کو توڑنے اور خاندان کے افراد میں تفرقہ ڈالنے کا ہنر آتا ہے۔

نوجوانوں میں بھی اسی طرح کی مرضیاتی تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ نوجوان مریض غیر مطمئن نظر آتا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ اسے حقیقت میں کیا چاہئے۔ چونکہ اُن کی اصل خواہش کا پتہ نہیں چل پاتا اسی لئے کوئی دوسرا اُن کو مطمئن نہیں کر پاتا۔ ایسے نوجوان روزمرہ کے ماحول سے بھی چڑچڑے پن کا شکار ہوتے ہیں اور ٹکڑوں میں بکھر جاتے ہیں۔ وہ ماں کے ساتھ بلاوجہ بدتمیزی کرتے ہیں اور خود اپنی خیرخواہی سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔ ٹیوبرکولینم کے مریض بڑے مشکل لوگ ہوتے ہیں جن کے ساتھ دوسروں کا زندگی گزارنا بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ وہ کینہ پرور اور غصیلے ہوتے ہیں۔

اس دوا کے مریض بڑے خودغرض ہوتے ہیں۔ وہ صرف اپنی تسکین چاہتے ہیں جو انہیں کبھی مل نہیں پاتی۔ ٹیوبرکولینم کے مریض اپنے عدم اطمینان کی وجہ سے مسلسل تبدیلی چاہتے ہیں۔ وہ کسی ایک پیشے میں بھی رہنا پسند نہیں کرتے اس لئے بار بار اپنا پیشہ کاروبار یا ملازمت بدلتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جگہ جگہ گھومتے ہیں۔ اس طرح کر کے وہ ہمیشہ اپنے وسوسوں سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب وہ کوئی تبدیلی لاتے ہیں (زندگی کے کاموں میں) تو پہلے پہل تو بڑے مطمئن دکھائی دیتے ہیں مگر جلد ہی اس سے اُکتا جاتے ہیں اور پھر کسی نئی تبدیلی کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں کتابوں میں ''محبِ عالم'' (Cosmopolitan) کے نام سے بیان کیا جاتا ہے مگر یہ مرضیاتی طور پر Cosmopolitan ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف سفر کرنے کی خواہش رکھتے ہیں بلکہ ایسا کرنے پر مجبور بھی ہوتے ہیں۔

ایسے لوگ جنہوں نے اپنے ٹیوبرکولینم کے مریضوں کی کلینیکل علامات حاصل کرنے کا موقع حاصل کیا ہو' انہیں ٹیوبرکولینم کے مریضوں کی شناخت کے لئے بہت کم

مشکل پیش آئے گی اور وہ اُن کی جسمانی ساخت کو بڑے اچھے طریقے سے سمجھ سکتے ہیں۔ اس دوا کے مریض دبلے پتلے، تندوتیز اور مضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں (سلفر کے مریضوں کی طرح) اس کے علاوہ ایسی شباہت نکس وامیکا اور فاسفورس کے مریضوں کی بھی ہوتی ہے۔ اس دوا کے مریض تیزی سے کمزور ہوتے ہیں جیسے ہی اس دوا کے مریضوں میں مرضیاتی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں، وہ برق رفتاری سے بڑھتی ہیں جو مریض کی صحت کی بربادی اور موت کا سبب بنتی ہیں۔

مریض محسوس کرتا ہے کہ اُس کی زندگی مختصر ہوتی جا رہی ہے اسی لئے وہ بڑی تیزی سے اپنے کاموں کی تکمیل چاہتا ہے۔

جنسی طور پر اس دوا کے مریض بہت زیادہ محرک ہوتے ہیں۔ اُن میں شدید جنسی خواہشات (شہوانی خواہشات) پائی جاتی ہیں۔ وہ کئی لوگوں سے تعلقات استوار کرتے ہیں لیکن اُن کی محبت ہمیشہ فتنہ انگیز ہوتی ہے۔ ان کی محبت میں بڑی شدت اور تضاد بھی پایا جاتا ہے۔ وہ اپنی موج اور تبدیلی کی خواہش کی وجہ سے عدم اطمینان کا شکار رہتے ہیں مگر اُنہیں کوئی مطمئن نہیں کر پاتا۔

کلینیکل تجربات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ٹیوبرکلوسز (ٹی - بی) کے مریض پہاڑی جنگلات میں جہاں آب و ہوا خشک ہوتی ہے، بہت جلد صحت یاب ہوتے ہیں۔ یہی بات ٹیوبرکولینم کے مریضوں کے لئے بھی درست ثابت ہوئی ہے۔ جب اس دوا کے مریض غصے میں ہوں تو تنہائی میں رہنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اُن کے لئے سب سے بہتر بات پہاڑی مقامات پر تنہائی میں گھومنا ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ صنوبر یا اناناس کے جنگلوں میں مریض کی تکالیف کم ہوتی ہیں۔ (اس کی کوئی وجہ ابھی تک سامنے نہیں آئی۔) اس کے برعکس اس دوا کے مریض سمندر کے قریب یا ساحلی علاقوں میں خود کو بہتر محسوس نہیں کرتے۔ عموماً اس دوا کے مریضوں کی تکالیف سرد مرطوب موسم میں بڑھتی ہیں اور گرم خشک موسم میں کم ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اس دوا کے مریضوں کا میٹابولزم کا نظام چربی کو بہت زیادہ خرچ کرتا ہے اس لئے مریض چربیلی غذاؤں کو کھانا پسند کرتا ہے۔

اس دوا کے مریض خاص طور پر سور کا گوشت اور تیز ذائقہ کا گوشت (مرچ مصالحے دار گوشت جیسے بھنا ہوا گوشت ہو) پسند کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس دوا کے

مریض آئیس کریم پسند کرتے ہیں۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ ٹیوبرکولینم کے مریض بہت جلد پسینے سے شرابور ہو جاتے ہیں اور یہ پسینے خاص طور پر مریض کو رات میں آتے ہیں۔ یہ پسینہ مریض کے تمام جسم پر بہت زیادہ مقدار میں آتا ہے جس سے بستر کی چادر تک بھیگ جاتی ہے اور مریض کے کپڑے تو بہت زیادہ گیلے ہو جاتے ہیں اس قدر کہ مریض رات کو جاگ اُٹھتا ہے اور اپنے گیلے کپڑے اُتارتا ہے (تبدیل کرتا ہے) لیکن یہ پسینے بدبودار نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ کسی قسم کے بخار کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

ٹیوبرکولینم کی ایک اہم اور رہنما علامت یہ ہے کہ مریض کو کتوں اور بلیوں کا خوف ہوتا ہے (خاص طور پر بلیوں کا خوف)۔ بعض اوقات صرف بلیوں کا خوف ہی مریض کے لئے ٹیوبرکولینم تجویز کرنے کے لئے رہنما علامت ثابت ہوتی ہے۔ بعض اوقات مریض اس علامت کو بعینہٖ بلیوں کے خوف کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اُسے بلیوں سے نفرت ہے یا پھر اُسے بلی دیکھ کر کراہت محسوس ہوتی ہے۔ یا پھر یہ کہ وہ بلی کو چھو نہیں سکتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مریض کو کتے اور بلیوں کے بالوں سے الرجی ہو۔

ٹیوبرکولینم کے مریض کی تخریب کاری بھی ایک اہم اور رہنما علامت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ میں نے کئی ایسے مریضوں سے یہ علامت حاصل کی ہے جو بعد میں ٹیوبرکولینم سے صحت یاب ہوئے۔ وہ علامت یہ ہے کہ مریض جب تیز دھار چاقو دیکھتا ہے تو خیالوں میں اُسے وہ آوازیں سنائی دیتی ہیں جو چاقو کے جسم میں اُترنے کے وقت ہڈیوں کے ٹوٹنے اور ٹشوز کے پھٹنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

یہ دوا عمومی طور پر ایسے مریضوں کے لئے تجویز کی جاتی ہے جن میں خاندانی طور پر ٹی۔ بی کا مرض پایا جاتا ہو یا پھر مریض پہلے ٹی۔ بی کے مرض میں مبتلا رہا ہو۔ جب کسی مریض میں ایسی ہسٹری ملے تو اُس سے اِس دوا کی رہنما علامات حاصل کرنے کے لئے دوسرے سوالات ضرور کریں جیسا کہ بلیوں سے خوف، سور کے گوشت کی خواہش، پیشے اور جگہ بدلنے کی خواہش، چکنائی دار غذاؤں کی خواہش، بہت زیادہ رات کے پسینے، بار بار سردی کے حملے، حسد اور کینہ پروری وغیرہ وغیرہ۔ اگر تصدیقی علامات مل جائیں تو ٹیوبرکولینم تجویز کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہئے۔

اکثر ہمیں ایسے لوگ ملتے ہیں جو پہلے ٹی۔ بی کا شکار رہے ہوں اور اُن کا اینٹی

بائیوٹک ادویات سے علاج کیا گیا ہو۔ اگر ایسے مریض کو سٹرپٹو مائی سین دی گئی ہو تو اُس میں چکر آنے کی تکالیف پیدا ہو جاتی ہے جن کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے ہیں (لڑکھڑانے والے چکر)۔ یہ کوئی مخصوص قسم کے چکر نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے متعلق کوئی کمی زیادتی کی علامت ملتی ہے البتہ مریض یہ محسوس کرتا ہے کہ ان چکروں کے ساتھ اُس کا سر اُڑتا جا رہا ہے۔ یا پھر دماغ میں غلاظت بھری پڑی ہو۔ ان علامات کو بھی ہم ٹیوبرکولینم سے ٹھیک کر سکتے ہیں لیکن میرا خیال یہ ہے کہ کوئی وقت آئے گا جب سٹرپٹومائی سین کی پوٹنٹائزیشن ہوگی اور اُسی پوٹنٹائزڈ سٹرپٹومائی سین سے ان علامات کی پروونگ اور بعد میں علاج ہوگا۔

53—وریٹرم البم

وریٹرم البم کے مریض مستقل مزاجی سے کام کرنے والے ہوتے ہیں وہ نہ تو بہت زیادہ تشدد پر اُترتے ہیں نہ زیادہ شدت دکھاتے ہیں ہاں البتہ اگر مرضیاتی تبدیلی اپنے عروج کو پہنچ جائے تو پھر ان میں کبھی کبھار تشدد بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ اس دوا کے مریضوں میں مسلسل اور نہ رُکنے والی طاقت پائی جاتی ہے جو اُنہیں ہر وقت مصروف رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے مریض اپنے آپ کو تسکین دینے کے لئے کام کر رہا ہو اور اُس کے مسلسل کام کرنے کے پیچھے دوسرا کوئی مقصد پوشیدہ نہ ہو جیسے کہ مسلسل کتابوں کو ترتیب دیتا رہے۔ کرسیاں سیٹ کرتا رہے اور ہر وقت صفائی کرتا رہے جس کی کوئی انتہا ہی نہ ہونے میں آئے۔ اس دوا کے ضرورت سے زیادہ تیز بچے نقش و نگاری میں لگے رہتے ہیں، گاتے ہیں، کھیلتے ہیں اور اُن کی یہ سرگرمیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ سٹرامونیم کے بچوں کی طرح یہ بچے نہ تو چیزیں توڑتے ہیں اور نہ ہی تخریب کاری کرتے ہیں۔ یہ بچے ایسے ہوتے ہیں جو کہ وبال جان دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خالص اپنے لئے توجہ کے خواہاں ضرور ہوتے ہیں مگر حقیقت میں تخریبی ذہن رکھنے والے اور مضر حرکات کرنے والے نہیں ہوتے۔

تاہم اس دوا کے مریضوں میں اپنی ذات کی پہچان کے متعلق بہت زیادہ اُلجھاؤ ہوتا ہے۔ وہ خود کو انسانوں سے علاوہ یا انسانوں میں سے اعلیٰ درجے کے انسان سمجھتے ہیں

لیکن وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ وہ کرائسٹ (حضرت عیسیٰؑ) ہیں یا Jhon the Baptist یا پھر کوئی ایسا شخص جسے قدرتِ الٰہی نے دنیا کی بھلائی کے لئے بھیجا ہو۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ یہ لوگ گلی میں کھڑے ہو کر تبلیغ کرتے ہیں۔ دن ہو یا رات یہ لوگوں کو نصیحت کرتے اور اُن کی برائیوں پر اُنہیں پشیمان کرتے ہیں۔ وہ بار بار اپنا مذہبی پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور جب وہ تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں تو اس قدر باآواز ہوتے ہیں جیسے وہ پورے پھیپھڑوں کا زور لگا رہے ہوں (یعنی پُرزور انداز میں تقریر کرتے ہیں)۔

اس دوا کے مریضوں میں سٹرامونیم کے مریضوں کی طرح جسمانی طاقت نہیں بڑھتی بلکہ اُن میں حیران کن دماغی طاقت اور قوت برداشت پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ان کی توانائی کبھی ختم نہ ہو گی۔

سٹرامونیم کے مریضوں میں ہم بے شعوری کی کیفیت اُبھرتے ہوئے دیکھتے ہیں جس کی بدولت مریض مختلف قسم کے رونما ہونے والے واقعات کے وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے جبکہ وریٹرم البم میں مریض کسی قسم کے وہم میں مبتلا نہیں ہوتا ہاں البتہ اُسے اپنی شخصیت کے بارے میں مکمل ادراک نہیں ہوتا اور وہ اپنی ذات کے بارے میں غلط تخیل رکھتا ہے۔ وہ اس بات پر پکا ہوتا ہے کہ وہ کون ہے (یعنی کون سی اعلیٰ شخصیت ہے) اور کوئی دوسرا اُنہیں اُن کی اس سوچ سے باہر نہیں نکال سکتا۔ یوں سمجھ لیں کہ اس دوا میں بے شعوری کی کیفیت سے پیدا ہونے والی طاقت اپنا راستہ بدل کر قدرے نقصان نہ پہنچانے والی کیفیت میں چلی جاتی ہے جو صرف مریض کو اپنی ذات کے اصل سے ہٹا کر اُسے کسی اعلیٰ و ارفع شخص کی ذات کی مانند دکھاتی ہے۔ (یعنی اُسے صرف اپنی ذات کی شناخت کے بارے میں اُلجھاؤ ہوتا ہے۔)

بہت زیادہ ابتدائی درجے میں نہ ختم ہونے والی حرکات جیسے گانا، بار بار ایک ہی کام کو کئے جانا وغیرہ کو دوسری ادویات سے الگ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس دوا کی اصل خصوصیات دراصل تھوڑی دیر کے بعد واضح ہوتی ہیں جب مریض اپنی پرہیزگاری اور تقویٰ کا اظہار کرتا ہے۔ ابھی مریض اس قدر مذہبی اقدار پر عمل کرنے والا نہیں ہوا ہوتا کہ وہ خود کو اپنے اردگرد کے لوگوں سے راست باز اور متقی سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں سے خود کو اعلیٰ و ارفع بنا کر پیش کرتا ہے۔ بعض اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ اس دوا کا مریض بڑا تنقید کرنے والا اور دوسروں کے عیب تلاش کرنے والا بن جاتا ہے۔ ریپرٹری میں لفظ

Haughty کے تحت ہم وریٹرم کو بڑے حروف میں لکھا ہوا پاتے ہیں جس کا عام فہم مطلب ہے غرور اور خود پسندی۔ جیسے جیسے مریض میں خود پسندی بڑھتی جاتی ہے، مریض اپنے اور دوسروں کے درمیان تفاوت محسوس کرتے ہوئے عام لوگوں سے میل جول کم کر دیتا ہے کیونکہ بعض مریض سوائے اپنے سب کو پاگل اور صرف اپنے آپ کو باشعور تصور کرتے ہیں۔ آخرکار وہ مکمل طور پر مذہبی نقاد بن کر دوسروں میں عیب جوئی کرتے ہیں۔

مریض کی تیزی کی کیفیت بعد میں مالیخولیائی کیفیت میں بدل سکتی ہے۔ جیسی کیفیت ہم کچھ اُداس اور پاگل پن کے شکار سائیکوٹک مریضوں میں دیکھتے ہیں۔

مریض اندیشوں میں گھرا ہوا اور آزردہ سا ہو جاتا ہے جس کی وجہ اس کو اپنی دنیا کی کیفیت سے مایوسی ہوتی ہے کیونکہ وہ جو کچھ خود کو سمجھتا ہے دنیا اُسے وہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ اسی لئے مریض میں خاص طور پر اپنی نجات سے مایوسی پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جس نیک کام کے لئے اُسے بھیجا گیا ہے وہ اُسے سرانجام نہیں دے پایا۔

اس دوا کی نوجوان لڑکیوں میں حیض سے پہلے بہت زیادہ مایوسی دیکھنے میں آتی ہے۔ خاص طور پر جب مریضہ حیض کی کمی کے ساتھ ساتھ سردی لگنے، ٹھنڈے پسینے آنے، تھکن ہونے اور قے یا دست (اسہال) لگنے کی تکالیف میں بھی مبتلا ہو۔ یہی مایوسی بڑھتے بڑھتے مریضہ میں وریٹرم کے مخصوص پاگل پن میں بدل جاتی ہے۔

وریٹرم البم کی کچھ علامات بہت واضح اور مخصوص ہیں جو کہ دوا کے انتخاب میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ وریٹرم کے مریض کو ٹھنڈے یخ پانی کی بہت زیادہ طلب ہوتی ہے۔ وہ اس قدر ٹھنڈے مشروب چاہتا جیسے کہ برف۔ اکثر مریض برف چباتے ہیں۔ اس کے علاوہ مریض کو پھلوں خاص کر تیزابی پھلوں کی خواہش ہوتی ہے۔ مریض کو نمک کی بھی شدید خواہش ہوتی ہے۔ ایک اور مخصوص علامت جو اس دوا کے مریضوں میں پائی جاتی ہے وہ مریض میں مسلسل شدید سردی کا احساس ہوتا ہے۔

وریٹرم البم کی شدید تکالیف میں بھی مریض اپنی ذہنی اور جسمانی کیفیات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے لیکن کچھ تکالیف ہوتی ہی بڑی شدید ہیں جن میں اچانک آنے والی قے اور اسہال ہوتے ہیں جو بڑی تیزی سے خارج ہوتے ہیں۔ اس کی بیماریوں کی ایک خاصیت یہ ہے کہ بیماریاں بڑی شدت سے رونما ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی صدمہ بھی

مریض کو ملے تو اس کا اثر بھی مریض پر بڑا شدید ہوتا ہے۔

اس دوا کی علامات میں سے ایک علامت جو کہ کینٹ ریپرٹری میں ملتی ہے وہ ہے "پانی کی طرح بہت زیادہ مقدار میں" (Profuse Watery) اخراجات ہیں۔ یہ کیفیات بغیر ظاہری اشتعال کے رونما ہوتی ہے۔ ہیضے میں یوں لگتا ہے جیسے کہ مائعات کو پورے زور سے جسم کے باہر دھکیلا جا رہا ہو۔ مریض بے حال بستر پر لیٹا ہوتا ہے۔ مریض کی انگلیوں کے پورے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں جن کے ساتھ اُن میں نیلاہٹ آ جاتی ہے یا پھر وہ مکمل طور پر ارغوانی رنگ (Purple) سے ہو جاتے ہیں۔ ہونٹ بھی ٹھنڈے ہو کر نیلے ہو جاتے ہیں۔ چہرہ بھنچ جاتا ہے اور سکڑ جاتا ہے۔ مریض شدید ٹھنڈک محسوس کرتا ہے۔ اُسے لگتا ہے جیسے کہ اُس کا خون برف کی مانند ٹھنڈے پانی جیسا ہو۔ مریض کی کھوپڑی میں بھی ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے اور اُس کی پیشانی ٹھنڈے پسینے سے شرابور ہوتی ہے۔ سر درد، تھکن اور کمزوری، جسم کے مختلف چھوٹے چھوٹے حصوں پر ٹھنڈک کا احساس اور ٹانگوں میں مُردوں کی ٹانگوں جیسی ٹھنڈک کا احساس اس دوا کی مخصوص علامات ہیں۔ مریض کو بہت زیادہ جھٹکے لگتے ہیں جن کے دوران اُسے ایسا لگتا ہے جیسے کہ وہ ان سے مر جائے گا۔ ایسی کیفیت عورتوں میں حیض کے دوران، پیٹ درد (قولنج) جس کے ساتھ متلی کا احساس بھی ہو یا پھر مریض پاگل پن کے ساتھ ہذیان بکے یا پھر مریض کے اعضاء میں شدید سوجن آ جائے، کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مریض کے پٹھوں میں شدید پھڑپھڑاہٹ ہوتی ہے۔ (بالکل ہائیوسائیمس اور ایگریکس کے مریضوں کی طرح)۔

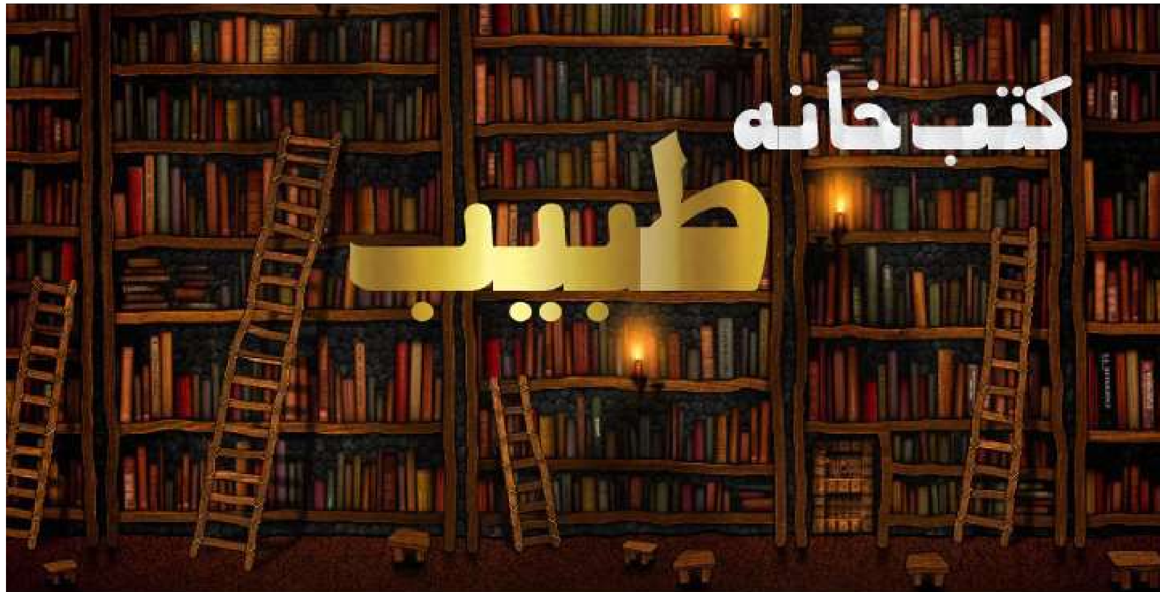
حیض اور معدہ کی تکالیف کے علاوہ جسمانی تکالیف میں مریض شدید اعصابی درد محسوس کرتا ہے جو کہ مریض کو پاگل بنا دیتے ہیں۔ مریض کے سر میں بھی شدید اعصابی درد ہوتا ہے۔ بعض اوقات سر درد کے ساتھ مریض کے سر میں شدید انجماد خون محسوس ہوتا ہے۔

مریض کی ٹانگوں، بازوؤں اور جوڑوں میں شدید اعصابی اور ریاحی درد پائے جاتے ہیں جن کے ساتھ پاگل پن، شدید سردی اور ٹھنڈے پسینے پائے جاتے ہیں۔ موازنہ کرنا ہو تو وریٹرم تیزی کے حوالے سے سٹرامونیم سے ملتی جلتی دوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہائیوسائیمس سے بھی بڑھ کر ٹیرنٹولا سے ملتی جلتی ہے۔ تاہم اس کے مریض

سٹرامونیم اور ٹیرنٹولا کے مریضوں کی طرح تشدد کرنے والے نہیں ہوتے۔ بلاشبہ وریٹرم کے مریض بھی اپنی انتہائی کیفیات میں تشدد پر اُتر آتے ہیں مگر عام کیفیات میں وہ ایسا نہیں کرتے۔

تاہم اس دوا کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے مریض دیگر ادویات کی نسبت سب سے زیادہ مذہبی جنون میں مبتلا ملتے ہیں۔ وہ خود پسند' نقاد اور عیب جو ہوتے ہیں۔ خاص کر دوسروں میں مذہب کے حوالے سے برائیاں ڈھونڈتے ہیں۔





Scanned by CamScanner

HOMOEO MEDICARE

Computerized Diagnostic Clinic

Safe & Effective Homoeopathic Medicines

Caring & Curing the Natural Way

ہومیوپیتھی کیا ہے؟

ی ایک جدید سائنٹیفک قدرتی طریقہ علاج ہے جس میں قدرتی جڑی بوٹیوں اور دوسرے قدرتی ... میڈیسن کشید کی جاتی ہے اور پھر پوٹینسی کی صورت میں مریضوں کو استعمال کرائی جاتی ہے یہ ... یسن نہایت قلیل مقدار میں ہونے کیساتھ ساتھ (اور بالکل صحیح تجویز ہونے کی صورت میں) ضرر رساں اور ضمنی اثرات سے پاک اور محفوظ ادویات ہیں۔ ان کو استعمال کرنے کیلئے انسانی جسم کے نظام اور مریض کی انفرادی **شخصیت، مزاج اور رویئے** *(Personality, Tempramment & Attitude)* کو پوری طرح پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔ اس بناء پر مریض کو چاہیے کہ مستند اور تجربہ کار معالج سے رجوع کرے ان کے مشورہ اور نگرانی میں علاج کو مطلوبہ مدت تک جاری رکھ کر مکمل کرے۔ تا کہ شفا بخش نتائج حاصل ہوں۔

ہومیو پیتھی کن کن امراض کا بالخصوص علاج کرتی ہے۔

- ذہنی اور نفسیاتی عوارضات ڈپریشن
- ہیپاٹائٹس جگر اور پتے کے امراض
- دل کے امراض انجائنا پیکٹورس، والوز کی خرابی
- ٹیوبرکلوسس، ٹانسلز، کھانسی و برانکائیٹس
- ناک کے غدود بڑھنا، سائنوسائٹس، ٹیومر
- گھنٹیا وی دردیں اور آرتھرائیٹس
- معدے کی تکالیف تیزابیت اور السر
- امراض مخصوصہ میں کا مکمل علاج
- حافظے کی کمزوری، اعصابی تناؤ، مرگی
- گردہ اور مثانہ کی تکالیف
- الرجی، دمہ و سانس کی تکالیف
- جلدی امراض، کیل مہاسے ایگزیما، سورائسس
- پراسٹیٹ گلینڈ اور پیشاب کے جملہ امراض
- تھائیرائیڈ کا بڑھ جانا اور گلہڑ
- اپینڈکس، ہرنیا اور بواسیر کا علاج
- بیکٹیریل، وائرل انفیکشن کا علاج

مذکورہ امراض کے علاوہ دیگر ہر قسم کے امراض کا بھی ہومیوپیتھی میں مکمل علاج موجود ہے

ہومیو میڈی کیئر کمپیوٹرائزڈ ڈائیگناسٹک کلینک پر گہری تحقیق (Keen Observation) کے بعد ہر ایک بیماری کا علاج شروع کیا جاتا ہے۔ براہ مہربانی موبائل نمبر 0300-660 2011 پر اپائنٹمنٹ ...

Please First Get Your appointment on Telephone then visit in the appointed time

ہومیو میڈی کیئر

کمپیوٹرائزڈ ڈائیگناسٹک کلینک

رہائش مکان نمبر P-970.
گلی نمبر 6، اسلامیہ پارک فیصل آباد
Res-#041-8785658

کلینک گلی نمبر ۷، اسلامیہ پارک بالمقابل جامع مسجد عثمانیہ نہاں والا فیصل آباد